بُرہانِ ہدایت

بیگم تعلیفہ علیم الدین صاحب -

B.10.

مؤلفہ

عبد الرحمٰن مُبشّر مولوی فاضل

فہرست مضامین برھانِ ہدایت

فہرست معاونین

جنہوں نے پیشگی قیمت ادا کی

احباب ربوہ

۱	مکرم حافظ عبدالسلام صاحب وکیل المال ثانی تحریک جدید
۲	" چوہدری غلام محمد صاحب ناظر بیت المال صدر انجمن
۳	" چوہدری فضل احمد صاحب ناظر تعلیم "
۴	" چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر بی۔اے افسر خزانہ "
۵	" صوبیدار عبدالمنان صاحب افسر حفاظت "
۶	" چوہدری صالح محمد صاحب محافظ خاص "
۷	" چوہدری صلاح الدین صاحب ناظم جائداد "
۸	" ملک حبیب الرحمٰن صاحب پنشنر ڈپٹی انسپکٹر مدارس "
۹	عزیزم محترم حکیم خورشید احمد صاحب شاد خورشید یونانی دوا خانہ گولبازار
۱۰	عزیزم محترم رشید احمد صاحب رشید بوٹ ہاؤس "
۱۱	" " سید ولی اللہ شاہ صاحب نیر جنرل ہاؤس "
۱۲	مکرم صوفی کریم بخش صاحب زیرہ ہاؤس "
۱۳	" ملک عبدالرحیم صاحب مالک کریانہ سٹور "
۱۴	" حاجی شریف احمد چوہدری انوار احمد
۱۵	" محمود احمد منور جیولرز گولبازار ربوہ
۱۶	" میاں ڈپٹی محمد شریف صاحب "
۱۷	" ڈاکٹر محمد رمضان صاحب پنشنر "
۱۸	" الحاج مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل مبلغ المانیہ و صقلیہ افریقہ حال ربوہ
۱۹	عزیزم محترم چوہدری عبدالکریم صاحب کاٹھ گڑھی مربی سلسلہ
۲۰	مکرم جمعدار غلام رسول صاحب آف کویت۔ محمود احمد ارشاد ومیاں لال دین صاحب مرحوم دار الرحمت وسطی ربوہ
۲۱	مکرم کیپٹن خادم حسین صاحب فیکٹری ایریا "
۲۲	" چوہدری عبدالجلیل صاحب دار الرحمت شرقی "
۲۳	عزیزم محترم عبداللہ صاحب ابن غلام رسول صاحب ٹھیکیدار "

نمبر	نام
۲۳	مکرم خلیفہ عبدالمنان صاحب انجینئر آف کشمیر دارالبرکات ربوہ
۲۳/۹	" سید محمد اقبال حسین صاحب فردوس بوٹ ہاؤس غلہ منڈی ربوہ
۲۴	" میاں مبارک احمد صاحب بھٹی - بھٹی کلاتھ ہاؤس غلہ منڈی - ربوہ
۲۵	" بشیر احمد صاحب شاہد - شاہد کلاتھ ہاؤس غلہ منڈی - ربوہ
۲۶	" بشیر احمد صاحب قادیانی دارالصدر غربی "

سٹوڈنٹ فضل عمر ہوسٹل ربوہ

نمبر	نام
۲۷	عزیز چوہدری مظفر احمد صاحب ظفر ابن چوہدری محمد اشرف صاحب کاہلوں ساہیوال
۲۸	" سردار رفیق احمد صاحب ابن سردار عبدالرحمن صاحب چغتائی لاہور
۲۹	" رانا مبشر احمد خان صاحب بھٹی چک 167 بہاولنگر
۳۰	" چوہدری نصرت احمد صاحب ناصر چک 165 مراد "
۳۱	" محمد غفور صاحب گورایہ چک 169 "
۳۲	" محمود احمد خان صاحب رانا چک 168 "
۳۳	" پیر حبیب الرحمن صاحب آف سانگھڑ
۳۴	" ریاض احمد صاحب بھٹی
۳۵	" ملک مسعود احمد صاحب لنگڑیال (سرگودھا)
۳۶	" ملک عبدالمنان صاحب ذیاحق آف میانی
۳۷	" اصغر علی صاحب قادری ہاڑی ضلع ملتان
۳۸	" سردار لطیف احمد صاحب واپڈا کالونی حافظ آباد
۳۹	" چوہدری نسیم احمد صاحب خالد ظفروال مرالہ
۴۰	" عبدالقیوم صاحب بٹ آف چونڈہ
۴۱	" سردار حمید اللہ خان صاحب آف ڈیرہ غازیخان
۴۲	" سلیمان احمد صاحب طاہر آف کراچی
۴۳	" مرزا عنایت احمد صاحب عزیز آباد کراچی
۴۴	" محمد رفیق صاحب ضیاء
۴۵	" نصیر احمد صاحب چک نمبر ۱۸ شیخوپورہ
۴۶	" چوہدری احمد علی صاحب شاد کوٹ محمد امیر لاہور
۴۷	" ایم اختر صاحب صدیقی
۴۸	" عبدالسمیع صاحب
۴۹	" بشیر احمد صاحب بھٹہ تانوالہ (سیالکوٹ)
۵۰	" چوہدری بشارت احمد صاحب گورایہ
۵۱	" محمد سہیل صاحب یوسف
۵۲	" شیخ محمد اکبر صاحب اسلم منزل آف کوئٹہ
۵۳	" چوہدری منیر احمد صاحب آف راجہ جنگ
۵۴	" چوہدری سلطان احمد صاحب بھٹی آف بھاکا بھٹیاں
۵۵	" امیر احمد صاحب ابن چوہدری نوردین صاحب معرفت شاہد احمد صاحب چغتائی

ہوسٹل جامعہ احمدیہ ربوہ

نمبر	نام
۵۶	مکرم غلام احمد صاحب خادم درجہ اولیٰ
۵۷	" منور احمد صاحب اختر "
۵۸	" مظفر احمد صاحب راشد سلیم پوری "
۵۹	" محمود احمد صاحب ادرحمہ ضلع سرگودھا "
۶۰	" عبدالشکور صاحب زاہد "
۶۱	" رفیق احمد صاحب غالب "
۶۲	" سمیع اللہ صاحب زاہد "
۶۳	" محمد رفیع صاحب انور "
۶۴	" ناصر احمد صاحب چوہدری گوکھووال "
۶۵	" عبدالشکور صاحب بیگ "
۶۶	" نصیر احمد صاحب چودھری "
۶۷	" علی حیدر صاحب اویل درجہ ثانیہ
۶۸	" ملک محمد سلیم صاحب "
۶۹	" عبدالغنی کریم صاحب "
۷۰	" محمد دین صاحب ناز
۷۱	" محمد انیس الرحمان صاحب صادق بنگالی درجہ ثالثہ
۷۱	" محمد سرفراز صاحب " "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْہَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح ثبوت آچکا ہے۔

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب ؎ مری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے
(مسیح موعودؑ)

برہان ہدایت

جلد اوّل

مؤلفہ:

ابو ظفر عبد الرحمٰن مبشر مولوی فاضل

رحمانیہ منزل بلاک جی۔ ڈیرہ غازیخاں

مؤلف "بشارات رحمانیہ" "قیام شریعت" "موعود اقوام عالم" "انوار ہدایت" وغیرہ

بار اوّل - ایک ہزار پانصد ——— قیمت کاغذ اعلیٰ -/۶ کاغذ ادنیٰ -/۵

"برہانِ ہدایت" کی طباعت کی خوشی میں

: از مکرم عبد السلام صاحب اختر ایم اے :

"برہان ہدایت" ہے کہ فیضانِ ہدایت
اللہ رے : یہ وسعتِ میدانِ ہدایت

اللہ سے جب آگیا فرمانِ ہدایت
ہر چیز بنی مشعلِ ایمانِ ہدایت

ہے مہدئ موعود کی آمد کا زمانہ
اے بے خبرو! کچھ تو ہو سامانِ ہدایت

ظاہر ہیں نشانات کئی ارض و سماء میں
دیکھو جو بہ دیدۂ عرفانِ ہدایت

خورشیدِ ہدایت تو بہر حال ہے موجود
گو آنکھ کریں بند عدوّانِ ہدایت

اے راہروِ جادۂ پیمانِ ہدایت
چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامانِ ہدایت

صد لائق تعریف ہیں وہ صاحبِ تصنیف
ترتیب دیا جس نے یہ سامانِ ہدایت

اختر
۶۷-۱-۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؐ

حرفِ آغاز

اے تمام لوگو! سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اِس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور بُرھان کی رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشیگا .... مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اب یہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴ و ۶۵)

برادران کرام!

مندرجہ بالا عبارت حضرت حجۃ اللہ امام الزمان مسیح موعود و مہدیٔ دوران علیہ التحیۃ والسلام کی ایک عظیم الشان **پیشگوئی** ہے جو مندرجہ ذیل چار پہلوؤں پر مشتمل ہے :-

اوّل زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا خدا تعالیٰ شانہٗ آپ کی جماعت کو تمام دنیا میں پھیلا دے گا۔

دوم:- آپ کی جماعت کو تبلیغی و علمی میدان میں ہر قوم سے مقابلہ درپیش آئیگا

سوم- دلائل اور براہین کی رُو سے ہر میدان میں آپکی جماعت ہی کو غلبہ عطا فرمائیگا۔

چہارم- دنیا کی کوئی طاقت اس علمی غلبے کو روک نہیں سکیگی۔

پیشگوئی کے اِس پس منظر کا عاجز کی یہ تالیف "بُرہانِ ہدایت" پیش منظر ہے۔ یعنی آپ کو اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدّام سلسلہ عالیہ احمدیہ کے علمائے کرام کے وہ تمام حالات و واقعات پڑھنے کا موقعہ ملیگا جو انہیں ہر بڑے سے بڑے فلسفی۔ فاضل۔ عالم۔ پادری۔ پنڈت گیانی اور ودوان کے ساتھ دوران مقابلہ پیش آئے۔ اور جس میدان میں بھی انہیں للکارا گیا وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ کلام کی روشنی۔ اپنی خداداد لیاقت اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے ہر مخالف پر غالب آئے اور انہیں لاجواب اور ساکت کر دیا۔

کتاب "بُرہانِ ہدایت" کے اگلے صفحات از اوّل تا آخر انہی لاجواب اور تجربہ شدہ دلائل پر مشتمل ہیں۔ امید ہے کہ ان ناقابلِ فراموش واقعات کا یہ مجموعہ انشاء اللہ تعالےٰ جہاں ہماری نئی پود اور نونہالِ جماعت کی علمی ترقی اور ان میں تبلیغی جذبہ اور لیاقت پیدا کرنے کا باعث ہوگا وہاں تمام طالبانِ حق و ہدایت کی صحیح راہنمائی اور ان کی طلب حق کی پیاس بجھانے کا بھی موجب ہوگا۔

قارئینِ ذی احترام!

جس طرح ایک کسان دھرتی کا سینہ چیر کر اور خون پسینہ ایک کر کے پھر روئیدگی کا مُنہ دیکھتا ہے بعینہٖ عاجز کو بھی ان جواہر پاروں کے حصول کے لئے کبھی تو ملک کے طول و عرض میں صعوبتِ سفر سے دوچار ہونا پڑا اور کبھی اولوالعلم و الفضل اصحاب کے دروازے کھٹکھٹانے پڑے اور جہاں پہنچنا ناممکن تھا وہاں نامہ بر (کاغذی) کبوتر بھیجنے پڑے۔ اور کبھی بہشت بریں کے مکین حضرات

کے دفینوں سے انمول موتی تلاش کرنے پڑے۔ غرضیکہ جہاں تک ممکن تھا اپنی پوری کاوش و کوشش صرف کر کے یہ قیمتی اور مفید مجموعہ تیار کر کے آپ حضرات تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ ثالث حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دورِ خلافت کا یہ پہلا تحفہ ہے جسے عاجز آپ تک پہنچانے میں کامیاب ہوا ہے۔ اس سے قبل المصلح الموعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مندرجہ ذیل مفید عام کتب مرتب کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملی ہے:۔

۱۔ آسمانی آواز

۲۔ بشارات رحمانیہ جلد اوّل

۳۔ قیام شریعت

۴۔ موعود اقوام عالم

۵۔ غلبۂ اسلام بذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۶۔ احمدیت کی پہلی کتاب

۷۔ چشمہ ہدایت

۸۔ انوارِ ہدایت

۹۔ بشارات رحمانیہ جلد دوم

۱۰۔ ترجمۃ القرآن بطرز جدید کے چار پارے اول۔ دوم سوم اور عمّ

قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ میری اس کتاب سے جہاں خود فائدہ اٹھائیں وہاں غیر از جماعت اصحاب تک بھی اسے پہنچانے کی کوشش فرمائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور یہی میری

اس کاوش اور محنت کا صلہ ہوگا۔

جن ذی علم حضرات کا اب تک تعاون حاصل نہیں کر سکا اُمید ہے کہ اس کتاب کے اگلے ایڈیشن یا دوسری جلد کی ترتیب میں وہ اپنا قیمتی مضمون بھی عطا فرما کر روحانی پیاسوں کے لئے چشمۂ شیریں ثابت ہونگے۔ دُعا ہے کہ مولائے کریم تمام معاونین کرام کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ اس عاجز کے لئے بھی دعا فرماویں کہ اللہ تعالٰے اپنے اس عاجز بندے کو زیادہ سے زیادہ قلمی۔ لسانی اور مالی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضاء کی راہوں پر چلاتے ہوئے انجام بخیر فرمائے۔ اللّٰہم آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

محتاج دُعا

خاکسار عبد الرحمٰن مبشرؔ مولوی فاضل

رحمانیہ منزل۔ ڈیرہ غازی خاں

۴/۱۱/۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ———— وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود مع التسلیم

مقدمۃ الکتاب

—— (از قلم حقیقت رقم حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب پروفیسر جامعۃ المبشرین) ——

مکرم محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر "برہان ہدایت" کے نام سے تبلیغی تجارب اور تبلیغ حق کی راہ میں نصرت الٰہی اور تائیدات ربانی کے واقعات ایک کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس عاجز کو بھی تبلیغ اسلام کا موقعہ ملا ہے بلکہ ساری زندگی ہی دین اسلام کی خدمت اور اعلائے کلمۂ حق کے لئے وقف ہے۔ اس ضمن میں کچھ عرصہ انڈونیسیا میں رہ کر بھی تبلیغ اسلام کا موقعہ میسّر آیا۔ میرے سارے تبلیغی تجارب کا نچوڑ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلتا ہے اور محض اسلئے نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو قائم کرے اور اسلام کی صداقت کی گواہی دے نصرت الٰہی اس کو ہر وقت گھیرے رہتی ہے اور خدا کی معیت اسے حاصل ہوتی ہے اور خدا کا فضل اس کے آگے بھی ہوتا ہے اور پیچھے بھی۔ دائیں بھی ہوتا ہے اور بائیں بھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں انڈونیشیا میں تھا تو ایک عزیز کا ربوہ سے مجھے خط گیا کہ مجھے بھی غیر ممالک میں تبلیغ کے لئے بھیجا جا رہا ہے تمہیں جو اس سفر میں تجربات ہوئے ہوں وہ لکھ بھیجو تا میرے کام آئیں۔ اس خط کے جواب میں بھی میں نے یہی لکھا تھا کہ مجھے تو صرف ایک تجربہ ہوا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے بندوں کو پیغام حق پہنچانے کے لئے اپنا گھر و عزیز و اقارب چھوڑتا ہے اس کو کسی بات کی فکر نہیں کرنی چاہیئے اُس کا خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اُس کے گھر سے بہتر

گھر اور اس کے عزیزوں سے بڑھ کر محبت کرنے والے ایمانی رشتہ میں پروئے ہوئے عزیز عطا فرماتا ہے۔ یہ میرا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ پختہ تجربہ ہے جو اس راہ کے پہلے ہی قدم میں مجھے ہوا۔ پھر اس کے بعد جو عنایاتِ الٰہیہ سے دیکھا اس کا تو بیان بھی ممکن نہیں۔ فسبحان اللہ نعم المولیٰ ونعم الوکیل۔

جب مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ و نوراللہ مرقدہٗ کا حکم ملا کہ تمہیں تبلیغ کے لئے انڈونیشیا بھیجا جاتا ہے تو یہ حکم سنکر پہلا خیال جو میرے دل میں آیا وہ یہ تھا۔ کہ مجھے تو تقریر کرنی نہیں آتی اور اس خیال کے ساتھ دوسرا خیال یہ آیا کہ بہرحال اب تو تقریر کرنی پڑے گی۔ کیونکہ تقریر کے بغیر تبلیغ کیونکر ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں خیال آناً فاناً دل میں آئے اور چلے گئے۔ اس سے پہلے میرا یہ خیال تھا کہ مجھے تقریر کرنے سے بہت سخت حجاب بلکہ کہہ سکتا ہوں کہ خوف آتا تھا۔ بلکہ اگر کبھی تقریر کے لئے کھڑا کر دیا جاؤں تو لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ مگر اس کے بعد پھر نہ کبھی حجاب و خوف محسوس ہوا نہ کبھی دل میں وہم کے طور پر بھی یہ خیال آیا کہ دین اسلام کی فوقیت کا سوال ہو اور کسی بھی موضوع پر کسی بھی مجلس میں تقریر کرنی پڑے تو کسی قسم کی جھجک بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تائید اسلام میں ایسے ایسے دلائل سکھائے اور اس قسم کا ملکۂ تقریر عطا فرمایا جو میرے ہی لئے نہیں دوسروں کے لئے بھی موجب حیرت ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جکارتا کے ساتھ کیا پورن ایک ملحقہ علاقہ (Kebajoran) ہے۔ وہاں ایک جلسہ تھا۔ میں نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے موضوع پر تقریر کی۔ تقریر کے دوران میں میں بار بار حیران ہوتا تھا کہ یہ معارف کہاں سے آ رہے ہیں۔ جو کبھی پہلے خیال میں نہ تھا اور جب تقریر کر کے بیٹھا۔ تو دل میں خیال آیا کاش اس تقریر کے نوٹ ہوتے یا کسی نے لکھے ہوتے۔ یہ واقعہ ہے کہ اس قسم کے معارف اللہ تعالیٰ نے اور نئی نئی باتیں اور دقائق الٰہیات اور سچی توحید کے مراتب مجھے اس وقت تقریر کے دوران میں سکھائے جو مجھے پہلے معلوم نہ تھے اور جن کے متعلق مجھے خیال آیا

کہ کاش ضبط تحریر میں آجاتی تو مجھے بھی فائدہ ہوتا اور دوسروں کو بھی۔ یہ ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ نصرتِ الٰہی کے اور بہت سے واقعات ہیں۔

ایک عجیب بات جو مَیں نے وہاں دیکھی وہ غیر معمولی علمی رعب تھا جو اللہ تعالےٰ نے مجھے وہاں پر عطا فرمایا۔ جس کی وجہ مجھے معلوم نہیں کیونکہ مَیں تو ایک بالکل ہیچ میرز اور لاعلم سا آدمی تھا اور ہوں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ایسا علمی رعب عطا فرمایا تھا جو میرے لئے بہت حیرت کا موجب تھا۔ اپنوں میں ہی نہیں بلکہ غیروں میں بھی۔ شروع شروع میں جب مجھے انڈونیشین زبان نہیں آتی تھی زیادہ تر انگریزی ہی سے کام چلایا جاتا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ زیادہ واسطہ تعلیم یافتہ اور خصوصاً مروّجہ تعلیم والوں سے پڑتا تھا۔ ان دنوں میں انڈونیشیا نیا نیا آزاد ہوا تھا اور وہاں پر آزادی کو ایک ایسے فلسفے کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا کہ گویا کوئی سلوک الی اللہ اور کمال انسانی کا ذریعہ ہے۔ یونیورسٹیوں کالجوں تعلیمیافتہ لوگوں کی محافل میں اکثر یہی مبحث ہوتا تھا اور فلسفۂ سیاست ہی ان کے نزدیک گویا تمام علوم کا مدار تھا۔ لازماً اس صورت میں بعض دفعہ ایسی باتیں آجاتی تھیں جو خلافِ اسلام ہوتیں یا ایسے خیالات رائج ہو جاتے جو اسلامی تعلیم کے متناقض ہوتے تو احمدی طلباء اس قسم کے سوال میرے پاس لے کر آیا کرتے اور مجھ سے جواب سیکھتے۔ جس سے نہ صرف ان کی تسلّی ہوتی بلکہ ان کی بھی دھاک بیٹھ جاتی۔ اور جب وہ یہ بتاتے کہ ہم تو خود کسی اَور کے شاگرد ہیں تو دوسروں کو بھی شوق پیدا ہوتا اور وہ ملنے کے لئے آتے اور اسلامی تعلیم کی فوقیت اور قرآنی کمالات کے معترف ہو جاتے۔

انڈونیشیا کے دورانِ قیام جو سب سے بڑی خدمت خاکسار کو کرنے کا موقعہ ملا وہ یہی تھی کہ نئی نئی آزادی ملنے اور آزادی کے خیالات سے آزاد روی اور مغربی فلسفہ کے اثر سے خودی کا جو خلافِ اسلام تصوّر وہاں کی نئی پود خصوصاً کالج کے طلباء میں پیدا

ہو رہا تھا جس کی وجہ سے وہ یا تو کھلم کھلا اسلام کے باغی ہو رہے تھے یا بعض اسلامی اصولوں کو ترک کرنے یا ترمیم کرنے کی آواز اٹھا رہے تھے ایسے لوگوں کے غلط خیالات کی اصلاح کرنا اور اسلام کی علمی فوقیت و برتری کو ثابت کرنے اور قرآن کریم کے سرچشمۂ علم وہدایت ہونے اور ہر خیر و خوبی کا جامع ہونے پر یقین پیدا کرنے کی توفیق بفضل الٰہی ملی - اور جب بھی اور جس مجلس میں بھی کسی فلسفہ اور کسی علم کی رو سے قرآن مجید پر کوئی اعتراض کیا گیا یا اسلام کے اصول حقّہ پر کوئی حملہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ میں جواب دینے کی توفیق بخشی کہ نہ صرف مخالف سے جواب ہی بن پڑا بلکہ اسے بھی اسلام کی خوبیوں کا معترف ہونا پڑا -

انڈونیشیا کے قیام کے دوران میں ایک دفعہ بے دین فرقہ اہل بہاء سے بھی ایک مناظرہ کا موقعہ ملا - اگرچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اُن کے سارے اعتراضات کے شافی جواب دیئے گئے اور ان کے لئے مفر کی راہ نہیں چھوڑی گئی تاہم مجھے اس مناظرہ کے دوران شدّت سے احساس ہوا کہ اگرچہ دلائل و براہین کے ہتھیار بھی صداقت کے قیام کے لئے ضروری اور بہت ضروری ہیں اور کوئی مذہب جب تک اپنے ساتھ ایسے ٹھوس اور محکم دلائل نہ رکھتا ہو جو اتنے بلند اور پُرعظمت ہوں کہ کسی معترض کا ہاتھ اُن کی بلندی تک نہ پہنچ سکے اس وقت تک اس مذہب کی صداقت اور اُس کا من جانب اللہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک یقینی امر ہے جو تبلیغ کرنے والوں کے تجربہ میں آتا ہے کہ محض علمی دلائل اور منطقی نتائج سے دلوں کی تسلّی نہیں ہوتی - چنانچہ اس مناظرہ کے دوران مجھے بڑی شدّت سے اس بات کا احساس ہوا کہ مذہب کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل جس کا کوئی جواب نہیں اور جو دلوں میں تبدیلی پیدا کرتی اور سرکش سے سرکش کو عنوةً حق کی طرف کھینچ لاتی ہے آسمانی دلیل ہی ہوتی ہے - یعنی کسی انسان کا یہ کہنا کہ خدا میرے ساتھ ہے - اور

یہ میری صداقت کا ثبوت ہے - وہ میری مدد کرتا ہے اور وہ میرے لئے ایسے کام کرتا ہے جو دوسروں کے لئے نہیں کرتا اور صرف یہ دعویٰ ہی نہ کرنا بلکہ اس کو غیروں پر ثابت بھی کر دکھانا جس طرح حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اسلام کی صداقت کو اپنی ذات سے ثابت کیا اور ایسے روحانی کمال اور مقرب بارگاہ اور مقبول حضرۃ عزّۃ ہونے سے اسلام کی صداقت کی دلیل اسلام کے دشمنوں کے سامنے پیش کی - یہ دلیل بہت بڑی دلیل ہوتی ہے - یہی فرقان ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا اور جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام سے بشرط تقویٰ کر رکھا ہے - چنانچہ اس مناظرہ کے دوران مجھے بھی اس بات کا شدید احساس ہوا کہ مبلغ کو ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی ذات میں اسلام کی صداقت کا نشان ہو - اس کے گفتار میں اور کردار میں صدق وبرزی کا ایسا نور ہو اور اس کے چہرہ پر محبتِ الٰہی کے ایسے نشان ہوں اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ایسا معاملہ ہو کہ اسے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہ ہو بلکہ اُسکا سارا وجود یہ کہے کہ دیکھو مجھے - مَیں خدا کا ہوں اور خدا میرے ساتھ ہے - میرے پاس آؤ اور میری مانو - تو تم خدا تک پہنچ جاؤ گے - مجھے اسی احساس سے اپنی بے مائیگی کا بڑی شدت سے احساس ہوا اور بڑی دُعائیں کیں کہ خدا تعالیٰ مجھے ایسا بنا دے کہ مَیں اسلام کی صداقت کا ایک نشان بنوں - اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف ایک روشن حجت -

ابھی مجھے انڈونیشیا میں گئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں اور میرے ساتھ ایک اور احمدی ایک عیسائی خانقاہ (کانونٹ) میں گئے ہیں - وہاں کچھ پادری اور کچھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں - بچے بہت ہی کُند ذہن اور افسردہ و مردہ معلوم ہوتے ہیں - میں چاہتا ہوں کہ بغیر صاف لفظوں میں انہیں اسلام سے روشناس کرانے کے سوالوں کے ذریعہ انکو اسلام کی طرف کھینچوں - اس لئے مَیں اُن سے سوال کرنا شروع کر دیتا ہوں مگر وہ کچھ ایسے کودن اور غبی ہیں کہ بالکل اُن میں کوئی ذہانت کی چمک نظر نہیں آتی -

پہلے تو مَیں مایوس ہوتا ہوں لیکن پھر خیال آتا ہے کہ کوشش جاری رکھوں شاید کوئی ان میں سے سمجھ جائے۔ چنانچہ میں ان سے سوال کرتا جاتا ہوں۔ آخر محسوس ہوتا ہے کہ انکی عقل جسے خانقاہی اثر نے کُند کر دیا تھا پھر تیز ہونے لگی ہے۔ تو اس وقت پادری گھبراتے ہیں۔ مگر اب ان بچوں میں اتنی سمجھ اور جرأت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جانے سے انکار کرتے ہیں۔ تب وہ پادری انہیں جبراً گھسیٹتے ہیں تو مَیں انہیں روکتا ہوں۔ اس پر ایک پادری پیچھے سے ایک بڑے خنجر سے مجھ پر وار کرتا ہے جس سے مَیں گر پڑتا ہوں۔ اور حواس ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ریڈیو پر کوئی اعلان ہو رہا ہے اور وہ میرے متعلق ہے اور الفاظ یہ ہیں:-

"اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی مگر خدا تعالیٰ کے فضل نے اُسے بچا لیا۔"

جب دوستوں کو یہ رؤیا سُنایا گیا تو سب کو حیرت تھی کیونکہ بظاہر وہاں اس بات کا امکان نظر نہیں آتا تھا کہ ہمارا عیسائیت سے کوئی زیادہ مقابلہ ہو کیونکہ وہ ہمارے مقابلے پر آنے یا ہم سے بات کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ زیادہ تر مقابلہ غیر احمدیوں ہی سے رہتا تھا۔ بہر حال اس رؤیا کے کچھ عرصہ بعد پریذیڈنٹ سکارنو نے دوسری شادی کی جس پر ملک میں بہت شور ہوا اور اس ضمن میں تعدّدِ ازدواج کے مسئلہ پر بھی ناواجب رنگ میں حملہ کیا گیا۔ اور میرے حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کیا گیا۔ اس پر مَیں نے ایک مضمون لکھا اور ترجمہ کروا کر اخباروں میں چھپوایا۔ اس مضمون سے عیسائی ایسے مشتعل ہوئے کہ انہوں نے حکومت پر زور دیا کہ منافرت مذہب کے قانون کی خلاف ورزی کا مقدمہ چلایا جائے۔ چونکہ ان دنوں وہاں الیکشن بھی ہو رہے تھے انہوں نے سیاسی حربہ بھی استعمال کیا اور حکومت جو ان دنوں ماشوی پارٹی کی تھی انہیں مجبور کیا کہ وہ یہ مقدمہ چلائیں۔ اور مجھے ضرور سزا دلوائیں (انڈونیشیا میں منافرت مذہب پھیلانے کا قانون بڑا سخت ہے اور میرے اس مقدمہ میں وکلاء کا

خیال تھا کہ سات سال کی قید کی سزا ہونے کا امکان ہے) چنانچہ اس ضمن میں ہم مسٹر روم سے بھی ملے جو ان دنوں وزیر خارجہ تھے اور ان کی باتوں سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مجبور ہیں۔ ہمیں کمیونسٹوں کے مقابل ان کے ووٹوں کی ضرورت ہے۔

چنانچہ یہ مقدمہ مجھ پر حکومت کی طرف سے چلایا گیا اور خیال یہی تھا کہ سزا ضرور ہوگی۔ اور بعض احباب نے حضور رضی اللہ عنہ کو خطوط بھی لکھے کہ اس کے جوش نے یہ صورت پیدا کر دی ہے۔ ادھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی یعنی میرے والد ماجد بیمار ہو گئے۔ اور حضورؓ نے مجھے لکھا کہ واپس آجاؤ۔ میں نے عرض کی کہ مقدمہ ہے اور پولیس کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جا سکتا اور پھر پولیس اجازت دینے کیلئے تیار نہیں۔ غرض قریباً آٹھ نو ماہ اسی طرح سے معاملہ لٹکتا رہا۔ کہ مقدمہ عدالت میں پیش ہو نہ باہر جانے کی اجازت ملے اور عیسائیوں کا غصہ بھی دن بدن بڑھتا چلا گیا اور ان کا سزا کا مطالبہ بھی۔ اس دوران میں جکارتا سے قریباً ڈیڑھ ہزار میل دُور سے ایک مجسٹریٹ تبدیل ہو کر جکارتا آیا۔ جکارتا آکر اس کی بیوی نے احمدیت کا ذکر سُنا۔ وہ ہمارے مشن آئی اور آخر احمدی ہو گئی۔ اس کے نتیجہ میں اس کے خاوند یعنی وہ مجسٹریٹ بھی آنے لگے۔ ایک دفعہ جمعہ کی نماز انہوں نے ہمارے ساتھ پڑھی۔ اور نماز کے بعد میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ سُنا ہے آپ کے والد بیمار ہیں اور آپ جانا چاہتے ہیں۔ مگر مقدمے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا کہ ہاں! ایسا ہی ہے۔ چنانچہ میں نے انہیں سارا قصہ سُنایا۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ کل آپ عدالت میں آ جائیں۔ چنانچہ ہم گئے۔ ان صاحب نے خود ہی وہ مقدمہ اپنی عدالت میں منتقل کروایا۔ خود ہی میری طرف سے پیروی کی۔ مجھے بولنے بھی نہیں دیا۔ اور پھر مقدمہ خارج کر دیا۔ اتنی جلدی اس مقدمہ کا ان کی عدالت میں منتقل ہونا اور پھر چند منٹوں میں خدا کے فضل سے

کلی برأت کے سامان ہو جانا خداؔ کے فضل ہی سے ہوُا اور اسی کے فضل ہی نے بچایا ورنہ ظاہری سامان تو بچنے کے نہیں تھے۔

مَیں نے یہ واقعہ کئی دفعہ عیسائیوں کے سامنے پیش کیا ہے اور ان سے مطالبہ کیا ہے کہ تم میں بھی اگر ایسے تجارب رکھنے والے ہوں جن کے ساتھ خدا تعالیٰ ایسا سلوک کرتا ہے اور اس کی نصرت فرماتا ہے تا اس کے دین کی صداقت جس کے وہ خادم ہیں ثابت ہو تو پیش کرو جیسا کہ ہم پیش کرتے ہیں۔ اور ہمارے اندر ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں ایسے ہیں جنہوں نے اسلام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان اور مسیح پاکؑ کے منجانب اللہ ہونے کی نشانیاں اپنی ذات میں مشاہدہ کی ہیں۔ غرض بارہا عیسائیوں کے سامنے اس بات کو پیش کیا ہے مگر ہر بار انہیں انکار ہی کرتے بنی ہے۔ اور کیوں نہ ہو حق کے سامنے باطل کب ٹھیر سکتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر پیشگوئی کی تھی کہ آپ کی جماعت حجت و برہان کی رُو سے تمام قوموں پر غالب رہے گی۔ اس پیشگوئی کی صداقت کو ہم اپنی زندگی اور جماعت کی تاریخ کے ہر دن میں ایک تازہ نشان کے طور پر مشاہدہ کرتے ہیں یہ ایک ایسی زبردست خدائی تائید ہے کہ جس کا ثبوت خدائی جماعتوں کے سوا اور کہیں نہیں ملتا کہ بظاہر امّی اور ان پڑھ اور ظاہری علوم میں دوسروں سے کم ہونے کے باوجود اللہ تعالےٰ نے اس جماعت کو وہ آسمانی امور اور الٰہی باتوں کے متعلق ایسے دلائل عطا فرمائے ہیں اور پھر ان دلائل کو استعمال کرنے کا ایسا ذوق اور فراست بخشی ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم ہم میں سے کسی بچے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مجھے یاد آیا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے کہ ۵۳ء کے فسادات کے دوران کچھ شوریدہ سر افراد سیالکوٹ کے ایک بڑے آدمی کے پاس جو

لیڈر مانے جاتے تھے گئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ جماعت احمدیہ کے خلاف ان کے ساتھ شریک ہوں مگر ان صاحب نے بڑی سختی سے انکار کیا اور کہنے لگے کہ علم دین تو مجھے زیادہ نہیں اور نہ مَیں کفر و اسلام کے مسئلہ میں پڑنا چاہتا ہوں مَیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میری آنکھوں نے وہ نظارہ دیکھا ہے اور انہیں بھولیں نہیں کہ جب ہمارے مولوی آگے اور عیسائی پادری اُن کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے تھے اور پھر میری ان ہی گناہگار آنکھوں نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ عیسائی پادری آگے آگے اور مرزائی پیچھے اُن کے پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہوتے تھے اور مَیں ان دونوں نظاروں کو کسی طرح فراموش نہیں کر سکتا اور ان کے تقابل سے اس کے سوا کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا کہ اسلام کی تائید کے لئے جو دلائل جماعت احمدیہ کے پاس ہیں وہ اَور کسی کے پاس نہیں۔ یہ مثال کوئی استثنائی صورت نہیں بلکہ ہر زمانہ اور ہر زمین میں یہی نظارہ دیکھا گیا ہے اور ہر میدان میں باطل نے ہمارے ذریعہ شکست کھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سچے مذہب اور جھوٹے مذہب میں ایک مابہ الامتیاز یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ سچے مذہب کے اصولِ حقّہ ایسے مضبوط ہوتے ہیں کہ مرورِ زمانہ اور اعتراضات اور مخالفتوں کا ان پر اثر نہیں ہوتا اور وہ ایک تناور درخت کی طرح جس کی جڑھیں زمین میں دُور تک چلی گئی ہوں سخت سے سخت آندھیوں کا مقابلہ کرنے کے باوجود اپنی جگہ کھڑا رہتا ہے مگر باطل عقیدہ ایسا نہیں ہوتا مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ اس کے اصول مضبوط نہیں ہوتے اور دلائل پختہ نہیں ہوتے۔ اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ جماعت احمدیہ اور اس کے مخالفین کے حالات پر اگر ہم نظر ڈالیں تو ہمیں یہ مابہ الامتیاز بڑے واضح طور پر نظر آتا ہے۔ ہر قوم اور ہر مذہب جو جماعت کے مقابل پر آیا اُسے اس کے دلائلِ حقّہ کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا اور نادم ہو کر اپنے اصولوں میں تبدیلی کرنی پڑی خواہ وہ عیسائی تھے، آریہ تھے، سناتنی تھے یا مسیحؑ کو بجسدہ العنصری آسمان پر بٹھانے والے مسلمان۔ اور عیسائی قوم کا تو یہ حال ہے کہ ہمارے مقابل پر آنے کی انہیں ہرگز جرأت نہیں ہوتی اور ان میں ہرگز تاب نہیں کہ اپنے بودے عقائد کے بل بوتے پر اور انجیل جیسی محرّف و مبدّل کتاب کے ساتھ ہمارے دلائلِ حقّہ کا جو ہمیں خدا کی پاک کتاب فرقان مجید سے دیئے گئے مقابلہ کر سکیں۔ چنانچہ اب عیسائیوں، پادریوں اور منادوں کو عام طور پر سختی سے حکم ہے۔ کہ وہ

احمدیوں سے مذہبی گفتگو نہ کریں مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایک تازہ وارد امریکن پادری سے میری مذہبی گفتگو ہو رہی تھی ابھی چند منٹ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ چونک کے کہنے لگا کہ آپ قادیانی تو نہیں ؟ مَیں نے جب اقرار کیا تو کہنے لگا کہ معاف کیجئے ہمیں امریکہ سے چلتے وقت جو خاص ہدایات دی گئی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ یہ قادیانی بہت بُرے ہوتے ہیں ان سے کبھی بات نہ کرنا۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلئے کھڑا کیا ہے کہ ہم حرمات اسلام کے پاسباں ہوں اور قرآن کریم کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کریں اور ہمارا دعویٰ ہے کہ کسی علم کا ماہر کسی علم کے ذریعہ قرآن کریم پر اعتراض کرے خدا کے فضل سے ہم قرآن کریم کے اندر ہی سے اس کا جواب نکال کر پیش کر دیں گے اور اس مقابلہ میں ہر علم کا پیرو شرمندہ ہوگا مگر قرآن کے خادم کو کبھی شرمندگی کا مُنہ نہیں دیکھنا پڑے گا۔

ہماری جماعت کے احباب کو خدا کے اس احسان کی قدر کرنی چاہیئے اور ان دلائل و براہین کے سمندر سے جو مسیح پاک علیہ السلام خدا کے کلام سے اخذ کر کے بہائے ہیں زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا چاہیئے تا ان کا یہ علمی رُعب قائم رہے بلکہ بڑھتا چلا جائے اور تا آخر کار دنیا ان دلائل کی تاب نہ لا کر اسلام کو اختیار کرے اور محمد مصطفےٰ صلعم کو پیشوائی کیلئے قبول کرنے پر تیار ہو جائے۔

یہ چند سطور اپنے تبلیغی تجارب پر مشتمل مکرم محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر کے اصرار پر لکھ دی ہیں۔ خدا تعالیٰ کرے کہ ان کی یہ کتاب بہتوں کے لئے برکت کا موجب ہو۔ اُمید ہے کہ جماعت کے نونہال اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اِس کوشش میں برکت دے۔ آمین

والسلام

مرزا رفیع احمد ۶/۱/۶۷

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ارشاداتِ امامؑ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمدؐ صاحب علیہ السلام
کا
مقام اور غرض بعثت

(۱) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ یہ صورت آپؐ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گزرتا تھا۔ کہ آپؐ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اس زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں۔ اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ پر ڈال دی۔ جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اور اسکی تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا۔ جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس کا نام خاتم الخلفاء ہے۔

پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے۔ کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے۔ اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ یعنی خدا تعالیٰ وہ خدا (تعالیٰ) ہے جس نے

اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کردے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اسکو عطا کرے.... اس آیت کی نسبت اُن سب متقدمین کا اتفاق ہے۔ جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔" چشمۂ معرفت صفحہ ۸۲۔۸۳

(۳) مسیح موعود علیہ السّلام سے خداتعالیٰ کے عظیم الشان وعدے

۱۔ خدا (تعالےٰ) نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں۔

۲۔ خدا (تعالیٰ) نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے۔

۳۔ خدا (تعالیٰ) نے میری دعاؤں میں سب سے بڑھ کر قبولیت رکھی ہے۔

۴۔ خدا (تعالیٰ) نے مجھے آسمان سے نشان دیئے ہیں۔

۵۔ خدا (تعالیٰ) نے مجھے زمین سے نشان دیئے ہیں۔

۶۔ خدا (تعالیٰ) نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے۔ کہ تجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنیوالا مغلوب ہوگا۔

۷۔ خدا (تعالیٰ) نے مجھے بشارت دی ہے۔ کہ تیرے پیرو ہمیشہ اپنے دلائل صدق میں غالب رہیں گے۔ اور دنیا میں اکثر وہ اور اُن کی نسل بڑی بڑی عزتیں پائیں گے تا ان پر ثابت ہو کہ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے وہ کچھ نقصان نہیں اُٹھاتا۔

۸۔ خدا (تعالیٰ) نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے۔ کہ قیامت تک۔ اور جب تک کہ دنیا کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ میں تیری برکات ظاہر کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

۹۔ خدا (تعالیٰ) نے آج سے بیس برس پہلے مجھے بشارت دی ہے۔ کہ تیرا انکار کیا جائے گا۔ اور لوگ تجھے قبول نہیں کریں گے۔ پر میں تجھے قبول کروں گا۔ اور بڑے

زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا۔

۱۰۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے وعدہ دیا ہے۔ کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی۔ اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں رُوح القدس کی برکات پھُونکوں گا وہ پاک باطن اور خدا تعالیٰ سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا۔ اور مظہر الحق والعلا ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے نازل ہوگا وَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے۔ بلکہ قریب ہے کہ خدا تعا اس سلسلہ کو دُنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا۔ اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا۔ اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی نہیں۔ یہ اس خدا تعالیٰ کی وحی ہے۔ جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۰)

مسیح موعود علیہ السلام کے وجود کی علّت غائی

مسیح موعود کے وجود کی علّت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دُور کرے گا۔ اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دیگا۔ چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا۔ کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا کیونکہ خدا تعالیٰ سے بصیرت کاملہ پا کر ثابت کر دیا کہ وہ **لعنتی موت** کہ جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کیطرف منسوب کی جاتی ہے جسپر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے۔ وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ اور کسی طرح **لعنت** کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آسکتا۔

چنانچہ فرقہ پادریان اس جدید طرز کے سوال سے جو حقیقت میں ان کے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے۔ ایسے **لاجواب** ہو گئے کہ جن جن لوگوں نے اس تحقیق کی اطلاع پائی ہے

وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے۔ بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ اس فیصلہ کرنے والی تحقیق سے نہایت درجہ ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گرے گی۔ اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا۔ (کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۲۶۳)

مسیح موعود علیہ السلام کی خاص نصیحت

مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا عیسائیت کی موت ہے

"جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کردوگے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کردوگے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی یہ چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیاء میں توحید کی ہوا چلاوے۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ **مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔**

چنانچہ اس کا الہام یہ ہے۔

کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے۔ اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔ اَنْتَ مَعِيَ وَاَنْتَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ۔ اَنْتَ مُصِيْبٌ وَمُعِيْنٌ لِلْحَقِّ۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی

اے تمام لوگو! سُن رکھو۔ کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں۔ کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اب اگر مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان۔ کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔

پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ○

پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے۔ کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اُترے اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں۔ اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں۔ وہ تمام مرینگے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مریگی۔ اور وہ بھی مریم کے

بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالیگا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر مریم کا بیٹا عیسٰی اب تک آسمان سے نہیں اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہوجائینگے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ عیسٰی کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دینگے۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھیگا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے علمِ کلام کے بارے میں چند اقتباسات

(۱) دنیا کے مذاہب پر اگر نظر کی جاوے تو معلوم ہوگا۔ کہ بجز اسلام ہر ایک مذہب اپنے اندر کوئی نہ کوئی غلطی رکھتا ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں۔ کہ درحقیقت وہ تمام مذاہب ابتدا سے جھوٹے ہیں بلکہ اس لئے کہ اسلام کے ظہور کے بعد خدا تعالیٰ نے ان مذاہب کی تائید چھوڑ دی۔ اور وہ ایسے باغ کی طرح ہو گئے۔ جس کا کوئی باغبان نہیں۔ اور جس کی آبپاشی اور صفائی کا کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے رفتہ رفتہ ان میں خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ تمام پھلدار درخت خشک ہو گئے۔ اور ان کی جگہ کانٹے اور خراب بوٹیاں پھیل گئیں اور روحانیت جو مذہب کی جڑ ہوتی ہے۔ وہ بالکل جاتی رہی اور صرف خشک الفاظ ہاتھ میں رہ گئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ ایسا نہ کیا اور چونکہ وہ چاہتا تھا کہ یہ باغ ہمیشہ سرسبز رہے اس لئے اس نے ہر ایک صدی پر

اس باغ کی نئے سرے سے آبپاشی کی۔ اور اس کو خشک ہونے سے بچایا۔ اگرچہ ہر صدی کے سر پر جب کبھی بندۂ خدا اصلاح کے لئے قائم ہوا۔ جاہل لوگ اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور ان کو سخت ناگوار گذرا۔ کہ کسی ایسی غلطی کی اصلاح ہو۔ جو ان کے رسم و عادات میں داخل ہو چکی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس آخری زمانہ میں جو ہدایت اور ضلالت کی آخری جنگ ہے۔ خدا نے چودھویں صدی اور الف آخر کے سر پر مسلمانوں کو غفلت میں پا کر پھر اپنے عہد کو یاد کیا۔ اور دینِ اسلام کی تجدید فرمائی۔ مگر دوسرے دینوں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ تجدید کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ سب مذہب مر گئے ان میں روحانیت باقی نہ رہی۔ اور ان میں بہت سی غلطیاں ان میں ایسی جم گئیں کہ جیسے بہت مستعمل کپڑا پھر جو کبھی دھویا نہ جائے میل جم جاتی ہے۔ اور ایسے انسانوں نے جنکو روحانیت سے کچھ بہرہ نہ تھا۔ اور جن کے نفس امارہ سفلی زندگی کی آلائشوں سے پاک نہ تھے۔ اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق ان مذاہب کے اندر بیجا دخل دیکر ایسی صورت انکی بگاڑ دی کہ اب وہ کچھ اور چیز ہیں۔

مثلاً عیسائیت کے مذہب کو دیکھو کہ وہ ابتدا میں کیسے پاک اصولوں پر مبنی تھا۔ اور جس تعلیم کو حضرت مسیح علیہ السلام نے پیش کیا تھا اگرچہ وہ تعلیم قرآنی تعلیم کے مقابل پر ناقص تھی کیونکہ ابھی کامل تعلیم کا وقت نہیں آیا تھا۔ اور کمزور استعدادیں اس لائق بھی نہ تھیں۔ تاہم وہ تعلیم اپنے وقت کے مناسب حال نہایت عمدہ تعلیم تھی وہ اسی خدا کی طرف رہنمائی کرتی تھی جس کیطرف توریت نے رہنمائی کی۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد مسیحیوں کا خدا ایک اور خدا ہو گیا۔ جس کا توریت کی تعلیم میں کچھ بھی ذکر نہیں اور نہ بنی اسرائیل کو اس کی کچھ خبر ہے۔ اس نئے خدا پر ایمان لانے سے تمام سلسلہ توریت کا الٹ گیا اور نہ گناہوں سے حقیقی نجات اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے جو ہدائیتیں تورات میں

تھیں وہ سب درہم برہم ہوگئیں اور تمام مدار گناہ سے پاک ہونے کا اس اقرار پر آگیا۔ کہ مسیح نے دنیا کو نجات دینے کے لئے خود صلیب قبول کی۔ اور وہ خدا ہی تھے۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ توریت کے اور کئی ابدی احکام توڑ دیئے۔ اور عیسائی مذہب میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہوئی۔ کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام خود بھی دوبارہ تشریف لے آویں تو وہ اس مذہب کی شناخت نہ کر سکیں۔ نہایت حیرت کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو تورات کی پابندی کی سخت تاکید تھی انھوں نے یک لخت توریت کے احکام کو چھوڑ دیا۔ مثلاً انجیل میں کہیں حکم نہیں کہ توریت میں تو سؤر حرام ہے اور میں تم پر حلال کرتا ہوں۔ اور توریت میں تو ختنہ کی تاکید ہے اور میں ختنہ کا حکم منسوخ کرتا ہوں۔ پھر کب جائز تھا کہ جو باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نہیں نکلیں وہ مذہب کے اندر داخل کر دی جائیں۔ لیکن چونکہ ضرور تھا۔ کہ خدا ایک عالمگیر مذہب یعنی اسلام دنیا میں قائم کرے۔ اس لئے عیسائیت کا بگڑنا اسلام کے ظہور کے لئے بطور ایک علامت کے تھا۔ یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے ہندو مذہب بھی بگڑ چکا تھا۔ اور تمام ہندوستان میں عام طور پر بُت پرستی رائج ہو چکی تھی۔ اور اسی بگاڑ کے یہ آثار باقیہ ہیں کہ وہ خدا جو اپنی صفات کے استعمال میں کسی مادہ کا محتاج نہیں اب آریہ صاحبوں کی نظر میں وہ پیدائش مخلوقات میں ضرور مادہ کا محتاج ہے اس فاسد عقیدہ سے ان کو ایک دوسرا فاسد عقیدہ بھی جو شرک سے بھرا ہوا ہے قبول کرنا پڑا یعنی یہ کہ تمام ذراتِ عالم اور تمام ارواح قدیم اور اَنادی ہیں۔ مگر افسوس کہ اگر وہ ایک نظر غائر خدا تعالیٰ کی صفات پر ڈالتے۔ تو ایسا کبھی نہ کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر خدا پیدا کرنے کی وہ شکتیں جو اُس کی ذات میں قدیم سے ہے۔ انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج ہے تو کیا وجہ کہ وہ اپنی صفت شنوائی اور بینائی وغیرہ میں انسان کی طرح کسی مادہ کا محتاج نہیں۔ انسان بغیر توسط ہوا کے کچھ سُن نہیں سکتا۔ اور بغیر توسط روشنی کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ پس کیا پرمیشر بھی ایسی کمزوری اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور وہ بھی سننے اور دیکھنے

کے لئے روشنی اور ہوا کا محتاج ہے۔

پس اگر وہ ہوا اور روشنی کا محتاج نہیں تو یقیناً سمجھو کہ وہ صفت پیدا کرنے میں بھی کسی مادہ کا محتاج نہیں یہ منطق سراسر جھوٹ ہے کہ خدا اپنی صفات کے اظہار میں کسی مادہ کا محتاج ہے۔ انسانی صفات کا خدا پر قیاس کرنا کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی۔ اور انسانی کمزوریوں کو خدا پر جمانا بڑی غلطی ہے۔ انسان کی ہستی محدود۔ اور خدا کی ہستی غیر محدود ہے۔ پس وہ اپنی ہستی کی قوت سے ایک اور ہستی پیدا کر لیتا ہے۔ یہی تو خدائی ہے اور اپنی کسی صفت میں مادہ کی محتاج نہیں۔ ورنہ وہ خدا نہ ہوا کیا اس کے کاموں میں کوئی روک آسکتی ہے۔ اور اگر مثلاً چاہے کہ ایک دم میں زمین و آسمان کو پیدا کر دے تو کیا وہ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہندوؤں میں جو لوگ علم کے ساتھ روحانیت کا بھی حصہ رکھتے تھے اور نری خشک منطق میں گرفتار نہ تھے کبھی ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوا جو آجکل پرمیشر کی نسبت آریہ صاحبان نے پیش کیا ہے۔ یہ سراسر عدم روحانیت کا نتیجہ ہے۔

غرض یہ تمام بگاڑ جو ان مذاہب میں پیدا ہو گئے جن میں بعض ذکر کے بھی قابل نہیں اور جو انسانی پاکیزگی کے بھی مخالف ہیں۔ یہ تمام علامتیں ضرورت اسلام کے لئے تھیں۔ ایک عقلمند کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ اسلام سے کچھ دن پہلے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے۔ اور روحانیت کو کھو چکے تھے۔

پس ہمارے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا۔ اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱-۴)

گناہ سے بچنے اور نجات کے بارے میں آپ کا بے مثال علم کلام

اگر یہ سوال پیش ہے۔ کہ اگر خونِ مسیح گناہوں سے پاک نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ وہ واقعی طور پر پاک نہیں کرسکا۔ تو پھر گناہوں سے پاک ہونے کا کوئی علاج بھی ہے۔ یا نہیں؟ کیونکہ گندی زندگی درحقیقت مرنے سے بدتر ہے۔ تو مَیں اس سوال کے جواب میں نہ صرف پُرزور دعوے سے بلکہ اپنے ذاتی تجربہ سے اور اپنی حقیقت ان آزمائشوں سے دیتا ہوں۔ کہ درحقیقت گناہوں سے پاک ہونے کے لئے اس وقت سے جو انسان پیدا ہُوا آجتک جو آخری دن ہے۔ صرف ایک ہی ذریعہ گناہ اور نافرمانی سے بچنے کا ثابت ہُوا ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان یقینی دلائل اور چمکتے ہوئے نشانوں کے ذریعہ سے اس معرفت تک پہنچ جائے کہ جو درحقیقت خدا کو دکھا دیتی ہے اور کھل جاتا ہے۔ کہ خدا کا غضب ایک کھا جانے والی آگ ہے۔ اور پھر تجلی حُسنِ الٰہی ہو کر ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر یک کامل لذت خدا ہی میں ہے۔ یعنی جمالی اور جلالی طور پر تمام پردے اُٹھائے جاتے ہیں یہی ایک طریق ہے جس سے جذبات نفسانی رُکتے ہیں۔ اور جس سے چار و ناچار ایک تبدیلی انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔

اس جواب کے وقت کتنے لوگ بول اُٹھیں گے۔ کہ کیا ہم خدا پر ایمان نہیں رکھتے؟ کیا ہم خدا سے نہیں ڈرتے۔ اور اس سے محبت نہیں رکھتے۔ اور کیا تمام دنیا بجز تھوڑے افراد کے خدا کو نہیں مانتی۔ اور پھر وہ طرح طرح کے گناہ بھی کرتے ہیں۔ اور انواع و اقسام کے فسق و فجور میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایمان اور چیز ہے۔ اور عرفان اور چیز ہے۔ اور ہماری تقریر کا یہ مدعا نہیں ہے۔ کہ مومن گناہ سے بچتا ہے۔ بلکہ یہ مدعا ہے۔ کہ عارف کامل گناہ سے بچتا ہے۔ یعنی وہ کہ جس نے خوف الٰہی کا مزہ بھی چکھا۔ اور محبت الٰہی کا بھی۔ شائد

کوئی کہے کہ شیطان کو معرفت کامل حاصل ہے پھر وہ کیوں نافرمان ہے اس کا یہی جواب ہے کہ اس کو وہ معرفت کامل ہرگز حاصل نہیں ہے۔ جو سعیدوں کو بخشی جاتی ہے۔ انسان کی یہ فطرت ہیں ہے کہ کامل درجہ کے علم سے ضرور وہ متاثر ہوتا ہے اور جب ہلاکت کی راہ اپنا ہیبت ناک مُنہ دکھا دے۔ تو اس کے سامنے نہیں آتا۔ مگر ایمان کی حقیقت صرف یہ ہے کہ حُسن ظن سے مان لے لیکن عرفان کی حقیقت یہ ہے کہ اس مانی ہوئی بات کو دیکھ بھی لے۔

پس عرفان اور عصیان دونوں کا ایک ہی دل میں جمع ہونا محال ہے جیسا کہ دن اور رات کا ایک ہی وقت میں جمع ہونا محال ہے۔ ہمارا روزمرہ کا تجربہ ہے (۱) کہ ایک چیز کا مفید ہونا جب ثابت ہو جائے۔ تو فی الفور اس کی طرف ایک رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب مضر ہونا ثابت ہو جائے۔ تو فی الفور دل اس سے ڈرنے لگتا ہے۔ مثلاً جس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ چیز جو میرے ہاتھ میں ہے یہ سم الفار ہے۔ وہ اس کو طباشیر یا کوئی اور مفید دوا سمجھ کر ایک ہی دفعہ میں تولہ یا دو تولے تک بھی کھا سکتا ہے۔ لیکن جس کو اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ یہ تو زہر قاتل ہے وہ بقدر ایک ماشہ بھی اس کو استعمال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے کھانے کے ساتھ ہی دُنیا سے رخصت ہو جائیگا اسی طرح جب انسان کو واقعی طور پر علم ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ خدا موجود ہے اور در حقیقت تمام قسم کے گناہ اس کی نظر میں قابلِ سزا ہیں جیسے

(۱) چوری (۲) خونریزی (۳) بدکاری (۴) ظلم (۵) خیانت (۶) شرک (۷) جھوٹ (۸) جھوٹی گواہی دینا (۹) تکبر (۱۰) ریاکاری (۱۱) حرام خوری (۱۲) دغا (۱۳) دشنام دہی (۱۴) دھوکا دینا (۱۵) بدعہدی (۱۶) غفلت اور بدمستی میں زندگی گذارنا (۱۷) خدا کا شکر نہ کرنا (۱۸) خدا سے نہ ڈرنا (۱۹) اس کے بندوں کی ہمدردی نہ کرنا (۲۰) خدا کو پُر خوف دل کے ساتھ یاد نہ کرنا (۲۱) عیاشی اور دنیا کی لذات میں بکلی محو ہو جانا (۲۲) منعم حقیقی کو فراموش کر دینا (۲۳) دُعا اور عاجزی سے کچھ غرض اور واسطہ نہ رکھنا (۲۴) فروتنی

چیزوں میں کھوٹ ملانا۔ (۲۵) کم وزن کرنا (۲۶) نرخ بازار سے کم بیچنا۔ (۲۷) ماں باپ کی خدمت نہ کرنا (۲۸) بیویوں سے نیک معاشرت نہ رکھنا۔ (۲۹) خاوند کی پوری طرح اطاعت نہ کرنا۔ ۳۰) نامحرم مردوں یا عورتوں کو نظر بد سے دیکھنا (۳۱) یتیموں ضعیفوں۔ کمزوروں۔ درماندوں کی کچھ پرواہ نہ رکھنا (۳۲) ہمسایہ کے حقوق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھنا۔ اور اس کو دکھ دینا (۳۳) اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے دوسرے کی توہین کرنا (۳۴) کسی کو دل آزار لفظوں کے ساتھ ٹھٹھا کرنا (۳۵) یا توہین کے طور پر کوئی بدنی نقص اس کا بیان کرنا (۳۶) یا کوئی بُرا لقب اس کا رکھنا (۳۷) یا کوئی بے جا تہمت اس پر لگانا (۳۸) یا خدا پر افترا کرنا۔ اور نعوذ باللہ کوئی جھوٹا دعویٰ نبوت یا رسالت یا منجانب اللہ ہونے کا کر دینا (۳۹) یا خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر ہو جانا (۴۰) یا ایک عادل بادشاہ سے بغاوت کرنا (۴۱) شرارت سے ملک میں فساد برپا کرنا۔ تو یہ تمام گناہ اس علم کے بعد کہ ہر ایک کے ارتکاب سے سزا کا ہونا ایک ضروری امر ہے۔ خود بخود ترک ہو جاتے ہیں۔

شائد پھر کوئی دھوکا کھا کر یہ سوال پیش کرے۔ کہ ہم باوجود اس کے کہ جانتے بھی ہیں کہ خدا موجود ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ گناہوں کی سزا ہوگی۔ پھر بھی ہم سے گناہ سرزد ہوتا ہے اس لئے ہم کسی اور ذریعہ کے محتاج ہیں تو ہم اس کا وہی جواب دیں گے جو پہلے دے چکے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں کہ تم اس بات کی پوری بصیرت حاصل کر کے کہ گناہ کرنے کے ساتھ ہی ایک بجلی کی طرح تم پر سزا کی آگ برسے گی پھر بھی تم گناہ پر دلیر ہو سکو گے۔ یہ ایسی فلاسفی ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ جہاں جہاں سزا پانے کا پورا یقین تمہیں حاصل ہے وہاں تم ہرگز اس یقین کے برخلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ بھلا بتلاؤ (۱) کیا تم آگ میں اپنا ہاتھ ڈال سکتے ہو (کیا تم پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اپنے تئیں گرا سکتے ہو؟ (۳) کیا تم کنوئیں میں گر سکتے ہو (۴) کیا تم چلتی ہوئی ریل کے آگے لیٹ سکتے ہو۔ (۵) کیا تم شیر کے منہ میں اپنا ہاتھ دے سکتے ہو (۶) کیا تم دیوانہ کتے کے آگے اپنا پیر کر سکتے ہو (۷) کیا تم ایسی جگہ ٹھہر سکتے ہو

جہاں بڑی خوفناک صورت سے بجلی گر رہی ہے (۸) کیا تم ایسے گھر سے جلد باہر نہیں نکلتے جہاں شہتیر ٹوٹنے لگا ہے (۹) یا زلزلہ سے زمین نیچے کو دھنسنے لگی ہے۔ بھلا تم میں سے کون ہے (۱۰) جو ایک زہریلے سانپ کو اپنے پلنگ پر دیکھے اور جلد کود کر نیچے نہ آجائے۔ بھلا ایک ایسے شخص کا نام تو لو کہ جب (۱۱) اس کے کوٹھے کو جس کے اندر وہ سوتا تھا۔ آگ لگ جائے تو وہ سب کچھ چھوڑ کر باہر کو نہ بھاگے تو اب بتلاؤ کہ ایسا تم کیوں کرتے ہو۔ اور کیوں ان تمام موذی چیزوں سے علیحدہ ہو جاتے ہو۔ مگر وہ گناہ کی باتیں جو ابھی میں نے لکھی ہیں ان سے تم علیحدہ نہیں ہوتے۔ اس کا کیا سبب ہے۔ پس یاد رکھو کہ وہ جواب جو ایک عقلمند پوری سوچ اور عقل کے بعد دے سکتا ہے وہ یہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں علم کا فرق ہے۔ یعنی خدا کے گناہوں میں اکثر انسانوں کا علم ناقص ہے وہ گناہوں کو بُرا تو جانتے ہیں مگر شہتیر اور سانپ کی طرح نہیں سمجھتے۔ اور پوشیدہ طور پر ان کے دلوں میں یہ خیالات ہیں کہ یہ سزائیں یقینی نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کے وجود میں بھی ان کو شک ہے کہ وہ ہے یا کچھ نہیں۔ اور اگر ہے تو پھر کیا خبر کہ رُوح کو بعد مرنے کے بقا ہے یا نہیں۔ اور اگر بقا بھی ہے۔ تو پھر کیا معلوم کہ ان جرائم کی کچھ سزا بھی ہے یا نہیں۔ بلا شبہ بہتوں کے دلوں کے اندر یہی خیال چُھپا ہوا موجود ہے جس پر انھیں اطلاع نہیں لیکن وہ خوف کے تمام مقامات جن سے وہ پرہیز کرتے ہیں جنکی چند نظیریں میں لکھ چکا ہوں اُنکی نسبت سب کو یقین ہے کہ ان چیزوں کے نزدیک جا کر ہم ہلاک ہو جائیں گے اس لئے ان کے نزدیک نہیں جاتے۔ بلکہ ایسی مہلک چیزیں اگر اتفاقاً سامنے بھی آجائیں تو چیخیں مار کر ان سے دُور بھاگتے ہیں۔ سو اصل حقیقت یہی ہے کہ ان چیزوں کے دیکھنے کے وقت انسان کو علم یقینی ہے کہ ان کا استعمال موجبِ ہلاکت ہے۔ مگر مذہبی احکام میں علم یقینی نہیں ہے بلکہ محض ظنی ہے۔ اور اِس جگہ رویت ہے اور اُس جگہ محض کہانی ہے۔ سو مجرد کہانیوں سے گناہ ہرگز دُور نہیں ہو سکتے۔

میں اس لئے تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک مسیح نہیں ہزار مسیح بھی مصلوب ہو جائیں
تو وہ تمہیں حقیقی نجات ہرگز نہیں دے سکتے۔ کیونکہ گناہ سے یا کامل خوف چھڑاتا ہے یا
کامل محبت۔ اور مسیح کا صلیب پر مرنا اوّل خود جھوٹ۔ اور پھر اس کو گناہ کا جوش بند کرنے
سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ سوچ لو کہ یہ کیا دعویٰ تاریکی میں پڑا ہوا ہے۔ جس پر نہ تجربہ شہادت
دے سکتا ہے اور نہ مسیح کی خودکشی کی حرکت کو دوسروں کے گناہ بخشے جانے سے
کوئی تعلق پایا جاتا ہے۔

حقیقی نجات کی فلاسفی یہ ہے } کہ اسی دنیا میں انسان گناہ کے دوزخ
سے نجات پا جائے۔ مگر تم سوچ لو کہ کیا تم ایسی کہانیوں سے گناہ کے دوزخ سے نجات
پا گئے یا کبھی کسی نے ان بیہودہ قصوں سے جن میں کچھ بھی سچائی نہیں اور جن کو حقیقی نجات
کے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہیں **نجات** پائی ہے؟ مشرق و مغرب میں تلاش کرو۔ کبھی
تمہیں ایسے لوگ نہیں ملینگے۔ جو ان قصوں سے اس حقیقی پاکیزگی تک پہنچ گئے ہوں جس سے
خدا تعالےٰ نظر آجاتا ہے اور جس سے نہ صرف گناہ سے بیزاری ہوتی ہے بلکہ بہشت
کی صورت پر سچائی کی لذتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کی رُوح پانی کی طرح بہ کر
خدا تعالےٰ کے آستانہ پر گر جاتی ہے اور آسمان سے ایک روشنی اُترتی اور تمام نفسانی
ظلمت کو دُور کر دیتی ہے۔ اور اسی طرح جبکہ تم روز روشن میں چاروں طرف کھڑکیاں
کھول دو تو یہ طبعی قانون تمہیں نظر آجائے گا کہ فی الفور سورج کی روشنی تمہارے اندر
آجائیگی۔ لیکن اگر تم اپنی کھڑکیاں بند رکھو گے تو محض کسی قصہ یا کہانی سے وہ روشنی تمہارے
اندر نہیں آئیگی۔ تمہیں روشنی لینے کے لئے یہ ضرور کرنا پڑے گا کہ اپنے مقام سے اُٹھو
اور کھڑکیاں کھول دو۔ تب خود بخود روشنی تمہارے اندر آجائیگی۔ اور تمہارے گھر کو روشن
کر دیگی۔ کیا کوئی صرف پانی کے خیال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے؟ نہیں بلکہ اس کو
چاہیئے کہ اُفتاں و خیزاں پانی کے چشمے پر پہنچے اور اُس زلال پر اپنی لبیں رکھ دے تب

اُس آبِ شیریں سے سیراب ہو جائے گا۔ سو وہ پانی جس سے سیراب ہو جاؤ گے۔ اور گناہ کی سوزش اور جلن جاتی رہیگی وہ یقین ہے۔ آسمان کے نیچے گناہ سے پاک ہونے کے لئے بجز اُسکے کوئی بھی حیلہ نہیں۔ کوئی صلیب نہیں جو تمہیں گناہ سے چھڑا سکے۔ کوئی خون نہیں جو تمہیں نفسانی جذبات سے روک سکے۔ ان باتوں کو حقیقی نجات سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں۔ حقیقتوں کو سمجھو۔ سچائیوں پر غور کرو۔ اور جس طرح دنیا کی چیزوں کو آزماتے ہو۔ اِس کو بھی آزماؤ۔ تب جلد سمجھ آجائے گی۔ کہ بغیر سچے یقین کے کوئی روشنی نہیں جو تمہیں نفسانی ظلمت سے چھڑا سکے۔ اور بغیر کامل بصیرت کے مصفّا پانی کے تمہاری اندرونی غلاظتوں کو کوئی دھو نہیں سکتا۔ اور بغیر رویت حق کی زلال کے تمہاری جلن اور سوزش کبھی دُور نہیں ہو سکتی۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو اور اور تدبیریں بتلاتا ہے۔ اور جاہل ہے وہ انسان جو اور قسم کا علاج کرنا چاہتا ہے۔ وہ لوگ تمہیں روشنی نہیں دے سکتے بلکہ اور بھی ظلمت کے گڑھے میں ڈالتے ہیں۔ اور تمہیں آبِ شیریں نہیں دیتے بلکہ اور بھی جلن اور سوزش زیادہ کرتے ہیں۔ کوئی خون تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا مگر وہ خون جو یقین کی غذا سے خود تمہارے اندر پیدا ہو۔ اور کوئی صلیب تمہیں چھڑا نہیں سکتی مگر رہِ راست کی صلیب یعنی سچائی پر صبر کرنا۔ سو تم آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ تم روشنی سے ہی دیکھ سکتے ہو نہ کسی اور چیز سے۔ اور صرف سیدھی راہ سے منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہو نہ کسی اور راہ سے۔ دُنیا کی چیزیں تم سے نزدیک ہیں۔ اور دین کی چیزیں دُور۔ پس جو نزدیک ہیں انہی پر غور کرو۔ اور ان کا قانون سمجھ لو۔ اور پھر دُور کو اس پر قیاس کر لو۔ کیونکہ وہی ایک ہے۔ جس نے یہ دونوں قانون بنائے ہیں۔ ......

یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ تم بغیر روشنی حاصل کرنے کے محض اندھے رہ کر پھر کسی کے خون سے نجات پا جاؤ۔ نجات کوئی ایسی شئے نہیں ہے جو اس دنیا کے بعد ملیگی۔ سچی اور حقیقی نجات اسی دُنیا میں ملتی ہے وہ ایک روشنی ہے جو دلوں پر اُترتی ہے اور دکھا دیتی ہے

کہ کون ہلاکت کے گڑھے میں ہیں۔ حق اور حکمت کی راہ پر چلو کہ اس سے خدا کو پاؤ گے اور اپنے دلوں میں گرمی پیدا کرو تا سچائی کی طرف حرکت کر سکو۔ بدنصیب ہے وہ دل جو ٹھنڈا پڑا ہے اور بدبخت ہے وہ طبیعت جو افسردہ ہے اور مردہ ہے۔ وہ کانشنس جس میں چمک نہیں پس تم اُس ڈول سے کم نہ رہو جو کنوئیں میں خالی گرتا اور بھر کر نکلتا ہے۔ اور اُس چھاننی کی صفت مت اختیار کرو جس میں کچھ بھی پانی نہیں ٹھہر سکتا اور ایک راہ سے آتا اور دوسری راہ سے چلا جاتا ہے۔ کوشش کرو کہ تندرست ہو جاؤ اور وہ دنیا طلبی کے تپ کی زہریلی گرمی دُور ہو جائے جسکی وجہ سے نہ آنکھوں میں روشنی ہے نہ کان اچھی طرح سُن سکتے ہیں نہ زبان کا مزہ درست ہے اور نہ ہاتھوں میں زور ہے اور نہ پیروں میں طاقت۔ ایک تعلق کو قطع کرو تا دوسرا تعلق پیدا ہو۔ ایک طرف سے دل کو روکو تا دوسری طرف دل کو راہ مل جائے۔ زمین کا گندہ کپڑا پھینک دو تا آسمان کا چمکیلا ہیرا انہیں عطا ہو اور اپنے مبداء کی طرف رجوع کرو۔ وہی مبداء جبکہ آدم اس خدائی رُوح سے زندہ کیا گیا تھا۔ تا تمہیں تمام چیزوں پر بادشاہت ملے جیسا کہ تمہارے باپ کو ملی۔

(ریویو آف ریلیجنز۔ اردو جلد اوّل صفحہ ۲۳-۲۹)

مختصر

واقعات

حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ

قریباً ۱۲۵۸ھ ہجری مطابق ۱۸۴۱ء بھیرہ ضلع شاہپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام حافظ غلام رسول صاحب ہے۔ بھیرہ ہی میں آپ نے عربی فارسی اور اردو تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۵۸ء میں نارمل سکول راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ اور سند حاصل۔ پنڈدادن خان کے سکول میں چار برس تک بطور ہیڈ ماسٹر کام کیا۔ اور چار برس بعد وہاں سے نوکری چھوڑ کر واپس بھیرہ تشریف لائے اور عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی نیت سے رامپور اور لکھنؤ وغیرہ کے سفر پر چل کھڑے ہوئے لکھنؤ میں حکیم علی حسن صاحب سے دو برس رہکر طبی تعلیم کی تکمیل کی۔ پھر ہندوستان کے مختلف علمی درسگاہوں سے استفادہ کرتے ہوئے بالآخر مکہ معظمہ میں ڈیڑھ برس تک رہنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک عرصہ تک قیام کرنیکے بعد پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے علم وعرفان کی دولت اور زیارت حرمین شریفین اور حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر واپس وطن تشریف لے آئے۔ قریباً ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۸۹۱ء تک آپ مہاراجہ جموں اور کشمیر کے شاہی طبیب رہے۔ ۱۸۸۴ء سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تعلق ارادت قائم ہوا۔ جو روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ اور ۲۲ر مارچ ۱۸۸۹ء کو سب سے پہلے گروپ میں آپ نے لدھیانہ میں شرف بیعت حاصل کیا۔ اس کے بعد تو فدائیت کا یہ عالم رہا۔ کہ تمام بیعت کنندگان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کے وصال پر سب جماعت نے آپ کو بالاتفاق

حضور علیہ السلام کا خلیفہ منتخب کیا۔ اور نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ اپنا
چھ سالہ دورِ خلافت پورا کرکے ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو اپنے مولا حقیقی کے بلاوے
پر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

دعویٰ نبوت حضرت اقدسؑ کے بارے میں لطیف جواب

ابھی آپ کی خدمت میں کتاب فتح اسلام نہیں پہنچی تھی۔ کہ کسی مخالف کے
پاس کسی نہ کسی طرح پہنچ گئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو! اب حکیم
نور الدین کو (حضرت) مرزا صاحب سے علیحدہ کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ آپ کے
پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ مولوی صاحب! کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
کوئی نبی ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! اس نے کہا۔ کہ اگر کوئی نبوت کا دعویٰ
کرے تو پھر! آپ نے فرمایا۔ تو پھر ہم دیکھیں گے۔ کہ وہ صادق اور راستباز ہے
یا نہیں! اگر صادق ہے تو بہر حال اسکی بات کو قبول کرینگے۔ آپ کا جواب سُن کر
وہ بولا۔ واہ مولوی صاحب آپ قابو ہی نہ آئے۔ (حیات نور ص۱۵۹)

حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل دربارہ مباحثات

مولوی محمد حسین بٹالوی کی خواہش مباحثہ؟

حضرت اقدسؑ سے مولوی محمد حسین بٹالوی نے مباحثہ کی طرح ڈالنا چاہی۔ حضرت
اقدس اسے پسند نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ مباحثات میں ایک طرح کی ضد پیدا ہو جاتی
ہے جسکی وجہ سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو خوفِ خدا کو مدِ نظر رکھ کر قبولِ حق کے
لئے تیار ہوں۔ اس لئے جب مولوی صاحب نے حضور کی خدمت میں بمقام لدھیانہ
مباحثہ کے لئے چٹھی لکھی۔ تو آپ نے انھیں لکھا کہ مباحثہ تحریری ہو۔ اور اس میں مخصوص
علماء کے علاوہ ہر مذاق اور طبیعت کے افراد ہوں۔ اور اگر مباحثہ کے بعد مباہلہ بھی ہو

جائے۔ تو بہتر رہے گا۔ نیز لکھا۔ کہ آج کل میری طبیعت چونکہ علیل رہتی ہے۔ اس لئے تاریخ آپ مقرر کریں۔ اس سے مجھے بھی اور اخویم مولوی نورالدین صاحب کو بھی اطلاع دیں تا اگر خدانخواستہ میری طبیعت زیادہ علیل ہو جائے تو مولوی صاحب موصوف حسب منشاء اس عاجز کے مناسب کاروائی کر سکیں لیکن افسوس ہے کہ ان ایام میں پھر یہ مجوزہ جلسہ نہیں ہو سکا۔ (حیات نور صـ ۱۶۱)

حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی صحت پر قسم

میاں خدابخش صاحب اور میاں غلام رسول صاحب پٹواری نے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح کی خدمت میں لکھا۔ کہ "چونکہ آپ کے تقویٰ و طہارت پر ہم کو پورا یقین ہے اس لئے آپ حلفیہ اپنی دستخطی یہ تحریر کر کے بھیج دیں۔ کہ مرزا صاحب موصوف وہی مہدی و مسیح موعود ہیں جنکی بابت ہمارے نبی آخرالزمان جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے۔ اور بے شمار احادیث میں جن کا ذکر ہے۔ تو ہم محض اسی بنا پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو جاوینگے۔ صرف آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ ورنہ قیامت کے دن آپ ذمہ وار ہونگے۔ کہ سچائی آپ نے ظاہر نہ کی؟ آپ نے جواب میں لکھا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ چند حروف لکھتا ہوں۔ کہ

مرزا غلام احمدؐ پسر مرزا غلام مرتضیٰ ساکن قادیان ضلع گورداسپور اپنے دعویٰ مسیح و مہدی و مجددیت میں میرے نزدیک سچا تھا۔ اس کے دعاوی کی تکذیب میں کوئی آیت قرآنیہ اور کوئی صحیح حدیث کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ (حیات نور صـ ۱۲۵)

دوسرا واقعہ

سردار محمد عجب خان صاحب سے کسی شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق

ملاقات کی۔ اور عرض کی۔ اگر حضور مسیح و مہدی کا دعویٰ نہ فرمائیں۔ اور امام۔ مجدد و مصلح اور ریفارمر کی پوزیشن اختیار کرلیں۔ تو ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ مولوی صاحب! اگر میں کسی منصوبہ سے کام کرتا۔ تو بیشک ایسا کرتا۔ مگر میں تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے والا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے مستفسر حکیم صاحب کو مخاطب کرکے لکھا۔ کہ حکیم صاحب! میں نے حضرت سید محمد صاحب مجتہد العصر لکھنو۔ مولوی محمد مفتی صاحب اور سید حامد حسین صاحب کو دیکھا ہے۔ بڑے لائق لوگ تھے۔ مگر عامل بالقرآن مخلصین کی جماعت تیار نہ کرسکے آپ بھی ماشاء اللہ عالم فاضل ہیں۔ اور طبیب بھی ہیں۔ اسلام کا درد بھی آپ کے دل میں ہے۔ مگر فرمائیے کس قدر جمعیت آپ کے ماتحت کام کرتی ہے؟

اِدھر ہمیں دیکھو! ہمارے ماتحت اللہ تعالےٰ کے فضل سے شیعہ۔ خوارج۔ نیچری وہابی۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ پیر پرست۔ گدی نشین۔ علماء اور عوام سبھی قسم کے لوگ کام کرتے ہیں۔ ہم ہرگز اخفا اور چرب زبانی سے کام نہیں لیتے۔ خان صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کو تشیع میں غلو تھا۔ حضرت صاحب سے ملے۔ تو آپ نے فرمایا۔ "میاں تبرا اور تعزیہ پرستی دوام تشیع کے ہمیں ناپسند ہیں۔ باقی جو چاہو کرو۔"

اس پر وہ درہم برہم ہوئے۔ مگر آخر جماعت میں داخل ہو گئے۔ ہندوؤں مسیحیوں کو میں گن نہیں سکتا ہوں۔ کہ کس قدر ہماری جماعت میں آئے۔ اس کے بعد آپ نے انھیں لکھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے سنیوں۔ شیعوں۔ اور خوارج کی کتابیں نہیں پڑھیں کیا ان میں کوئی ایسا ریفارمر گذرا ہے جس نے پابند صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ جماعت تیار کی ہو۔ ہماری جماعت کو دیکھئے۔ چار لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور اب بلاد یورپ۔ امریکہ چین جاپان۔ اور آسٹریلیا میں بھی پہنچ چکی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی اللہ تعالےٰ ہمیں کس قدر کامیابیوں سے نوازتا ہے۔ کیا یہ حضرت مرزا صاحب کا کمال نہیں؟ کوئی ہے جو تائید ایزدی میں آپکے ساتھ مقابلہ کرسکے؟ (حیات نور صفحہ ۲۰۸)

مذہبی معاملات میں آپ کی دلیری

"ایک مرتبہ مہاراجہ کشمیر نے مجھ سے کہا۔ کہ کیوں مولوی جی! تم ہم کو کہتے ہو۔ کہ تم سؤر کھاتے ہو۔ اس لئے بے جا حملہ کر بیٹھتے ہو۔ بھلا یہ تو بتلاؤ۔ کہ انگریز بھی تو سؤر کھاتے ہیں وہ کیوں اس طرح ناعاقبت اندیشی سے حملہ نہیں کرتے۔ مینے کہا۔ کہ وہ ساتھ ہی گائے کا گوشت بھی کھاتے رہتے ہیں۔ اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ سُنکر خاموش ہی ہو گئے اور پھر دو برس تک مجھ سے کوئی مذہبی مباحثہ نہیں کیا (حیات نور ص۱۷۵)

آپ کی حاضر جوابی

آپ حاضر جواب بھی غضب کے تھے۔ یہاں صرف ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ فرمایا کرتے۔ وہاں (کشمیر) میں ایک بڈھے آدمی تھے۔ انھوں نے بہت سے علوم وفنون کی حدود یعنی تعریفیں یاد کر رکھی تھیں۔ بڑے بڑے عالموں سے کسی علم کی تعریف دریافت کرتے۔ وہ جو کچھ بیان کرتے۔ یہ اس میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیتے۔ کیونکہ الفاظ تعریفوں کے یاد تھے۔ اس طرح ہر شخص پر اپنا رُعب بٹھانے کی کوشش کرتے

ایک دن سر دربار مجھ سے دریافت کیا۔ کہ مولوی صاحب! حکمت کس کو کہتے ہیں؟ مینے کہا۔ کہ شرک سے لے کر عام بد اخلاقی تک سے بچنے کا نام حکمت ہے۔ وہ حیرت سے دریافت کرنے لگے۔ کہ یہ تعریف حکمت کی کس نے لکھی ہے۔ مینے دہلی کے ایک حکیم سے جو حافظ بھی تھے اور میرے پاس بیٹھے تھے۔ کہا کہ حکیم صاحب! ان کو سورہ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع کا ترجمہ سُنا دو۔ جس میں آتا ہے ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ۔ پھر تو وہ بہت ہی حیرت زدہ ہوئے۔ (حیاتِ نور ص۱۷۵-۱۷۶)

تناسخ پر ایک خاموش مباحثہ

آپ کی آمد کی خبر سُنکر کچھ آریہ آپ سے ملنے کے لئے آئے۔ جن میں سے

ایک پلیڈر تھا۔ جس نے دعویٰ کیا تھا۔ کہ مولوی صاحب کو مَیں چند منٹ میں تناسخ کے مسئلہ پر گفتگو کر کے ہرا دُوں گا۔ جب وہ لوگ بیٹھ گئے۔ تو ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ مولوی صاحب! یہ پلیڈر صاحب آپ سے تناسخ کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی جیب سے دو روپے نکالے۔ اور پلیڈر کے سامنے رکھ دیئے اور کہا۔ کہ جناب! پہلے ان دونو روپوں میں سے ایک روپیہ اُٹھا لیں۔ بعد ازاں میں آپ سے بات کروں گا۔ پلیڈر صاحب جو بحث کرنے آئے تھے یہ دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ اور ان روپوں کو دیکھنا شروع کیا۔ اسی حالت خاموشی میں آدھ گھنٹہ کے قریب گذر گیا۔ حاضرین نے کہا۔ کہ آپ دونوں صاحب تو خاموشی کی زبان میں مباحثہ کر رہے ہیں ہم پاس یونہی بیٹھے ہیں۔ اگر کچھ بولیں تو ہمیں بھی فائدہ ہو۔ پلیڈر نے کہا کہ مَیں تو مشکل میں پھنس گیا۔ اگر ان روپوں میں سے ایک اُٹھاؤں تو یہ سوال کریں گے۔ کہ تم نے دونوں میں سے ایک کیوں اُٹھایا۔ دوسرے کو کیوں نہ اٹھایا؟ یا ایک دوسرے پر بلاوجہ ترجیح کیوں دی۔ اس اعتراض کے بعد تناسخ کی تائید میں میرا یہ اعتراض باطل ہو جائے گا۔ کہ خدا نے ایک امیر اور ایک کو غریب کیوں بنایا۔ یہ مجھ سے پوچھیں گے۔ کہ تم ایک روپیہ کو اُٹھا سکتے ہو اور دوسرے کو چھوڑ سکتے ہو تو پھر خدا کیوں ایک کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر پلیڈر نے رخصت چاہی اور کہا کہ وہ پھر کسی وقت آئیں گے مگر یہ وعدہ نہ پورا ہونا تھا۔ نہ ہُوا۔ (حیات نور صفحہ ۲۷۸-۲۷۹)

سچے اور عالمگیر مذہب پر دلچسپ گفتگو

ایک سکھ نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ گورو گرنتھ صاحب ایک ایسی کتاب ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں صرف توحید اور اخلاقی باتوں کا ذکر ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ اس مذہب میں داخل ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک ہم تو ہر ایک راستی کو قبول کرنے کے لئے

تیار ہیں۔ آپ اپنی ماں یا بہن سے شادی کریں۔ اس شادی کے جلسہ میں ہم بھی شامل ہو کر اسی جگہ پوہل لے لینگے (یعنی سکھ بن جائینگے) وہ حیران ہوا کہ یہ جواب ہے۔ اس پر آپ نے اسے سمجھایا۔ کہ سچا اور عالمگیر مذہب وہ ہو سکتا ہے۔ جو صرف اخلاق ہی کو بیان نہ کرے بلکہ تمام قواعد شریعت متعلق عقائد۔ اخلاق اور تمدن بھی بیان کرے۔ جب گورو گرنتھ صاحب آپ۔ کے نزدیک کامل کتاب ہے۔ اور اس میں یہ نہیں لکھا۔ کہ ماں بہن کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔ تو اسکی رُو سے تو جائز ہُوا۔

سردار صاحب نے کہا کہ یہ بات اور مذہب والوں سے لے لینگے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ پھر ایسے مذہب کو قبول کرنا نامناسب ہے۔ جو دوسرے مذہب کا محتاج ہو۔ (حیات نور صفحہ ۲۹۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا مذہب دربارۂ مسئلہ کفر و اسلام و نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک شخص نے بعض سوالات لکھ کر بھیجے جن کا خلاصہ یہ ہے:۔ کہ

(۱) کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنکر برابر ہیں؟

(۲) لا نبی بعدی کے کیا معنی ہیں؟

(۳) اگر نبی آسکتا ہے تو ابو بکرؓ وغیرہ نبی کیوں نہ بنے؟

ان سوالات کے جوابات میں جو چٹھی حضرت مولوی صاحب نے لکھی۔ اس کا عکس اخبار الفضل پرچہ ۱۳ مئی ۱۹۱۴ء کے صفحات ۳ تا ۶ پر درج ہے

خلاصہ جوابات حضور کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:۔ کہ

(۱) "میاں صاحب! رسولوں میں تفاضل تو ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ! ابتدا پارہ تیسرا جب رسل میں مساوات نہ رہی۔ تو انکے انکار کی مساوات بھی آپکے طرز پر نہ ہوگی۔ تو آپ ایسا خیال فرمائیں موسیٰ علیہ السلام کے مسیح کا منکر جس فتویٰ کا مستحق ہے۔ اس سے بڑھ کر خاتم الانبیاء کے مسیح کا منکر ہے۔ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔

میاں صاحب! اللہ تعالیٰ مومنوں کیطرف ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ان کا قول ہوتا ہے کا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ اور آپ نے بلاوجہ یہ تفرقہ نکالا۔ کہ صاحب شریعت کا منکر کافر ہوسکتا ہے اور غیر شرع کا کافر نہیں۔ مجھے اس تفرقہ کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔

جن دلائل و وجوہ سے ہم لوگ قرآن کریم کو مانتے ہیں۔ انھیں دلائل و وجوہ سے ہمیں مسیح موعودؑ کو ماننا پڑتا ہے۔ اگر دلائل کا انکار کریں تو اسلام جاتا ہے۔ آپ اس آیت پر غور کریں۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ دلائل کی مساوات پر مدلول کی مساوات کیوں نہیں مانی جاتی۔

(۲) دوسرے سوال کے جواب میں عرض ہے۔ نازل ہونیوالے عیسیٰ بن مریم کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ فرمایا ہے۔ اور ان الہامات و وحیوں نے جو مرزا (صاحب) کو منجانب اللہ ہوئیں۔

اگر آپ احادیث کو مانتے ہیں تو آپ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ۔ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ۔ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ پر غور فرماویں۔ کیا یہ نفی آپ کے نزدیک عموم رکھتی ہے۔ پھر غور کرو۔ اور قرآن کریم میں تو خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بفتح تا ہے۔ خاتِم بکسر تا نہیں۔ بھلا میاں صاحب! يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ میں آپ عموم کے قائل ہیں۔ یا تخصیص کے۔

(۳) ابوبکرؓ کو نبی نہیں کہا گیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو کہا گیا۔ سردست اسی پر بس کرتا ہوں۔ بار باقی صحبت باقی۔

(حیات نور صفحہ ۳۱)

الحاج حضرت علامه مولانا نورالدین صاحب
خلیفة المسیح اول رضی اللہ عنہ
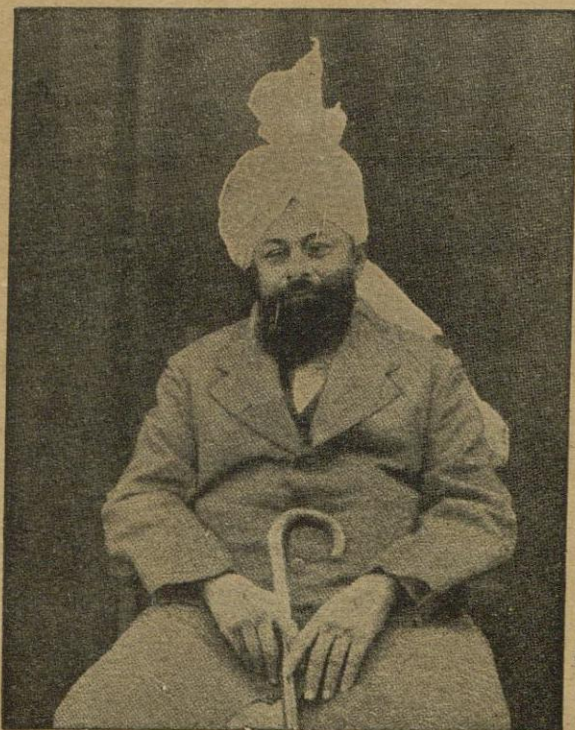
الحاج حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب
خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب پروفیسر جامعة المبشرین

راقم مقدمۃ الکتاب از صفحہ ۷

جناب روشن دین صاحب تنویر
بی ۔ اے ۔ ایل ایل ۔ بی ایڈیٹر الفضل

واقعات از صفحہ ۲۳۷

حالات و واقعات

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی رضی جماعت احمدیہ

حضرت کی ذاتِ گرامی یوں تو محتاجِ تعارف نہیں لیکن غیر از جماعت احباب کی اکثریت چونکہ آپکے صحیح مقام تبحر علمی اور شاندار کارناموں سے ناواقف ہے۔ اس لئے اختصاراً آپ کے حالات بطور تعارف درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

اسمِ گرامی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ابن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ ہے سن پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اللہ تعالےٰ سے دینِ اسلام کے شرف۔ عظمت۔ غلبہ اور شوکت کے لئے مخالفینِ اسلام کے مطالبہ پر ایک نشان بطور اتمام حجت طلب کیا تھا۔ اور اس غرض کے لئے بمقام ہوشیار پور تنہائی میں چالیس دن تک نہایت الحاح اور زاری سے متواتر دعائیں کی تھیں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم کی بنا پر شرفِ قبولیت بخشا۔ اور ایک مسیحا نفس۔ علوم ظاہری و باطنی سے پُر۔ ذہین و فہیم و حلیم بیٹے کی آپ کو بشارت دی جسے آپ نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے ایک اشتہار میں تفصیلاً شائع فرمایا۔

چنانچہ پیشگوئی کے عین مطابق پدر بزرگوار کے اس حسن و احسان میں نظیر فرزند کا تولد ہوا۔ جو جلد جلد بڑھا۔ اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا گیا۔ اور حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات پر ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء میں سریر آرائے خلافت ہوا۔ اپنے اکاون سالہ دورِ خلافت میں اکنافِ عالم تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اور ہزاروں باطل پرستوں اور ہوا و ہوس کے اسیروں کو حق پرست اور اسلام کا شیدائی بنایا۔ اور باطل کو اپنی تمام نحوستوں سمیت بھگانے اور حق کو اپنی تمام برکتوں سمیت دنیا میں قائم و دائم رہنے کا پختہ نظام قائم کر کے ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف ایک دنیا کو تڑپتا اور سوگوار چھوڑ کر رخصت ہوا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

غمزدہ مؤلف برہانِ ہدایت

واقعات

بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

ڈلہوزی کا ایک واقعہ میں ابھی نوجوان تھا قریباً بیس سال کی عمر تھی۔ کہ میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے ڈلہوزی گیا۔ وہاں ایک مشہور پادری آئے ہوئے تھے جن کا نام غالباً فرگوسن تھا۔ انھوں نے سینکڑوں عیسائی بنا لئے تھے۔ اور وہ پہاڑ پر بھی اپنے ٹریکٹ تقسیم کرتے اور عیسائیت کی تعلیم پھیلاتے رہتے تھے۔ کچھ مسلمان جو غیرت مند تھے۔ وہ مولویوں کے پاس گئے اور ان سے کہا۔ کہ اس فتنہ کا مقابلہ کریں۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ ہم سے تو مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ آخر وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ چلیں اور اُن سے بات کریں ہم لوگ بڑے شرمندہ ہیں۔

میں ابھی چھوٹی عمر کا ہی تھا۔ اور میری دینی تعلیم ایسی نہ تھی لیکن میں ان کے کہنے پر تیار ہو گیا اور ہم چند آدمی مل کر ان کی کوٹھی کی طرف چل پڑے۔ وہاں جا کر میں نے اُن سے کہا کہ پادری صاحب! میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ہم میز پر بیٹھے ہوئے تھے اور میرے سامنے ایک پنسل پڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا فرمائیے اگر یہ پنسل اُٹھانے کی ضرورت ہو اور آپ اس وقت مجھے بھی آواز دیں کہ آؤ اور میری مدد کرو۔ اپنے ساتھیوں کو بھی آوازیں دینی شروع کر دیں۔ اپنے بہرے کو بھی بلالیں۔ اپنے باورچی کو بھی بلائیں۔ اپنے ارد گرد کے ہمسائیوں کو بھی بُلائیں۔ اور جب سارا محلہ اکٹھا ہو جائے تو آپ اُن سے یہ کہیں۔ کہ یہ پنسل میز پر سے اُٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دو۔ تو وہ آپ کے متعلق کیا خیال کرینگے؟ کہنے لگا اس کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا

مطلب خود بخود آجائے گا۔ آپ صرف یہ بتائیں۔ کہ آیا یہ بات معقول ہوگی اور اگر آپ ایسا کریں تو لوگ آپ کے متعلق کیا سمجھیں گے؟ کہنے لگا پاگل سمجھیں گے۔ مَیں نے کہا۔ اب یہ بتائیے۔ کہ باپ خدا میں اکیلے دُنیا کو پیدا کرنیکی طاقت تھی یا نہیں؟ کہنے لگا تھی۔ مَیں نے کہا بیٹے خدا میں اکیلے دُنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی یا نہیں؟ کہنے لگا تھی۔ مَیں نے کہا۔ رُوح القدس خدا میں اکیلے دُنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی یا نہیں؟ کہنے لگا تھی۔ مَیں نے کہا۔ پھر یہ وہی پنسل والی بات ہوگئی کہ تینوں میں ایک جیسی طاقت ہے۔ اور اس کام کے کرنے کے قابل ہیں۔ مگر تینوں بیٹھے وقت ضائع کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ اکیلے اکیلے بھی دُنیا کو پیدا کر سکتے تھے۔ مَیں نے کہا۔ آپ یہ بتائیں کیا دنیا میں کوئی کام ایسا ہے جس کو باپ خدا کر سکتا ہے۔ اور بیٹا خدا نہیں کر سکتا۔ یا بیٹا خدا کر سکتا ہے۔ اور رُوح القدس خدا نہیں کر سکتا۔ یا رُوح القدس خدا کر سکتا ہے اور باپ خدا نہیں کر سکتا یا بیٹا خدا کر سکتا ہے اور باپ خدا نہیں کر سکتا؟ کہنے لگا۔ کوئی نہیں مَیں نے کہا پھر جھگڑا کیا ہے۔ اگر دو خدا فارغ بیٹھے رہتے ہیں تو یہ بڑی مصیبت ہے کہ وہ کام تو کر سکتے ہیں مگر فارغ بیٹھے وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اور اگر ایک کام کو تینوں مل کر کرتے ہیں حالانکہ ان تینوں میں سے ہر ایک اکیلا اکیلا بھی وہ کام کر سکتا ہے تو یہ جنون کی علامت ہے۔ اس پر وہ گھبرا کر کہنے لگا۔ کہ عیسائیت کی اصل بنیاد کفارہ کے مسئلہ پر ہے تثلیث کا مسئلہ تو ایمان کے بعد سمجھ میں آتا ہے مَیں نے کہا۔ کہ جب تک تثلیث سمجھ میں نہ آئے انسان ایمان نہیں لا سکتا۔ اور جب تک ایمان نہ لائے تثلیث سمجھ میں نہیں آسکتی۔ تو یہ تو دَورِ تسلسل ہو گیا۔ جس کو تمام منطقی ناممکن قرار دیتے ہیں اسپر وہ کہنے لگا کہ آپ مجھے معاف کریں کفارے پر بات کریں۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۲۲-۲۳)

گناہ سے نفرت دلانے کا ایک عجیب واقعہ

انسانی فطرت بھی بعض چیزوں کو گناہ قرار دیتی ہے بغیر اس کے کہ شریعت انسان کی رہنمائی کرے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک چور آپ کے پاس علاج کے لئے آیا۔ آپ نے اسے نصیحت کی۔ کہ تم لوگوں کا مال لُوٹ لیتے ہو یہ بہت بُری بات ہے تمہیں اس قسم کی حرام کمائی سے بچنا چاہیئے۔ اس نصیحت کو سُن کر وہ کہنے لگا۔ واہ مولوی صاحب آپ نے بھی مولویوں والی ہی بات کی۔ بھلا ہمارے جیسا بھی کوئی حلال مال کماتا ہے۔ آپ تو تھوڑی دیر نبض پر ہاتھ رکھ کر فیس وصول کر لیتے ہیں۔ اور ہم سردی کے موسم میں ٹھٹھرتے ہوئے اور اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھے ہوئے جاتے ہیں کس طرح ہمیں پولیس کا ڈر ہوتا ہے کس طرح قدم قدم پر ہمیں پکڑے جانے کا خوف ہوتا ہے مگر ہم تمام مصیبتوں کو برداشت کرنے کے بعد جاتے ہیں اور اپنے آپ کو موت کے مُنہ میں ڈال کر روپیہ لاتے ہیں۔ بھلا ہم سے زیادہ حلال کمائی اور کسی کی ہو سکتی ہے؟ آپ فرماتے تھے یہ سُنکر میں نے جھٹ اُسے اور باتوں میں لگا دیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس سے پُوچھا کہ تم چوری کس طرح کرتے ہو؟ وہ کہنے لگا ہم سات آٹھ آدمی ملکر چوری کرتے ہیں۔ ایک گھر کی ٹوہ لگانے والا ہوتا ہے۔ جو بتاتا ہے کہ فلاں گھر میں اتنا مال ہے۔ ایک سیندھ لگانے کا مشّاق ہوتا ہے۔ ایک باہر کھڑا پہرہ دیتا رہتا ہے۔ دو آدمی گلی کے سروں پر کھڑے رہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اِدھر آئے تو وہ فوراً بتا دیں۔ ایک آدمی اندر جانے والا ہوتا ہے اور ایک آدمی اچھا لباس پہنکر دُور کھڑا ہوتا ہے جس کے پاس چوری کا تمام مال ہم جمع کرتے جاتے ہیں تاکہ اگر کوئی دیکھ بھی لے تو شبہ نہ کرے بلکہ سمجھے کہ یہ کوئی شریف آدمی ہے جو اپنا مال لئے کھڑا ہے باقیوں نے اپنے جسم پر تیل ملا ہُوا ہوتا ہے۔ اور وہ لنگوٹ باندھ کر اپنی اپنی ڈیوٹی

ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر ایک سُنار ہوتا ہے۔ جس کو ہم تمام زیورات دیدیتے ہیں وہ سونا گلا کر ہمیں دے دیتا ہے اور ہم سب آپس میں مِلکر تقسیم کر لیتے ہیں جب وہ یہاں تک پہنچا۔ تو حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ مَیں نے کہا۔ اگر وہ سُنار سارا مال لے جائے اور تمہیں کچھ نہ دے تو پھر تم کیا کرو؟ اس پر وہ بے اختیار کہنے لگا۔ کیا وہ اتنا بے ایمان ہو جائے گا۔ کہ دوسروں کا مال کھا جائے؟ مَیں نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے تمہاری نگاہ میں بھی ایمان اور بے ایمانی میں کچھ فرق ضرور ہے۔ اور تمہاری فطرت سمجھتی ہے کہ فلاں فعل بے ایمانی ہے۔ اور فلاں فعل نیکی ہے۔ [۱]

لاہور میں ایک پادری سے گفتگو

مجھے یاد ہے مَیں چھوٹا تھا۔ سترہ اٹھارہ سال میری عمر ہوگی کہ مَیں لاہور گیا۔ اور مجھے شوق پیدا ہوا کہ میں کسی پادری سے گفتگو کروں۔ لاہور کا سب سے بڑا پادری جو بعد میں مشنری کالج سہارنپور کا پرنسپل مقرر ہو گیا تھا۔ میں اس سے ملنے چلا گیا۔ اور مَیں نے اُس سے یہی سوال کیا کہ پہلے لوگ کس طرح نجات پاتے تھے؟ وہ کہنے لگا وہ بھی مسیحؑ پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اس ایمان کی وجہ سے ہی انہوں نے نجات پائی۔ مَیں نے کہا اگر مَیں کہہ دُوں کہ مجھ پر ایمان لاکر انہوں نے نجات پائی ہے۔ تو پھر اس کا کیا حل ہوگا؟ وہ کہنے لگا پیشگوئی بھی تو ہونی چاہیئے۔ مَیں نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ مسیحؑ کے متعلق کونسی پیشگوئی تھی؟ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشگوئی پیش کی۔ مَیں نے کہا۔ آپ ابراہیم علیہ السلام کی ساری پیشگوئیاں نکال لیں۔ اگر ان میں ایک طرف یہ ذکر آتا ہے کہ مَیں اسحاقؑ کی اولاد کو یُوں برکت دُونگا تو

---

[۱] تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۵۰-۵۱۔

ساتھ ہی اسماعیل کی اولاد کا بھی ذکر ہے۔ اگر آپ کا یہ حق ہے کہ آپ اس پیشگوئی کو مسیح پر چسپاں کریں تو ہمیں کیوں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم اس پیشگوئی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کر لیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے؟ پھر مَیں نے کہا پہلے آپ میرے اس سوال کا جواب دیں کہ کفارہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا۔ اگر وہ ابراہیمؑ کا بیٹا تھا تو کفارہ نہیں ہو سکتا۔ میرے اس سوال پر اس نے بڑے چکر کھائے حالانکہ وہ پچپن ساٹھ سال کی عمر کا تھا۔ آخر گھنٹہ بھر کی بحث کے بعد وہ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا مجھے معاف فرمائیں۔ یونانی میں ایک مثل ہے۔ کہ ہر بیوقوف سوال کر سکتا ہے مگر جواب دینے کے لئے عقلمند انسان چاہیئے۔ گویا اس نے مجھے بیوقوف بنایا۔ اور اپنے متعلق کہا کہ میں اتنا عقلمند نہیں کہ ہر بیوقوف کا جواب دے سکوں۔ میرا بھی اس وقت جوانی کا زمانہ تھا۔ مَیں بھلا کب رُکنے والا تھا مَیں نے کہا مجھے بڑا افسوس ہے مَیں آپ کو عقلمند سمجھ کر ہی آیا تھا۔ تو مسیحؑ اگر ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھا تو کفارہ باطل ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ خدا کا بیٹا تھا تو ابراہیمؑ کی پیشگوئی پوری نہیں ہوتی۔ گویا دونوں صورتوں میں اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ ایک صورت میں مسیحؑ کفارہ نہیں بن سکتا اور دوسری صورت میں ابراہیمؑ کی پیشگوئی پوری نہیں ہوتی۔[ل]

مَیں نے اوپر لاہور کے ایک پادری کا ذکر کیا ہے جو بعد میں سہارنپور مشنری کالج کا پرنسپل ہو گیا۔ میری اس سے جو گفتگو ہوئی اس کا ایک حصہ میں بیان کر چکا ہوں۔ اب گفتگو کا دوسرا حصہ بیان کرتا ہوں۔

اس پادری کا نام غالباً وُوڈ تھا۔ مَیں نے اس سے کہا۔ پادری صاحب!

ل تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۵۶-۵۷

آپ یہ بتائیں کہ ٹھنڈے پانی اور گرم پانی کو اگر آپس میں ملائیں تو کیا ہو گا۔ وہ کہنے لگا پانی سمویا جائے گا۔ کچھ گرم پانی کی گرمی کم ہو جائے گی۔ اور کچھ سرد پانی کی سردی کم ہو جائے گی۔ ایک درمیانی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ مَیں نے کہا۔ اب یہ بتائیے شیطان پہلے آدم کے پاس گیا تھا۔ یا حوّا کے پاس؟ کہنے لگا حوّا کے پاس۔ مَیں نے کہا شیطان کا مقصود کیا تھا۔ کیا حوّا کو بگاڑنا مقصود تھا یا آدمؑ کو بگاڑنا مقصود تھا؟ کہنے لگا شیطان کا مقصود تو آدم کو بگاڑنا تھا مَیں نے کہا۔ جب آدم مقصود تھا تو وہ براہِ راست آدم کے پاس کیوں نہیں گیا۔ اسے بیچ میں چکر کاٹنے کی اُسے کیا ضرورت تھی۔ اس نے کہا وہ براہ راست آدم کے پاس اس لئے نہیں گیا کہ اُس نے سمجھا حوّا کمزور ہے۔ اور میں اُسے آسانی سے ورغلا لُوں گا اس کے بعد آدم کو یہ حوّا خود بخود ورغلا لے گی۔ میری ضرورت نہیں رہیگی۔ مَیں نے کہا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوُا کہ حوّا آدم سے کمزور تھی۔ کہنے لگا ہاں۔ مَیں نے کہا جب حوّا آدم سے کمزور تھی اور گناہ کا ارتکاب پہلے اُسی نے کیا۔ اور اُسی نے آدم کو ورغلایا تو وہ وجود جو صرف حوّا سے پیدا ہوُا وہ بے گناہ کس طرح ہو گیا؟ مَیں نے کہا آپ گرم اور ٹھنڈے پانی کی مثال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یُوں سمجھ لیں کہ آدم کی مثال ٹھنڈے پانی کی سی تھی اور حوّا کی مثال گرم پانی کی سی تھی۔ ان دونوں کے ملنے سے جو اولاد پیدا ہوئی۔ وہ لازماً اتنی گنہ گار نہیں ہو سکتی جتنی وہ اولاد گنہگار ہو سکتی ہے جو صرف حوّا سے پیدا ہوئی ہے۔

پس مسیحؑ جو حوّا سے پیدا ہوُا وہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ گنہگار تھا۔ کہنے لگا۔ کیا مٹی میں سونا نہیں نکلتا؟ مَیں نے کہا ہمارا اور آپ کا سارا جھگڑا ہی یہی ہے۔ اگر مٹی میں سے سونا نکل سکتا ہے۔ تو پھر آدمؑ کو آپ بے شک گنہگار کہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی مانیں کہ اس کی اولاد نیک ہو سکتی ہے سرداری نہیں

کہ وہ گنہگار ہی ہو۔ اب جو مَیں نے اس طرح پکڑا تو کہنے لگا۔ مٹی میں سے سونا نہیں نکلتا۔ سونے میں سے سونا نکلتا ہے۔ آدم چونکہ گنہگار تھا اس لئے اس کی اولاد بھی ضرور گنہگار ہوگی وہ نیک نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ سونے میں سے سونا نکلتا ہے مَیں نے کہا تو پھر حوّا کا بیٹا دوسروں سے زیادہ گنہگار ماننا پڑے گا۔ کیونکہ حوّا آدم سے زیادہ گنہگار تھی۔ اس نے نہ صرف خود درخت کا پھل کھایا۔ بلکہ آدم کو بھی کھلایا اور اس طرح وہ دوہری گنہ گار بنی۔ اس پر وہ پھر جھنجلا کر کہنے لگا۔ مٹی کی کان میں سے سونا نہیں نکلتا۔ کان مٹی کی ہوتی ہے۔ مگر اندر سے سونا نکل آتا ہے مَیں نے کہا۔ تو پھر آدم کے متعلق بھی یہی نظریہ تسلیم کریں کہ گو وہ گنہگار تھا۔ مگر اسکی اولاد میں سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوسکتے ہیں جو نیک ہوں اور ہر قسم کے عیوب سے پاک ہوں۔[۵۱]

مُدعی نبوّت کے بارے میں ایک اعتراض کی وضاحت

سید احمد نور صاحب کابلی جواب ۱۹۵۶ء سے پہلے فوت ہوچکے ہیں۔ نبوت کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دوست ان کے پاس گئے تو واپس آکر مجھے کہنے لگے کہ اُن کی اور باتوں کا جواب تو مجھے آگیا ہے لیکن ایک دلیل کو مَیں ردّ نہیں کرسکا۔ اور وہ یہ کہ انھوں نے کہا تم لوگ مجھے پاگل کہتے ہو حالانکہ قرآن شریف میں یہ لکھا ہے کہ جتنے نبی اور رسول آئے سب کو لوگ پاگل کہا کرتے تھے۔ پس تمہارا مجھے پاگل کہنا میری صداقت کی دلیل ہے میرے جھوٹے ہونے کی دلیل نہیں مَیں نے ان سے کہا کہ یہ تو بالکل سیدھی بات تھی نبی کو اس کے دعویٰ کے بعد محض اس کے دعویٰ کی وجہ سے لوگ پاگل کہتے ہیں۔ لیکن سیّد احمد نور صاحب سے کہئیے۔ کہ آپ نے تو ابھی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا کہ ہم آپ کو رسیوں سے باندھا

---

۵۱ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۸۴-۸۵

کرتے تھے۔ پس ایک پاگل کا اپنے آپ کو نبی کہنا اور چیز ہے۔ اور نبی کو لوگوں کا پاگل کہنا بالکل اور چیز ہے۔ اگر تو نبوت کے دعویٰ کے بعد لوگ انھیں پاگل کہنے لگ جاتے۔ پہلے وہ دماغی لحاظ سے بالکل ٹھیک ہوتے تو کچھ دلیل بھی تھی لیکن انھیں تو دعویٰ سے پہلے ہی کئی دفعہ جنون کی وجہ سے رسیوں سے باندھا جا چکا ہے تو یہ دلیل بھی غلط استعمال ہونے لگ گئی ہے۔ اسی طرح ایک نبی کی صداقت کی دلیل یہ ہوتی ہے۔ کہ اسکی سابق زندگی اتنی شاندار ہوتی ہے کہ ہر قسم کے حالات میں سے گذرنے کے باوجود لوگ اس کی زندگی کو بالکل بے عیب پاتے ہیں اردگرد کے لوگ اُسے ٹٹولتے ہیں۔ ایسے حالات اس پر گذرتے ہیں جب جھوٹ کے بغیر اسکی نجات کی کوئی صورت نہیں ہوتی مگر پھر بھی وہ جھوٹ نہیں بولتا اور لوگوں پر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ شخص نیک اور راستباز انسان ہے لیکن عام آدمیوں کی زندگیاں نمایاں نہیں ہوتیں۔ بیسیوں چور ہوتے ہیں لیکن لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ چور ہیں۔ بیسیوں جھوٹے ہوتے ہیں مگر چونکہ انکے حالات لوگوں کے سامنے نہیں آتے۔ اس لئے وہ مخفی رہتے ہیں پس یہ آیت صرف انبیاء ہی اپنے اوپر چسپاں کر سکتے ہیں وہ لوگوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ تم نے ہماری زندگیوں کو دیکھا تم نے ہمارے حالات کو دیکھا۔ تم نے ہمارے اخلاق اور عادات کی جستجو کی۔ مگر تم نے یہی دیکھا کہ ہم جھوٹ بولنے والے نہیں۔

پس جب ہم انسانوں پر جھوٹ نہیں بولتے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ہم خدا پر جھوٹ بولنے لگ جائیں۔[1]

بزرگوں کی صحبت سے حقیقی فیض کے حصول کی لطیف تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ لدھیانہ تشریف لے گئے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے خسر صوفی احمد جان صاحب جو ایک

---

[1] تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۲۱۵۔

مشہور پیر اور بزرگ انسان تھے۔ اور جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ بھی پڑھی ہوئی تھی۔ انھوں نے جب آپ کی تشریف آوری کی خبر سُنی تو بڑے خوش ہوئے اور اپنے ایک مرید سے۔ جو کابل کے شہزادوں میں سے تھے۔ آپ کی دعوت کروائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو صوفی صاحب آپ کو مکان تک پہنچانے کے لئے آپ کے ساتھ ہی چل پڑے۔ صوفی احمد جان صاحب رتڑ چھتڑ والوں کے مرید تھے۔ (رتڑ چھتڑ گورداسپور کے علاقہ میں ہے۔)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے راستہ میں دریافت فرمایا۔ کہ صوفی صاحب سُنا ہے۔ رتڑ چھتڑ والوں کی آپ نے بارہ سال تک خدمت کی ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ نے انکی صحبت سے کیا فیض حاصل کیا؟ انھوں نے کہا حضور! وہ بڑے بزرگ اور باخدا انسان تھے۔ میں بارہ سال انکی صحبت میں رہا۔ اور بڑا فائدہ حاصل کیا۔ پھر انھوں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا جو ان کے پیچھے آ رہا تھا۔ اور کہا حضور! انکی برکت سے اب مجھ میں اتنی طاقت پیدا ہو چکی ہے کہ اگر میں اس شخص کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھوں تو فوراً زمین پر گر پڑے۔ اور تڑپنے لگ جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سُنتے ہی کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر اس سوٹی کو جو آپ کے ہاتھ میں تھی زمین پر رگڑتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ کہ میاں صاحب پھر اس کا آپکو کیا فائدہ پہنچا۔ اور اگر ایسا ہو جائے۔ تو اس شخص کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ وہ چونکہ اہل اللہ میں سے تھے۔ اس لئے آپ نے ابھی اتنا ہی فقرہ کہا تھا۔ کہ وہ فوراً سمجھ گئے اور کہنے لگے حضور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ کہ یہ ایک بے فائدہ چیز ہے۔ اس کا دین اور روحانیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔[1]

[1] تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۳۴۲

منکرین الہام سے گفتگو کا واقعہ

منکرین الہام سے جب بھی میری گفتگو ہوتی ہے میں انہیں کہا کرتا ہوں کہ میں تمہاری دلیلوں کو کیا کروں جبکہ خدا مجھ سے خود ہمکلام ہوتا ہے اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے مجھ پر الہامات نازل نہ ہوتے تو شائد میں خیال کر لیتا کہ تمہاری دلیلوں میں کچھ وزن ہوگا۔ لیکن اب ان دلائل کا مجھ پر کیا اثر ہو سکتا ہے جبکہ خود مجھ پر الہامات نازل ہوتے ہیں مجھے تو یہ دلیلیں سُنکر ہنسی آتی ہے۔ کہ خدا موجود ہے اس کا کلام ہم پر نازل ہوتا ہے۔ اور دلائل یہ دیئے جا رہے ہیں۔ کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر جو چیز مینے دیکھ لی ہے حالانکہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے ہوں اس کے متعلق میں یہ کس طرح تسلیم کر سکتا ہوں۔ کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں دیکھی ہوگی۔ جب نیچری کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالاتِ عالیہ کا نام قرآن ہے تو سُنکر ہنسی آتی ہے۔ کہ جب ہمیں معین الفاظ میں الہام ہوتے ہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بالا ہے۔ آپ پر خدائی الفاظ میں ہی قرآن کیوں نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو اعلیٰ درجہ کے روحانی لوگ ہیں اور جنھوں نے ان تمام انعامات کا مشاہدہ کیا ہوا ہے وہ اس بات کو سُنکر ایسا محسوس کرینگے کہ گویا وہ سارے مقامات جو اُن کو حاصل ہیں ان کو انھوں نے گرا دیا ہے [1]

---

[1] تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۳۸۱-۳۸۲-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شعر کہنے کی حکمت

بانیٔ سلسلہ احمدیہ بھی کبھی کبھی شعر کہتے تھے۔ مگر وہ شاعر نہیں کہلا سکتے وہ خود کہتے ہیں ؎

کچھ شعرو شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

زمیندار اخبار چالیس سال سے اس بات پر تمسخر اُڑا تا رہا ہے۔ کہ مرزا صاحب شعر کہتے ہیں۔ حالانکہ نہ اُن کے شعروں میں کوئی لطافت ہے نہ فصاحت اور نہ زباندانی کی جھلک غریب زمیندار تو یہ سمجھتا رہا۔ کہ اس سے وہ مرزا صاحب کی تردید کر رہا ہے حالانکہ وہ اس ذریعہ سے احمدیوں کو یہ ہتھیار مہیا کر کے دے رہا تھا۔ کہ باوجود کچھ موزون کلام کہنے مرزا صاحب شاعر نہیں کہلا سکتے۔ اور اُن کے ملہم ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا [1]

ایک سندھی مولوی صاحب کا واقعہ

مجھے یاد ہے۔ جب میں چھوٹا تھا غالباً میری عمر اس وقت کوئی اکیس ۲۱ سال کی تھی کہ ایک سندھ کے مولوی صاحب غالباً مولانا عبید اللہ صاحب سندھی جو اکثر قادیان آتے رہتے تھے۔ استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کو ملنے کے لئے آئے اور انھوں نے یہ آیت آپ کے سامنے رکھی کہ آپ اس کو حل کر دیں۔ اور یہ اعتراض کیا۔ کہ قرآن نے یہ کیا کہا ہے۔ کہ اگر کئی معبود ہوتے تو زمین و آسمان میں فساد پیدا ہو جاتا۔ حالانکہ معبود تو کتنے ہی ایسے ہیں جو کامل القویٰ ہو۔ انسان بادشاہ دنیا میں لڑتے ہیں۔ اگر واقعہ میں خدا کے سوا اور کئی خدا ہوتے تو وہ آپس میں کیوں لڑتے۔ اُستاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے ان کو کئی جواب دیئے مگر انکی تسلی نہ ہوئی۔ بڑی دیر تک

[1] تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۴۹۳، ۴۹۴

وہ اعتراض کرتے چلے گئے۔ مجھے اب تک وہ کمرہ یاد ہے جہاں یہ باتیں ہوئی تھیں بلکہ اب تک وہ جہتیں بھی یاد ہیں جس طرف دونوں کے مُنہ تھے۔ اُستاذی المکرم حضرت مولوی صاحبؓ کا مُنہ اس وقت شمال کیطرف تھا اور سندھی مولوی صاحب کا مُنہ جنوب کیطرف تھا۔ اور دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے جب بحث لمبی ہوگئی اور سندھی مولوی صاحب (جو غالبًا مولانا عبیداللہ صاحب سندھی تھے) نے کہا کہ اعتراض کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ تو استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے بڑے جوش سے کہا۔ کہ آپ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں جواب نہیں دے سکتا۔ ذرا اس بچہ سے جو میرا شاگرد ہے بحث کر کے دیکھ لیں مولوی عبیداللہ صاحب کو معلوم تھا کہ مَیں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا بیٹا ہوں وہ تھے تو دیوبندی مگر ایک لمبے عرصہ تک مختلف پیروں کے مرید بھی رہ چکے تھے اور پیروں کا ادب ان کے دل میں بڑا تھا۔ استاذی المکرم کی بات سُنکر کہنے لگے ان سے مَیں بحث نہیں کروں گا۔ یہ تو مرزا صاحب کے بیٹے ہیں۔ معلوم نہیں اگر بحث ہو جاتی۔ تو مَیں اس وقت کیا جواب دیتا لیکن اب مَیں سمجھتا ہوں کہ بیشک اٰلِھَۃ کامل القوٰی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا کامل القوٰی ہونا ہی بتاتا ہے۔ کہ وہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ نہیں ہوسکتے۔ مذکورہ بالا واقعہ تو ۱۹۰۹ء کا ہے ۱۹۱۱ء میں مَیں ڈلہوزی گیا۔ وہاں چرچ نے یوروپین پادریوں کے آرام کے لئے کچھ کوٹھیاں بنائی ہوئی ہیں۔ پادری ینگسن صاحب جن کے ذریعہ سے سیالکوٹ میں عیسائیت مضبوط ہوئی ہے وہ وہاں سے بدل کر جنوبی ہند کے کسی حصے میں مقرر ہوئے تھے۔ اور گرمیاں گذارنے کیلئے ڈلہوزی آئے ہوئے تھے۔ وہ جوان سال بڈھا روزانہ شام کو اسلام کے خلاف پمفلٹ ہاتھ میں پکڑ کر بازار میں پھرتا تھا۔ اور مسلمانوں میں تقسیم کرتا تھا۔ مسلمان بے عمل تو بہت ہیں مگر جوش میں بھی بہت جلد آجاتے ہیں۔ خصوصًا ان پڑھ طبقہ۔ چنانچہ

ڈلہوزی اور ساتھ کی چھاؤنی بیلون میں بڑا شور پڑ گیا۔ کہ اس پادری کے ساتھ کسی مسلمان عالم کی بحث کرانی چاہیئے۔ بیلون جو ڈلہوزی کے پاس چھاؤنی ہے اسکی جامع مسجد کے امام ایک کشمیری مولوی تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ مَیں آیا ہُوا ہوں۔ جب لوگ ان کے پاس گئے۔ تو انھوں نے کہا کہ مَیں نے سُنا ہے کہ مرزا صاحب کا بیٹا آیا ہُوا ہے۔ اس کو مباحثہ کے لئے لے جاؤ۔ عیسائیوں سے مباحثہ قادیانی اچھا کرتے ہیں۔ مَیں تو ناتجربہ کار تھا۔ مگر جب ایک وفد میرے پاس آیا۔ تو مجھے ان کی بات ماننی پڑی۔ اور مَیں نے مباحثہ کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کر دی۔ ایک برات کی شکل میں ہم آٹھ نو آدمی پادری صاحب کی کوٹھی پہنچے۔ وہاں انھوں نے یہ سوال اُٹھایا کہ آپ بتائیں۔ آپ ہیں کس مذہب کے۔ میرے دل میں فوراً خدا تعالیٰ نے ڈال دیا۔ کہ ان کا منشا ہے کہ میرے سوالوں کو ٹلا دیں۔ اور اسلام پر اعتراض شروع کر دیں۔ مَیں نے ان سے کہا۔ کہ آپ کو اس سے کیا غرض ہے کہ مَیں کس مذہب کا ہوں۔ آپ یہاں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے آئے ہیں۔ آپ مجھے تین خداؤں کی تھیوری سمجھا دیں۔ اگر آپ کامیاب ہو گئے تو خواہ مَیں کسی مذہب کا پیرو ہوؤں مَیں آپ کی بات مان لونگا۔ پہلے تو وہ اینچ پیچ کرتے رہے لیکن آخر انھیں میری بات ماننی پڑی۔ اور مَیں نے یوں گفتگو شروع کی۔ کہ بتائیے خدا باپ کامل ہے یا ناقص۔ اگر وہ ناقص ہے تو خدا نہیں ہو سکتا اسی طرح رُوح القدس کامل ہے۔ یا ناقص۔ اگر وہ ناقص ہے تو وہ بھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح تیسرا اقنوم بیٹا کامل خدا تھا یا ناقص خدا۔ اگر وہ ناقص تھا۔ تو وہ بھی خدا نہیں ہو سکتا انھوں نے میری تینوں باتوں کو مان لیا۔ پھر مَیں نے اُن سے پُوچھا۔ کہ کیا خدا باپ کو اس زمین و آسمان کے پیدا کرنے کی طاقت کُلّی طور پر حاصل تھی۔ یا وہ کسی کی مدد کا محتاج تھا؟ اُوپر کی بات سے ظاہر ہے کہ وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ کسی کی مدد

کا محتاج تھا۔ پھر مینے یہ کہا۔ کہ رُوح القدس اس ساری کائنات کو پیدا کرنے پر کُلّی طور پر قادر تھا یا کسی کی مدد کا محتاج تھا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ کُلّی طور پر قادر تھا۔ پھر مینے پوچھا۔ کہ کیا خدا کا بیٹا اس کائنات کے پیدا کرنے پر کُلّی طور پر قادر تھا یا کسی کی مدد کا محتاج تھا۔ انھوں نے پھر یہی کہا۔ کہ وہ کُلّی طور پر قادر تھا۔ مینے کہا پادری صاحب پھر سوال حل ہو گیا۔ کہنے لگے کس طرح؟ مینے ایک پنسل انکی میز سے اُٹھا کر اُن کے قریب رکھ دی۔ اور مینے کہا پادری صاحب! اس پنسل کو اُٹھا کر دوسری جگہ رکھنے پر آپ قادر ہیں؟ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ پھر مینے کہا۔ کیا مَیں قادر ہوں؟ انھوں نے کہا۔ ہاں۔ پھر مینے ایک تیسرے شخص کیطرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ کیا یہ صاحب قادر ہیں؟ پادری صاحب نے کہا۔ ہاں۔ مینے کہا جب ہم تینوں شخص اپنی ذات میں اس پنسل کو ہلانے پر قادر ہیں لیکن پھر بھی ہم تینوں کھڑے ہو کر شور مچاویں۔ کہ او بہرہ اِدھر آؤ او باورچی ادھر آؤ۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوں تو ہم اُن سے کہیں۔ کہ ہم تینوں سے مل کر یہ پنسل ادھر رکھ دو۔ تو بتائیے وہ ہمیں پاگل سمجھیں گے یا نہیں۔ پادری صاحب نے کہا۔ آپ کا مطلب؟ مینے کہا۔ صرف جواب دیجئے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں پاگل کہیں گے۔ مینے کہا جب خدا باپ اور خدا بیٹا اور خدا رُوح القدس تینوں کائنات کے پیدا کرنے پر بذاتہٖ قادر ہیں اور اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کو اس کام کے لئے بلاتے ہیں جس کو وہ اکیلے اکیلے کر سکتے ہیں۔ تو بتائیے دوسرے خدا بلانے والے خدا کو اور ہم لوگ اس خدا کو پاگل کہیں گے یا نہیں۔ اور پاگل خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ یا تو پاگل کہلا کر وہ خدا نہ رہے گا یا ایسے پاگل دُنیا میں وہ اودھم مچادیں گے کہ دُنیا ہی تباہ ہو جائے گی۔

یہی جواب سندھی مولوی صاحب کو دینا مناسب تھا مگر اسوقت انھوں نے

بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ حقیقت یہی ہے۔ کہ اگر خدا تعالےٰ کے سوا اور کوئی معبود ہیں یعنی کامل القویٰ ہستیاں موجود ہیں تو دُنیا کے کام کو مل کر چلانا۔ جبکہ اُن میں سے ہر ایک اس کام کو چلا سکتا ہے ان کو پاگل ثبوت کرے گا۔ اور خدائی سے ان کو جواب مل جائے گا۔ اور اگر خدائی سے جواب نہ ملیگا تو ماننا پڑے گا کہ یہ پاگل دُنیا کو تباہ کر کے رکھ دینگے۔

پس یہ آیت بڑی سچی ہے۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ محض ادھوری منطق کے ذریعہ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے [1]

بہائیوں کے اعتراض کا لطیف جواب

اس جگہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ کہ بہود کے آنے کی وجہ سے اسلام منسوخ ہو گیا۔ گویا ان کے نزدیک اسلام کے منسوخ ہونیکی یہ علامت ہے کہ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ نے اس پر قبضہ کرنا تھا۔ جب مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے تو معلوم ہوا۔ کہ مسلمان عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ نہیں رہے۔ یہ اعتراض زیادہ تر بہائی قوم کرتی ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ یہی پیشگوئی تورات میں موجود ہے۔ یہی پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے اور اس پیشگوئی کے ہوتے ہوئے اس ملک کو بابلیوں نے سو سال رکھا مگر اس وقت یہودی مذہب بہائیوں کے نزدیک منسوخ نہیں ہوا۔ ٹائٹس کے زمانہ سے لیکر سو دو سو بلکہ تین سو سال تک فلسطین روم کے مُشرکوں کے ماتحت رہا وہ عیسائیوں کے قبضہ میں نہیں تھا۔ یہودیوں کے قبضہ میں نہیں تھا۔ مسجد میں سؤر کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور پھر بھی یہودیت کو سچا سمجھا جاتا تھا۔ لیکن یہودیوں کے آنے پر نو سال کے اندر اندر اسلام منسوخ ہو گیا۔ کیسی پاگل پن والی

[1] تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔

اور دشمنی کی بات ہے۔ اگر واقعہ میں کسی غیر قوم کے اندر آجانے سے کوئی پیشگوئی باطل ہو جاتی ہے۔ اور عارضی قبضہ بھی مستقل قبضہ کہلاتا ہے تو تم نے سو سال پیچھے ایک دفعہ قبضہ دیکھا ہے۔ تین سو سال دوسری دفعہ کافروں کا قبضہ دیکھا ہے۔ اس وقت یہودیت کو تم منسوخ نہیں کہتے۔ اس وقت کی عیسائیت کو تم منسوخ نہیں کہتے۔ لیکن اسلام کے ساتھ تمہاری عداوت اتنی ہے کہ اسلام میں نو سال کے بعد ہی تم اس قبضہ کو منسوخی کی علامت قرار دیتے ہو جب اتنا قبضہ ہو جائے جتنا یہودیت اور عیسائیت کے زمانہ میں رہا۔ تب تو کسی کا حق بھی ہو سکتا ہے کہ کہے لوجی اسلام کے ہاتھ سے یہ ملک نکل گیا لیکن جب تک اتنا قبضہ چھوڑ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہوا تو اس پر اعتراض کرنا محض عداوت نہیں تو اور کیا ہے۔

پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ اعتراض کرنے والے بہائی ہیں جن کا اپنا وہی حال ہے۔ جیسے ہمارے ہاں مثل مشہور ہے۔ کہ نہ آگا نہ پیچھا۔ وہ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ مکہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ مدینہ مسلمانوں کے پاس ہے۔ اور یہ دو اہم اسلامی مراکز ہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں۔ چھاج بولے تو بولے۔ چھلنی کیا بولے جس میں نو سو سوراخ۔ تمہارا کیا حق ہے کہ تم اسلام پر اعتراض کرو۔ تمہارے پاس تو ایک چپہ زمین بھی نہیں جس کو تم اپنا مرکز قرار دے سکو اسلام کا مکہ بھی موجود ہے۔ اور اسلام کا مدینہ بھی موجود ہے۔ وہ تو ایک زائد انعام تھا۔ وہ ملک اگر عارضی طور پر چلا گیا تو کیا اعتراض ہے؟

بہائیت ۱۸۴۴ء سے شروع ہے۔ اور اب ۱۹۵۸ء ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے مذہب کو قائم ہوئے ایک سو چودہ (۱۱۴) سال ہو گئے اور ایک سو چودہ (۱۱۴) سال میں ایک گاؤں بھی تو انھوں نے مقدس نہیں بنایا۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں

حکومت حاصل نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس بھی تو حکومت نہیں ہم نے تو چند سال میں ربوہ بنا لیا۔ پہلے قادیان بنا ہوا تھا۔ اب ربوہ بنا ہوا ہے یہاں ہم آتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ اکٹھے رہتے ہیں۔ پھر فلسطین میں بھی کرمل پہاڑ کی چوٹی پر ایک پورا گاؤں احمدیوں کا ہے جس کا نام کبابیر ہے بہائی بھی تو بتائیں کہ دنیا میں ان کا کوئی مکان ہے یا دنیا میں وہ کسی جگہ پر وہ اکٹھے ہوتے ہیں؟ لیکن اسلام پر صرف نو سال کے قبضہ کی وجہ سے اُن کے بغض نکلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام ختم ہو گیا۔ اور اپنی حالت یہ ہے کہ عکہ کو مرکز قرار دیا ہوا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ حدیثوں میں بھی پیشگوئیاں تھیں۔ کہ عکہ ان کے پاس ہوگا اور تورات میں بھی پیشگوئیاں تھیں مگر اب عکہ میں بہائیوں کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اور ان کے لیڈر شوقی آفندی جو عکہ کی بجائے سال کا اکثر حصہ سوئٹزرلینڈ میں گذارہ کئے وہ بھی وفات پا چکے ہیں اور ان کے بعد ابھی تک بہائیوں کا کوئی قائم مقام لیڈر بھی تجویز نہیں ہوا۔ پھر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور کئی جاہل ان کے اعتراضوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔[1]

مسلمان بادشاہوں پر اعتراض کا مسکت جواب

میں گذشتہ دنوں لاہور میں تھا ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ محمود غزنوی کے فلاں فلاں افعال آیا اسلام کے مطابق تھے یا اسکی تعلیم کے خلاف تھے؟ میں نے اس سے کہا کہ ان امور کا تعلق مذہبی نقطۂ نگاہ کے ساتھ ہے لیکن تم جس وقت کسی مسلمان بادشاہ کو برا کہتے ہو تو تمہارا منشا یہ ہوتا ہے کہ تم یہ ثابت کرو کہ یہ مسلمان بادشاہ تو برا تھا لیکن فلاں یوروپین بادشاہ بہت اچھا تھا حالانکہ اس یوروپین بادشاہ میں بھی ہزاروں عیوب ہوتے ہیں۔ پس یہ طریق درست نہیں

[1] تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۵۷۴-۵۷۵

تمہیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ محمود غزنوی نے جو اخلاق دکھائے وہ اس زمانہ کے اور بادشاہوں کے مقابلہ میں کیسے تھے۔ اگر اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس نے اعلیٰ درجہ کے اخلاق دکھائے ہیں۔ تو گو اس میں بعض کمزوریاں بھی ہوں پھر بھی تاریخی نقطۂ نگاہ سے وہ ایک اعلیٰ درجہ کا بادشاہ سمجھا جائیگا۔ اور اس کا مقابلہ موجودہ زمانہ کے کسی بادشاہ سے نہیں کیا جائے گا۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے کہ ایڈیسن نے کئی ایجادات کی تھیں۔ اس کے بعد ایجادات کا سلسلہ ایڈیسن کی ایجادات سے کئی گنا بڑھ گیا۔ مگر اس سے ایڈیسن کی عزت میں کمی نہیں آسکتی اس لئے کہ اپنے زمانہ میں اس نے ایسا کام کیا جو نہایت شاندار تھا۔ اسی طرح اگر محمود غزنوی نے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ کے اخلاق دکھائے ہیں تو بہر حال وہ ایک قابلِ تعریف بادشاہ سمجھا جائے گا۔ اور اسی نقطۂ نگاہ سے ہمیں اس کے افعال کو دیکھنا پڑے گا[1]

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے متعلق ایک عجیب واقعہ } ایک صاحب نے ایک دفعہ مجھے سنایا کہ میرے والد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے بہت دوست ہوا کرتے تھے۔ اور انکی مجھے ہدایت تھی۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب جب شملہ میں آیا کریں تو میں اُن سے ضرور ملنے کے لئے جایا کروں۔ ایک دفعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شملہ میں آئے۔ مَیں اُن کو دبا رہا تھا۔ کہ اتنے میں حافظ عبدالرحمن صاحب کتاب الصرف کے مصنف وہاں آگئے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب مرزا قادیانی نے بڑی ترقی کرلی ہے۔ لوگ اس کے معتقد ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہ فتنہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ مختلف گفتگوؤں کے بعد کسی نے کہا۔ کہ ایسے شخص کو کوئی مار بھی نہیں ڈالتا۔ اسپر مولوی محمد حسین صاحب

[1] تفسیر کبیر جلد ششم جزء چہارم نصف اوّل صفحہ ۲۰۴-۲۰۵-

کہنے لگے مشکل یہ ہے کہ کئی دفعہ ایسا بھی لوگوں نے کرنا چاہا ہے مگر وہ کسی نہ کسی طرح بچ جاتا ہے۔ اسی دوست نے ذکر کیا۔ کہ جب وہ یہ باتیں آپس میں کر رہے تھے تو میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ یہ مولوی آدمی ہیں۔ انھیں ان باتوں کا کیا علم۔ میں خود یہ ثواب حاصل کرونگا اور اُن کو ضرور قتل کر کے رہوں گا۔ یہ ارادہ میں نے پختہ طور پر کر لیا مگر جب دوسرا دن ہُوا تو حافظ عبدالرحمن صاحب پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملنے کے لئے آئے اور کہنے لگے۔ مولوی صاحب اب مرزا صاحب کے مقابلہ کا راستہ نکل آیا ہے۔ مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ خدا کے حکم کے ماتحت میں آئندہ کوئی مباحثہ نہیں کرونگا۔ یہ اشتہار ایسا ہے جس سے مرزا بالکل پکڑا جائے گا۔ ہم اس کے مقابلہ میں ایک مباحثہ کا اشتہار شائع کر دیتے ہیں۔ اگر اُس نے مباحثہ کو مان لیا تو ہم کہیں گے دیکھو ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ خدا نے مجھے مباحثات سے روکا ہے۔ اور دوسری طرف مباحثہ کو منظور کر لیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ کہا گیا تھا وہ بالکل جھوٹ تھا۔ اور اگر وہ مباحثہ کے لئے نہیں نکلے گا تب بھی اسکی شکست ہو گی کیونکہ ہم دُنیا میں اعلان کر دینگے کہ ہم مرزا صاحب کو مباحثہ کے لئے بلاتے ہیں مگر وہ میدان میں نکلنے کے لئے تیار نہیں۔ انکی یہ بات سُنتے ہی مولوی محمد حسین صاحب اُٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ حافظ صاحب آپ نے خوب بات نکالی۔ یہ مرزا قادیانی کو لوگوں کی نگاہ سے گرانے کا نہایت کامیاب حربہ ہے۔

راوی نے بیان کیا کہ جب انکی یہ باتیں میں نے سنیں تو اسی وقت یقین کر لیا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں پہلے دن تو یہاں تک کہتے تھے کہ قتل کرنے والے قتل کرنا چاہتے تھے مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ اور آج ایک خلاف تقویٰ تجویز پر متفق ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں میں ایمان اور تقویٰ بالکل نہیں ہے۔ چنانچہ یہی واقعہ آخر میں انکی

ہدایت اور قبول احمدیت کا باعث ہو گیا۔ تو فرماتا ہے۔ یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ۔ وہ اس نجم الثاقب کو مٹانے کے لئے قسم قسم کی کوششیں کرینگے مگر نہ انھیں ذاتی قوت ملے گی۔ اور نہ کوئی مددگار ملے گا۔ جو لوگ بھی انکی مدد کے لئے کھڑے ہونگے وہ بالکل نکمے اور بیکار ہونگے۔[1]

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شدید مخالف تھے۔ اور انکی ساری عمر آپ کی مخالفت کرتے گزر گئی۔ انھوں نے ایک دفعہ بڑی تعلّی کے ساتھ کہا تھا۔ کہ مَیں نے ہی مرزا صاحب کو اونچا کیا تھا اور اب مَیں ہی اُن کو نیچے گراؤں گا۔ مگر اسکے بعد انھوں نے حضرت مرزا صاحب کو کیا گرانا تھا خود ہی ذلیل ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے دو بیٹے بھاگ کر قادیان میں میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ ہمارا باپ اتنا بے غیرت ہے کہ وہ ہمیں کہتا ہے کہ ہم کسی یتیم خانہ میں داخل ہو جائیں۔ وہ ہمیں ہر وقت مارتا پیٹتا ہے اور ہم سے ذلیل کام لیتا ہے ہم اب اس کے پاس نہیں رہنا چاہتے۔ مَیں نے ان دونوں کا وظیفہ لگا دیا اور انھیں قادیان میں تعلیم دلائی۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ اس میں میری بڑی ذلت ہے ان کو قادیان سے نکال دیں مگر مَیں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ میرے پاس مدد کیلئے آئیں اور میں اُن کو نکال دوں اس کے بعد وہ دونوں احمدی ہو گئے۔ اور آخر مولوی صاحب زور دیکر انکو واپس لے لئے۔ مگر پھر بھی اُن سے ایسا سلوک کیا کہ اُن میں سے ایک تو مر گیا۔ مگر دوسرا عیسائی ہو گیا۔ اور اب تک زندہ ہے۔ اور ریاست میسور میں کاروبار کرتا ہے وہ کہتا ہے۔ میں دل سے تو احمدی ہوں مگر روزی کے لئے مذہب تبدیل کیا ہوا ہے۔ یہ کتنا تلخ گھونٹ تھا جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو پینا پڑا۔ وہ شخص جس نے

[1] تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔

کہا تھا کہ مَیں نے ہی مرزا صاحب کو اونچا کیا تھا اور اب مَیں ہی انکو نیچے گراؤں گا
اُس کے اپنے لڑکے ہمارے پاس مدد کے لئے آئے اور انھوں نے کہا۔ کہ ہمارا باپ
ہم کو مارتا پیٹتا ہے اور کھانے کے لئے روٹی تک نہیں دیتا۔ کہتا ہے کہ یتیم خانے
میں داخل ہو جاؤ۔ میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں۔ چنانچہ ہم نے اُنکی مدد کی اور
اپنے مدرسہ میں رکھ کر تعلیم دلائی۔ پس یہ واقعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے
لئے کتنا تلخ گھونٹ تھا جو اُن کو پینا پڑا۔[1]

ایک صوفی منش کے ایک اعتراض کا لطیف جواب اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے ہماری جماعت کے ایک دوست تھے شیخ غلام احمد صاحب مرحوم
ان کو اپنے متعلق تصوف میں دخل رکھنے کا خاص خیال تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ تصوف
کے متعلق جو اُن کا نظریہ ہے وہی سب دُنیا کا ہونا چاہیئے۔ ایک دفعہ وہ مجھ سے
ملے اور کہنے لگے بتائیے آپ کو غریب اچھے لگتے ہیں یا امیر اچھے لگتے ہیں۔ مَیں نے
پہلے تو اُن کو ٹالنا چاہا مگر جب بار بار اور اصرار کے ساتھ انھوں نے یہ سوال کیا
تو مَیں نے انھیں کہا۔ کہ مجھے نہ امیر اچھے لگتے ہیں نہ غریب اچھے لگتے ہیں۔ نہ امیر بُرے
لگتے ہیں نہ غریب بُرے لگتے ہیں۔ مَیں تو یہ دیکھتا ہوں کہ جہاں تک خدا تعالےٰ
کے کام کا تعلق ہے۔ اس کو سرانجام دینے کے لئے وہ میرے ساتھ کسی امیر کو
وابستہ کرتا ہے یا کسی غریب کو وابستہ کرتا ہے۔ اگر میرے کام کیلئے وہ ایک
غریب کو چُنتا ہے تو وہی مجھے اچھا لگتا ہے۔ اور اگر میرے کام کے لئے وہ ایک
امیر کو چنتا ہے تو وہی مجھے اچھا لگتا ہے۔ مَیں تو اللہ تعالیٰ کے اشارہ کی طرف
نگاہ رکھتا ہوں۔ کہ وہ کس آدمی کو کام کے لئے میرے ساتھ وابستہ کر رہا ہے
اگر امیر ہو تو مجھے اس امیر سے محبت ہو جاتی ہے اور اگر غریب ہو تو مجھے اس غریب سے

[1] تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۵۱۸

محبت ہوجاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے کام کے لئے امیروں
کو بھی چنتا ہے اور غریبوں کو بھی چنتا ہے۔ مگر اکثر وہ غریبوں میں سے چنتا ہے
اور اگر کوئی امیر چنا جاتا ہے تو اس وجہ سے نہیں۔ کہ خاندانی لحاظ سے۔ اللہ تعالےٰ
اس کو آگے لانا پسند کرتا ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ذاتی قابلیتوں کے لحاظ سے وہ
اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اُسے آگے لایا جائے مگر چونکہ خاندانی عظمت کا جوہر
بھی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے نبیؐ کی جماعت میں وہ عزت پا جاتا ہے [1]

خان فقیر محمد خاں صاحب اگزیکٹو انجینئر سے متعلق واقعہ

اسی سلسلہ میں مَیں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اس بارہ
میں مجھے ایک عجیب تجربہ ہوا ہے۔ سرحد کے ایک چودھری (خان نامی) فقیر محمد صاحب
اگزکٹو انجینئر تھے وہ ایک دفعہ دہلی میں مجھے ملے۔ اور انھوں نے مجھ سے ذکر
کیا کہ ہم چار بھائی ہیں جن میں سے دو بھائی غیر احمدی ہیں۔ اور دو بھائی احمدی ہیں
اپنے متعلق انھوں نے کہا کہ مَیں ابھی تک آپ کی جماعت میں شامل نہیں ہوا۔ مَیں نے
ان سے کہا کہ آپ کیوں احمدی نہیں ہوئے کیا آپ کو احمدیت کی صداقت کے متعلق
کوئی شبہ ہے؟ انکی طبیعت میں مذاق تھا وہ میرے اس سوال کے جواب میں کہنے
لگے کہ مجھے تو ابھی تک احمدیت پر غور کرنے کا موقع نہیں ملا لیکن بات یہ ہے کہ
ہم پورا پورا انصاف کرنے کے عادی ہیں۔ روپیہ میں سے اٹھنّی ہم نے آپ کو دیدی
ہے۔ اور اٹھنّی دوسرے مسلمانوں کو دیدی ہے مَیں نے بھی اُن سے مذاقاً کہا۔ کہ خان صاحب
ہم تو اٹھنّی پر راضی نہیں ہوتے۔ ہم تو پورا روپیہ لے کر چھوڑا کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگے
تو پھر اپنی توجہ سے لے لیجئے۔ مَیں نے کہا ہماری کوشش تو یہی ہے اللہ تعالیٰ جب چاہیگا
بقیہ اٹھنّی بھی مل جائیگی۔ وہ اس وقت مع اہل و عیال انگلستان کی سیر کو جا رہے تھے

[1] تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۱۶۴

میری اس بات کو سُنکر انھوں نے کہا۔ کہ خان محمد اکرم خان صاحب چارسدہ والے میرے بھائی ہیں۔ انھوں نے آپکی بعض کتابیں میرے ٹرنک میں رکھدی ہیں۔ مَینے اُن سے کہا بھی ہے کہ مَیں تو وہاں سیر کے لئے جا رہا ہوں۔ ان کتابوں کے پڑھنے کا کہاں موقع ہوگا مگر وہ مانے نہیں اور زبردستی میرے ٹرنک میں انھوں نے کتابیں رکھ دی ہیں۔ مگر اب تک مجھے پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ ولایت چلے گئے۔ ابھی تین مہینے ہی گزرے تھے کہ مجھے ایک چھٹی پہنچی۔ اس کے شروع میں ہی یہ لکھا تھا۔ کہ مَیں اصل مطلب لکھنے سے پہلے آپکی شناخت کے لئے یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جو آج سے تین ماہ پہلے دہلی کے شاہی قلعہ میں آپ سے ملا تھا۔ اور مَینے آپ سے کہا تھا کہ ہم نے پورا پورا انصاف کیا ہے۔ اٹھنی آپ کو دیدی ہے۔ اور اٹھنی غیر احمدیوں کو دیدی ہے جس پر آپ نے کہا تھا کہ ہم تو پورا روپیہ لے کر چھوڑا کرتے ہیں۔ سو آپ کے حکم کے مطابق اب ایک اور چونی آپکی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور اپنے آپ کو بیعت میں شامل کرتا ہوں۔

اس کے بعد انھوں نے اسی مضمون کیطرف جس کا مَیں ابھی ذکر چکا ہوں اشارہ کیا اور لکھا کہ جب مَیں ولایت آیا۔ اور مَینے مختلف مقامات کی سیر کی تو گو مَیں پٹھان ہوں اور مذہبی جوش میرے دل میں موجود ہے مگر کُفر کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر میرا دل پژمردہ ہوتا چلا گیا اور مَینے کہا کہ اسلام اس قدر گر چکا ہے اور کُفر اس قدر ترقی کر چکا ہے کہ اب بظاہر اسلام کے پنپنے اور کُفر کے سرنگوں ہونے کا دُنیا میں کوئی امر کان نہیں۔ اسلام مرچکا ہے۔ اب اس کے زندہ ہونے کی امید ایک واہمہ سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ خیالات تھے جو میرے دل پر غالب آتے چلے گئے اور اس قدر میرے دل میں مایوسی پیدا ہوئی کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب اسلام دُنیا پر غالب نہیں آسکتا۔ ایک دن میرے دل پر اس خیال کا بے انتہا اثر ہوا اور اس

حالتِ مایوسی میں مَینے کہا۔ کہ آؤ ان کتب کو پڑھ کر دیکھو۔ جو میرے بھائی نے میرے ٹرنک میں رکھ دی تھیں۔ چنانچہ پہلے "اسلامی اصول کی فلاسفی" نکلی۔ اور اُسے مَینے پڑھا۔ اس کے بعد آپ کی کتاب "دعوۃ الامیر" نکلی اور اُسے مَینے پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے اس کتاب میں وہی ذکر آگیا جس نے میرے دل میں انتہائی طور پر مایوسی پیدا کر دی تھی یعنی اسلام کے تنزل اور اس کے ادبار کا اس میں ذکر تھا۔ مگر ساتھ ہی بتایا گیا تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے تنزل کے متعلق یہ پیشگوئی کی تھی جو پوری ہوگئی۔

غرض یکے بعد دیگرے اسلامی تنزل کے متعلق کئی پیشگوئیاں تھیں جو پڑھنے میں آئیں۔ اور جو واقعہ میں پوری ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد آپ نے اسلام کی ترقی کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوگئیں جو اسلام کے تنزل کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں تو وہ پیشگوئیاں کیوں پوری نہیں ہونگی جو اسلام کے دوبارہ غلبہ کے متعلق ہیں مَینے جب یہ مضمون پڑھا تو میرا دل خوشی سے بھر گیا۔ مایوسی میرے دل سے جاتی رہی امید جگمگا اُٹھی اور مَینے فیصلہ کیا کہ اب میں اس وقت تک سونے کیلئے اپنے بستر پر نہیں جاؤں گا۔ جب تک آپ کو اپنی بیعت کا خط نہ لکھ لوں۔ چنانچہ سونے سے پہلے میں یہ خط آپ کو لکھ رہا ہوں میری بیعت کو قبول کیا جائے [۱]

میاں نظام الدین صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے متعلق واقعہ

ہماری جماعت کے ایک دوست میاں نظام الدین صاحب کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ جو مَینے بارہا سنایا ہے کہ وہ ابھی بیعت میں شامل نہیں تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے اور

[۱] تفسیر کبیر جلد ششم جز چہارم نصف اول صفحہ ۱۹۶-۱۹۷

کہنے لگے کہ اگر میں قرآن کریم کی سو آیتیں ایسی نکلوا کر لے آؤں جن سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہو تو کیا آپ مان جائینگے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سو آیتوں کا کیا سوال ہے آپ ایک آیت ہی پیش کر دیں تو میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ انھوں نے کہا کہ میں دس آیتیں تو ضرور لا کر آپ کو دکھاؤں گا اور یہ کہہ کر خوش خوش مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے پاس گئے تاکہ قرآن سے ایسی آیتیں نکلوا لائیں مولوی محمد حسین صاحب ان دنوں لاہور میں تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ بھی جموں سے چھٹی پر وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور وفات و حیات مسیح پر بحث کے لئے آپس میں شرائط کا تصفیہ ہو رہا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ فرماتے تھے کہ اس مسئلہ کا قرآن سے فیصلہ ہونا چاہئے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب یہ کہتے تھے کہ حدیثیں بھی شامل ہونی چاہئیں۔ آخر بڑی بحث اور ردّ و کد کے بعد حضرت خلیفہ اوّلؓ نے مان لیا کہ بخاری بھی شامل کر لی جائے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو فخر کرنے کی بہت عادت تھی۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے جب انکی اتنی بات مان لی کہ بخاری سے بھی تائیدی رنگ میں ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے تو انکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ مسجد میں بیٹھ کر انھوں نے لاف زنی شروع کر دی کہ مولوی نورالدینؓ نے یوں دلیل دی۔ اور میں نے اُسے یوں پکڑا۔ اس نے اس طرح کہا۔ اور میں نے اسے اس طرح گرایا۔ اتنے میں میاں نظام الدین صاحب بھی وہاں جا پہنچے اور کہنے لگے مولوی صاحب ان بحثوں کو چھوڑیے۔ میں مرزا صاحب کو منوا کر آ رہا ہوں کہ اگر میں قرآن سے دس آیتیں ایسی نکلوا کر لے آؤں جن سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہو تو وہ اپنے عقیدہ کو ترک کر دیں گے آپ مہربانی فرما کر مجھے جلدی ایسی دس آیتیں قرآن سے لکھ دیں تاکہ میں مرزا صاحب کے سامنے پیش کر دوں۔

مولوی صاحب جو فخر و مباہات سے کام لے رہے تھے اور بار بار کہہ رہے تھے

کہ میں نے مولوی نورالدینؓ کو یوں رگیدا۔ اسے اس طرح پکڑا۔ اور اس طرح گرایا۔ ان کے تو یہ بات سنتے ہی حواس اُڑ گئے۔ اور جوش میں کہنے لگے تجھے کس پاگل اور جاہل نے کہا تھا۔ کہ تو اس معاملہ میں دخل دیتا۔ میں دو مہینے بحث کر کر کے مولوی نورالدین کو حدیث کی طرف لایا تھا تو پھر اس مسئلہ کو قرآن کی طرف لے گیا ہے۔ یہ اتنا گندہ فقرہ تھا۔ کہ میاں نظام الدین صاحب جو اپنے دل میں اسلام محبت رکھتے تھے اسے برداشت نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر تک حیرت سے ان کا منہ دیکھتے رہے۔ اور پھر کہنے لگے۔ مولوی صاحب اگر یہی بات ہے تو پھر جدھر قرآن ہے اُدھر ہی میں ہوں۔

چنانچہ وہ وہاں سے واپس آئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہو گئے۔ [۱]

دوران سفر حج کا ایک عجیب و غریب واقعہ } اسی طرح میں حج کے لئے گیا۔ تو ہمارے ایک رشتہ دار جو ہمارے نانا جان مرحوم کی ہمشیرہ کے بیٹے تھے اور اس لحاظ سے ہمارے ماموں تھے۔ اور بھوپال کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے اور ان کے ساتھ ہی ایک اور شخص نے جو بھوپال کے رہنے والے تھے۔ اور نواب جمال الدین خاں صاحب کے نواسے تھے۔ اور جن کا نام خالد تھا۔ ہمارے خلاف سخت شورش شروع کر دی اور لوگوں کو یہ کہہ کر بھڑکانا شروع کر دیا۔ کہ یہ لوگ کفر پھیلاتے ہیں اور ساتھ ہی مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو (جو اس سال حج کو گئے تھے) مباحثہ کے لئے آمادہ کرنا شروع کیا۔ اور انکی غرض یہ تھی کہ اس طرح ان کا اعلان کثرت سے ہوگا۔ اور مباحثہ ہوا تو لوگ جوش میں آکر انھیں قتل کر دینگے۔ گورنمنٹ کو انھوں نے یا ان کے ساتھیوں نے توجہ دلائی کہ ان کے خلاف فوری کارروائی کرے۔ اور اس فتنہ کو بڑھنے سے

[۱] تفسیر کبیر جلد ششم جز چہارم نصف اوّل صفحہ ۳۵۰-۳۵۱-

روکے لیکن ہمیں انکی اس اشتعال انگیزی کا کوئی علم نہ تھا۔ میں ایک دن ایک عرب عالم مولانا عبدالستار کبتی کو جو شریف مکہ کے بیٹوں کے استاد تھے تبلیغ کرنے کے لئے گیا۔ وہ بہت ہی شریف الطبع آدمی تھے۔ عقیدۃً وہابی تھے مگر اپنے آپ کو وہابی ظاہر نہیں کرتے تھے بلکہ حنبلی ظاہر کرتے تھے۔ انھوں نے باتوں باتوں میں اپنے متعلق خود ہی بتایا۔ کہ میں ہوں تو اہلحدیث۔ لیکن یہاں اہلحدیثوں کو چونکہ لوگ سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لئے میں اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتا۔ تعلیم کا کام بھی میں مفت اس لئے کرتا ہوں تاکہ شریف کے خاندان کی امداد حاصل رہے۔ اس پوزیشن میں ہونے کی وجہ سے کوئی شخص میرے خلاف شرارت کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ آدمی بڑے شریف تھے۔ میں انکو کافی دیر تک تبلیغ کرتا رہا۔ جاتی دفعہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک کتاب کے متعلق فرمایا تھا کہ اس کا عرب ممالک سے پتہ لگانا۔ انھیں بھی کتابوں شوق تھا۔ میں نے ان سے اس کتاب کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا۔ کہ یہ کتاب میرے پاس تو نہیں لیکن حلب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جب میں تبلیغ سے فارغ ہُوا۔ تو وہ کہنے لگے۔ آپ نے مجھے تو تبلیغ کرلی ہے اور آپ کی باتیں بھی معقول ہیں۔ لیکن میرے سوا اور کسی کو آپ تبلیغ نہ کریں ورنہ آپ کی جان کی خیر نہیں۔ لوگ بہت جوش میں ہیں۔ اگر آپ نے تبلیغ کی تو خطرہ ہے۔ کہ آپ پر کوئی شخص حملہ نہ کر بیٹھے یا حکومت ہی آپ کو قید نہ کردے۔ میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں آپ کے خلاف بعض لوگوں نے یہاں اشتہار شائع کیا ہے۔ اور لوگ سخت جوش میں بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کس نے وہ اشتہار شائع کروایا ہے؟ تو انھوں نے کہا۔ ایک تو اس اشتہار کے محرک فلاں مولوی صاحب ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ تو میرے ماموں ہیں۔ اور کون صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا

دوسرے بھوپال کے ایک رئیس ہیں جن کا نام خالد ہے۔ ان دونوں نے آپ کے خلاف اشتہار دیا ہے یا دلوایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ اگر انھیں اپنے دعاوی کی صداقت پر یقین ہے تو مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے مباحثہ کریں۔ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی ان دنوں وہیں تھے۔ اور ہمارے ماموں کا یہ خیال تھا۔ کہ مکہ میں چونکہ باقاعدہ حکومت کوئی نہیں۔ اس لئے اگر مباحثہ ہو تو لوگ انھیں مار ڈالینگے۔ اور اس طرح ایک کانٹا نکل جائے گا۔ مولانا عبدالستار صاحب کبتی فرمانے لگے۔ میں نے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سے کہا ہے۔ کہ کہیں جوش میں مباحثہ نہ کر بیٹھنا کیونکہ یہاں احمدیوں کی اتنی مخالفت نہیں جتنی وہابیوں کی ہے۔ اس لئے لوگوں کو کیوں خواہ مخواہ اپنے خلاف اشتعال دلاتے ہو۔ احمدیوں کے خلاف کسی کو اشتعال آیا یا نہ آیا۔ تمہارے خلاف تو لوگ ضرور بھڑک اٹھیں گے۔ اس لئے وہ نوشائد اس ڈر سے مقابلہ نہ کریں۔ کہ کہیں شورش زیادہ نہ ہو جائے مگر آپ کسی اور کو اب تبلیغ نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ میں نے کہا۔ آپ کس کیطرف سے زیادہ خطرہ سمجھتے ہیں؟ انھوں نے ایک عالم کا نام لیا کہ اُسے تو بالکل تبلیغ نہ کرنا۔ میں نے کہا۔ میں تو اُسے ایک گھنٹہ تبلیغ کر کے آرہا ہوں۔ وہ حیران ہو کر بولے پھر کیا ہوا؟ میں نے کہا تھوڑی دیر کے بعد وہ غصہ اور جوش کی حالت میں کہہ دیتے تھے کہ نہ ہوئی تلوار ہمارے قبضہ میں ورنہ تمہارا سر اڑا دیتا۔ غرض وہ ہمارے ماموں اور بھوپال کے رئیس ہمارے خلاف لوگوں کو خوب بھڑکاتے رہے لیکن ادھر حج ختم ہوا اور اُدھر مکہ میں ہیضہ پھوٹ پڑا جو اتنا شدید تھا کہ لوگ گلیوں میں مُردوں کو پھینک دیتے تھے۔ دفن کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا تھا۔ یہ دیکھ کر نانا جان گھبرا گئے اور انھوں نے کہا۔ کہ ہمیں جلدی واپس چلنا چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ اور آخری ملاقات کے لئے نانا جان، صاحب مرحوم

اپنی بہن اور بھانجہ سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر گئے میں بھی ساتھ تھا جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک جنازہ پڑا ہے لوگ جمع ہیں اور تدفین کی تیاری ہو رہی ہے۔ نانا جان نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ لوگوں نے ہمارے ماموں کا نام لیا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے منیٰ سے واپس آئے تھے کہ ہیضہ کا حملہ ہو گیا اور تھوڑی دیر میں ہی فوت ہو گئے۔ ایک کا تو یہ حال ہوا۔

جب ہم جدہ پہنچے تو جدہ کے انگریزی قونصل خانہ میں بھی ہمارے ننھیال کے ایک رشتہ دار ہیڈ کلرک تھے۔ بھوپال کے جس رشتہ دار کا میں نے ذکر کیا ہے۔ وہ تو نانا جان مرحوم کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ اور یہ نانی اماں صاحبہ مرحومہ کے رشتہ داروں میں سے تھے یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہمارے جتنے رشتہ دار نانا جان مرحوم کی طرف سے تھے وہ بالعموم مخالف تھے اور جتنے نانی اماں کی طرف سے تھے وہ بالعموم محبت کرنے والے تھے (مگر اب حالات وہ نہیں رہے) یہ غالباً ان کی خالہ کے لڑکے تھے اور ہم سے بہت محبت کرتے تھے۔ جہاز چونکہ کم تھے اور لوگ جلدی واپس ہونا چاہتے تھے اس لئے ٹکٹ ملنے میں سخت دشواری تھی ہم نے ان سے کہا کہ ٹکٹوں کا جلدی انتظام کر دیں تا کہ ہم پہلے جہاز میں واپس ہو سکیں۔ انھوں نے جہاز ران کمپنی کے دفتر میں مجھے بٹھا دیا۔ اور میں اس کی کھڑکی کے قریب بیٹھ گیا۔ یہ کھڑکی بہت اونچی تھی اور وہاں ہاتھ بمشکل اونچا کر کے پہنچ سکتا تھا۔ اتنے میں ایک نوجوان جو دُبلے پتلے سفید رنگ کے تھے۔ اس کھڑکی کے نیچے آئے۔ انھوں نے مجھے بیٹھے ہوئے دیکھ کر خیال کیا کہ شاید میں کمپنی کا ملازم ہوں چنانچہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں ؟ میں نے کہا کہ آپ کا اس سے کیا مطلب ؟ انھوں نے کہا میرا مقصد یہ ہے کہ کیا آپ کمپنی میں کام کرتے ہیں۔ میں نے کہا میں کمپنی میں کام نہیں کرتا کہنے لگے تو کیا کمپنی سے کوئی اور تعلق ہے ؟ میں نے کہا کہ کمپنی سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ وہ کہنے لگے پھر آپ کمپنی کے دفتر میں بیٹھے کیوں ہیں ؟ میں نے

مینے کہا میرے ایک عزیز مجھے یہاں بٹھا گئے ہیں اور وہ خود ٹکٹوں کی خرید کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ ہمارا قافلہ تیس بتیس عورتوں اور مردوں پر مشتمل ہے اور اس وقت سخت مصیبت کا سامنا ہے۔ مگر ہمیں سب سے زیادہ فکر عورتوں کا ہے۔ ہیضہ کی وجہ سے عورتیں تو پاگل ہو رہی ہیں۔ اگر آپ دس بارہ ٹکٹ خرید دیں تو ہم عورتوں کو یہاں سے نکال دیں۔ مردوں کے ساتھ جو گزرے گی۔ گزر جائیگی مینے کہا عورتیں اکیلی کس طرح جائینگی۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ اگر آپ دو چار اور ٹکٹ لے دیں تو کچھ مرد بھی ان کے ساتھ جا سکیں گے اور آپ کی یہ بڑی مہربانی ہوگی مینے کہا ٹکٹوں کی خرید کے ساتھ میرا کوئی تعلق تو نہیں مگر میں کوشش کرتا ہوں وہ فوراً پیچھے پلٹ کر گئے اور واپس آ کر ایک تھیلی روپوں کی انھوں نے مجھے پکڑا دی جب میرے وہ عزیز اس کمرہ میں آئے تو مینے ان سے کہا۔ ماموں ان لوگوں کی حالت بہت قابل رحم ہے۔ آپ ان کو بھی ٹکٹ لا دیں۔ وہ اس وقت کسی بات پر چڑے ہوئے تھے کہنے لگے کیا میں کوئی ایجنٹ ہوں کہ ٹکٹ لاتا پھروں۔ مینے کہا۔ یہ رحم کا معاملہ ہے۔ آپ ضرور کوشش کریں۔ اور اگر ان کے لئے نہیں تو کم از کم میری خاطر ہی کچھ ٹکٹ لا دیں۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے واپس دفتر میں چلے گئے۔ اور مینے سمجھا کہ یہ کچھ مدد نہ کر سکینگے مگر تھوڑی ہی دیر میں وہ غالباً سترہ ٹکٹ لے کر واپس آئے اور میرے ہاتھ میں ٹکٹ پکڑا دیئے۔ مینے وہ ٹکٹ اور باقی روپے کھڑکی میں سے ان صاحب کو پکڑا دیئے اور وہ لے کر چلے گئے۔ شائد دوسرے ہی دن جب میں جہاز پر سوار ہونے کے لئے گیا۔ تو مجھے کچھ دیر ہو گئی تھی جہاز چلنے ہی والا تھا۔ وہ نوجوان جہاز کے دروازہ پر ہی مجھے ملے اور کہنے لگے آپ نے اتنی دیر لگا دی جلدی کریں جہاز تو چلنے والا ہے چنانچہ انھوں نے مزدوروں پر زور دیکر جلد جلد میرا اسباب جہاز میں رکھوایا۔ اور پھر بڑی ممنونیت کا اظہار کیا۔ کہ آپ نے بڑا احسان کیا جو ہمیں ٹکٹ لے دیئے۔ ورنہ ہمارا اسواد

ہونا بالکل ناممکن تھا۔ مَینے کہا آپ کی تعریف؟ کہنے لگے میرا نام خالد ہے۔ اور مَیں نواب جمال الدین خان صاحب کا نواسہ ہوں۔

اب سوچو۔ وہ صاحب جو مجھے مکہ میں بحث مباحثہ میں ڈال کر مروانے کے موجب ہو رہے تھے جب انھیں میرے نام کا پتہ لگا ہوگا تو وہ کس قدر شرمندہ ہوئے ہونگے کہ مَینے ان سے کیا سلوک کرنا چاہا تھا اور انھوں نے مجھ سے کیا سلوک کیا۔ چنانچہ اس کے بعد انھوں نے جہاز پر میری کبھی مخالفت نہیں کی بلکہ بھوپال کی جماعت کی یہ رپورٹ ہے کہ وہ جماعت کے دوستوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد سارے سفر میں وہ میرے ممنون احسان رہے۔ اور اصرار کرتے رہتے تھے کہ ان کے ساتھ کھانا کھایا جائے یا چائے پی جائے[1]

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایک اعتراض کا جواب

ہم نے دیکھا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لوگ ہمیشہ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ ان باتوں پر زور دیتے ہیں کہ مجھے یہ الہام ہُوا ہے مگر اور امور کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ آپ اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ سارے نقائص اور عیوب خدا تعالےٰ سے بُعد کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر لوگوں کو خدا تعالےٰ کی ذات کے متعلق کامل یقین پیدا ہو جائے۔ تو ان سے گناہ سرزد نہ ہوں۔ مَیں لوگوں کے سامنے خدا تعالےٰ کے تازہ بتازہ الہامات اور اس کے نشانات و معجزات کو بار بار اس لئے پیش کرتا ہوں کہ انکے دلوں میں خدا تعالیٰ کے متعلق یقین پیدا ہو جائے جس دن اُن کے دلوں میں سچا یقین پیدا ہوُا۔ اور انھوں نے مجھے مان لیا۔ تو یہ عیوب آپ ہی آپ دُور ہو جائینگے۔

غرض جب تک لوگ نبوت کی کھلی مخالفت نہیں کرتے۔ جزئیات کی طرف زیادہ

---

[1] تفسیر کبیر جلد ششم جز چہارم نصف اوّل صفحہ ۱۵۴ تا ۲۵۴

توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور انھیں کہا جاتا ہے۔ کہ تم میں یہ بھی نقص ہے وہ بھی نقص ہے۔ مگر جب وہ کھلے بندوں نبی کی مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں ہم اس نبی کو اور اس نبی کے ماننے والوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔ اس وقت ان کے نقص کو جو بنیادی ہے یعنی اللہ تعالےٰ کے کلام پر ایمان میں کمی اُسے سامنے رکھ کر اُسکی اصلاح پر زور دیا جاتا ہے اور اس میں باقی تمام جزئیات کی اصلاح آجاتی ہے۔ لہ

ظہیر الدین اروپی سے متعلق ایک واقعہ | مجھے ایک دفعہ ظہیر الدین اروپی نے جو مصلح موعود ہونے کا مُدعی تھا بڑے جوش سے لکھا کہ مَیں اتنے عرصہ سے آپ کے خلاف اشتہار اور ٹریکٹ وغیرہ شائع کر رہا ہوں مگر آپ ان میں سے کسی کا جواب ہی نہیں دیتے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ آپ مجھے مان لیں مگر یہ کیا بات ہے کہ آپ بالکل خاموش بیٹھے ہیں اور مخالفت بھی نہیں کرتے۔ اگر آپ اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم مخالفت ہی کریں خاموش کیوں بیٹھے ہیں۔ مَیں نے اُسے جواب میں لکھا کہ مخالفت بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے نصیب ہوتی ہے اور یہ بھی سچائی کی ایک علامت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ تمہارے اندر یہ علامت بھی پائی جائے اس لئے خواہ تم کتنی ہی خواہش رکھو کہ لوگ تمہاری مخالفت کریں تمہیں یہ مخالفت بھی نصیب نہیں ہو سکتی حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو مدعی بھی کھڑا ہو لوگ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ مخالفت بھی آسانی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی خدا تعالےٰ کے فضل کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو احمدیت کی مخالفت ہر ملک میں ہوئی۔ لیکن بہائیت کی مخالفت اس طرح نہیں ہوئی۔ صرف بابیوں کی مخالفت ایران میں ان کی سیاسی چالوں کی وجہ سے ہوئی حالانکہ وہ لوگ قرآن کو منسوخ قرار دیتے اور بہاء اللہ کی شریعت اسکی بجائے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں مسلمان

لہ تفسیر کبیر جلد ششم جزء چہارم نصف اوّل صفحہ ۲۰۲

یہ سب باتیں دیکھتے اور جانتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ بہائیوں کی کوئی مخالفت نہیں کرتے بلکہ ان کو اپنے گلے سے لگاتے ہیں۔ لیکن جہاں احمدیت کا ذکر آجائے وہاں فوراً مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں[1]

واقعات

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ

(۱) میرا نام غلام رسول ہے۔ اور میرے والد مرحوم کا نام میاں کرم دین صاحب اور والدہ مرحومہ کا نام آمنہ بی بی تھا۔ میرے گاؤں کا نام راجیکی ہے جو گجرات کے شہر سے تقریباً ۱۴ میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب آباد ہے۔ میری قوم ہمارے مورث اعلیٰ بھڑائچ کے نام کی وجہ سے پنجاب اور قندھار وغیرہ علاقوں میں وڑائچ یا بھڑائچ کہلاتی ہے ضلع گجرات میں ہماری قوم کے تقریباً پچاسی گاؤں ہیں جو مشرق سے مغرب کی طرف پچاس کوس میں آباد ہیں۔ علاوہ ازیں ہماری قوم پنجاب کے اکثر اضلاع میں اور صوبہ اودھ اور قندھار وغیرہ علاقوں میں بھی بود و باش رکھتی ہے۔ چنانچہ صوبہ اودھ کا شہر بہرائچ اور گجرات کاٹھیاواڑ کا علاقہ بھڑوچ اسی قوم کا جنم بھومی خیال کئے جاتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

اپنی والدہ ماجدہ کے بیان کے مطابق میں غالباً ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے بین بین بھادوں کے مہینہ میں پیدا ہوا تھا۔ میری پیدائش پر میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب نے اصرار کیا کہ میرا نام غلام رسول رکھا جائے۔ چنانچہ والد صاحب محترم نے بھائی صاحب کی خاطر یہی نام تجویز فرما دیا۔ حسن اتفاق سے میرے بھائی صاحب

---

[1] تفسیر کبیر جلد ششم جزء چہارم نصف اول صفحہ ۵۹۳۔

کار کھا ہوا یہ نام میری زندگی کے لئے ایک پیشگوئی ثابت ہوا۔ اور واقعی میرے مولا کریم نے مجھے مرشدِ وقت علیہ السلام کی غلامی سے نواز لیا۔ میری والدہ ماجدہ نے بھی میری پیدائش سے پہلے رؤیا میں دیکھا تھا کہ ہمارے گھر میں ایک چراغ روشن ہوا ہے جسکی روشنی سے تمام گھر جگمگا اٹھا ہے۔

طفولیت کے کچھ سال گذارنے کے بعد میرے والد محترم نے مجھے قرآن مجید پڑھنے کے لئے گاؤں کے ایک مکتب میں بٹھا دیا۔ اور اس کے بعد قصبہ گھوال کے پرائمری سکول میں داخل کرا دیا۔ یہاں کی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد میں قصبہ کنجاہ کے مڈل سکول میں داخل ہوا۔ مگر ہنوز تعلیم پوری نہ ہوئی تھی۔ کہ میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب کا بعمر ۲۳ سال انتقال ہو گیا۔ والد محترم جو پہلے ہی اپنے دو بیٹوں میاں حسام الدین اور میاں نجم الدین کے فوت ہو جانے کی وجہ سے کبیدہ خاطر اور دردمند رہتے تھے۔ اس جوان عمر بیٹے کی فوتیدگی پر نہایت غمزدہ ہوئے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! اب تم ہمارے پاس ہی رہا کرو۔ چنانچہ میں نے سکول کی پڑھائی چھوڑ دی۔ اور اپنے گاؤں میں ہی میاں محمد الدین صاحب کشمیری کے پاس پڑھنا شروع کر دیا۔ چونکہ میاں محمد الدین صاحب سکندر نامہ اور ابوالفضل تک فارسی زبان سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے مجھے ان کتابوں کے پڑھنے میں آسانی ہوئی۔ اس کے بعد میرے دل میں مثنوی مولانا رُوم پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور میں اپنے والدین سے اجازت حاصل کر کے موضع گولیکی جو ہمارے گاؤں سے تخمیناً چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مولوی امام الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے تو مولوی صاحب موصوف نے پڑھانے میں کچھ تامل فرمایا۔ مگر بعد میں یہ کہتے ہوئے کہ آپ بزرگوں کی اولاد ہیں مجھے مثنوی پڑھانے پر رضامند ہو گئے۔ تعلیم کے دوران میں آپ ہمارے بعض بزرگوں کی کرامتوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور بعض اہم امور کے لئے

مجھے دُعا کی تحریک بھی کیا کرتے تھے۔ میں ان دنوں اکثر صوم الوصال کے روزے رکھا کرتا اور شام کی نماز کے بعد سورۃ یٰسین۔ سورۃ ملک۔ سورۃ مزمل۔ درود اکبر درود مستغاث۔ درود وصال۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی علیہ الرحمۃ کے درود کبریت احمر کا وظیفہ بالالتزام کیا کرتا تھا۔

علاوہ ازیں موضع گوبیکی اور موضع فوجیانوالی کے درمیان ریگستانی ٹیلوں پر محاسبہ ومراقبہ کی غرض سے جایا کرتا اور گھنٹوں یادِ الٰہی میں تڑپ تڑپ کر روتا اور دُعائیں کرتا رہتا تھا۔

اس زمانہ میں خلوت نشینی میرا بہت ہی محبوب مشغلہ تھا اور مجھے اس میں انتہائی لطف محسوس ہوتا تھا۔ مگر تاریک ماحول اور بچپن کی عمر کی وجہ سے میں اس وقت کسی کامل انسان کی دستگیری سے محروم تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں جس قدر صوفی اور سجادہ نشین لوگ ہمارے علاقہ میں پائے جاتے تھے۔ ان کے بیشتر مشاغل ہندو جوگیوں کی طرح کشف القبور۔ کشف القلوب اور سلب امراض تک محدود تھے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں چشتی اور نقشبندی خاندانوں کی ریاضتیں بھی تصور شیخ کے مشرکانہ زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں ایسے حالات میں میرے آس پاس کے لوگ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے تھے۔ میرے لئے یہی چارہ کار تھا۔ کہ خداوند کریم کی ازلی رحمتیں اور شفقتیں میری دستگیری فرمائیں اور ان فیج اعوج کی گمراہیوں سے مجھے محفوظ رکھیں۔ چنانچہ یہ خدا تعالےٰ کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنی مخفی در مخفی حکمتوں کے ماتحت مجھے بچپن ہی سے ایسی راہوں پر چلایا جو آخر مجھے آستانہ سرمدی پر لانے کا موجب ہوئیں ؎

مابداں منزلِ عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطفِ شما پیش نہد گامے چند

(حیات قدسی حلد ۱ طبع ثانی ۸)

(۲) ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت راشدہ سے قبل میں نے خواب میں

دیکھا۔ کہ مَیں اپنے گاؤں موضع راجیکی میں اپنے گھر سے باہر نکلا ہوں اور اس کوچہ میں جو ہمارے گھر سے مغرب کی جانب شمالاً جنوباً چلا گیا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مستمیاں اللہ جویا اور نظام الدین بافندوں کی کھڈیوں کے پاس لوگ بڑی کثرت سے جمع ہیں۔ مَینے اس وقت سامنے والے ایک شخص سے پُوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے تو اس نے بتایا۔ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے۔ مَینے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس لشکر میں موجود ہیں۔ تو اُس نے کہا۔ کہ ہاں حضورؐ بھی موجود ہیں۔ یہ سُنتے ہی مَینے اپنی جوتیاں وہیں پھینکیں اور بھاگتے ہوئے آنحضورؐ کے لشکر میں جا ملا۔ وہاں دیکھا تو مشرقی جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شاہانہ ٹھاٹھ سے ایک ہاتھی کی عماری پر جلوہ فرما ہیں اور اِس لشکر میں جسکے متعلق یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بھرتی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اپنے گاؤں کے لوگوں میں سے اس وقت میں ہی حضور اقدس کی خدمتِ عالیہ میں آگے بڑھا اور تسلیمات عرض کرنے کے بعد اس لشکر میں بھرتی ہو گیا۔ اس کے بعد ہم تمام فوجیوں کو برچھیاں دی گئیں اور حکم مِلا کہ تم نے خنزیروں کو قتل کرنا ہے۔ ازاں بعد اچانک نظارہ بدلا۔ اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے چاروں طرف بڑے بڑے فربہ خنزیر ہیں جنھیں ہم نے قتل کرنا شروع کر دیا ہے اور جو خنزیر کسی سے قتل نہیں ہوتا۔ مَیں برچھی کے ایک ہی وار سے اسے وہیں ڈھیر کر دیتا ہوں۔ اور اس رویائے صادقہ کے بعد خدا تعالےٰ نے مجھے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں تبلیغِ ہدایت کا موقع عطا فرمایا۔ اور اِس مسیح موعود کے طفیل جسکی علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یَقْتُلُ الْخِنْزِیْر وَیَکْسِرُ الصَّلِیْب قرار دی ہے مجھے ہزاروں مرتبہ ایسے خنزیر صفت لوگوں کے مقابلہ میں اپنے فضل سے نمایاں فتح نصیب فرمائی ہے۔

اس رُویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہندوستان پر چڑھائی کرنے سے اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضور کی بعثتِ ثانیہ اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے ہندوستان کا ملک ہی مقدر ہے۔ اور دوسرے اِس رباعی سے بھی تصدیق ہوتی ہے جو کسی گزشتہ بزرگ نے مرقوم فرمائی ہے۔ ؎

كَانَتْ لِآدَمَ أَرْضُ الْهِنْدِ مُنْهَبِطًا ٭ وَفِيْهِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَشْغُوْلُ

مِنْ هٰهُنَا مُسْتَبِيْنٌ أَنَّ مَهْدِيَنَا ٭ مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

(حیات قدسی جلد۱ ص۹ تا ۱۱)

(۳۱) موضع گولیکی میں مثنوی مولانا روم پڑھتے ہوئے جب میں چوتھے دفتر تک پہنچا تو ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میں اور مولوی امام الدین صاحب رضؓ مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ کہ حُسنِ اتفاق سے پولیس کا ایک سپاہی نماز کے لئے اس مسجد میں آ نکلا۔ مولوی صاحب رضؓ نے جب اِس کے صافہ (دستار) میں بندھی ہوئی ایک کتاب دیکھی تو آپ نے پڑھنے کے لئے اِسے لینا چاہا۔ مگر اس سپاہی نے آپ کو روک دیا۔ مولوی صاحبؓ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا۔ یہ کتاب جس بزرگ ہستی کی ہے۔ وہ میرا پیشوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم اسے پڑھ کر میرے پیشوا کو بُرا بھلا کہنے لگ جاؤ جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکے گی۔ مولوی صاحبؓ نے کہا۔ آپ بے فکر رہیئے۔ ہم آپ کے پیشوا کے متعلق کوئی بُرا لفظ زبان پر نہیں لائیں گے۔ تب اُس سپاہی نے کہا اگر یہ بات ہے تو آپ بڑی خوشی سے اِس کتاب کو دیکھ سکتے ہیں بلکہ تین چار روز کے لئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس وقت میں تعمیلات کے لئے بعض دوسرے دیہات کے دورہ پر جا رہا ہوں۔ واپسی پر آپ سے یہ کتاب لے لوں گا۔ چنانچہ مولوی صاحب رضؓ نے وہ کتاب سنبھال لی اور گھر جاتے ہوئے ساتھ لے گئے۔ دوسرے دن جب میرا کسی کام سے مولوی صاحبؓ کے یہاں جانا

ہوا۔ تو میں نے وہی کتاب جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف آئینہ کمالات اسلام تھی۔ حضور اقدس کی چند نظموں کے اوراق کے ساتھ مولوی صاحب(رض) کی بیٹھک میں دیکھی۔ جب میں نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کئے۔ تو ایک نظم اس مطلع سے شروع پائی ؎

عجب نوریست در جانِ محمدؐ + عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

میں اس نظمِ نخبیہ کو اوّل سے آخر تک پڑھتا گیا۔ مگر سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے۔ جب میں آخری شعر پر پہنچا کہ ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است + بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

تو میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی۔ کہ کاش ہمیں بھی ایسے صاحبِ کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقعہ مل جاتا اور جب میں نے ورق اُلٹا تو حضور علیہ السلام کا یہ منظومۂ گرامی تحریر نظر آئی ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے + کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

چنانچہ اِسے پڑھتے ہوئے جب میں اِس شعر پر پہنچا کہ ؎

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں + نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضرت اقدس علیہ السلام کا نام ملحد و دجال وغیرہ رکھتے تھے بے حد تاسف پیدا ہوا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ مولوی امام الدین صاحبؓ اندرونِ خانہ سے بیٹھک میں آئیں تو میں آپ سے اس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں۔ چنانچہ جب مولوی صاحب بیٹھک میں آئے۔ تو میں نے آتے ہی دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں۔ اور آپ کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمد ہے جو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہے۔ اِس پر

سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ "دنیا بھر میں اِس شخص کے برابر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عاشق کوئی نہیں ہوا ہوگا۔"

اس کے بعد پھر مَیں نے حضرت اقدس کے دوسرے مطالبات منظومات پڑھنے شروع کئے تو ایک صفحہ پر حضور انور کے یہ اشعار میرے سامنے آئے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند * مصلحت را ابنِ مریم نام من بنہادہ اند
مے درخشم چوں قمر تابم چوں قرصِ آفتاب * کور چشم آنانکہ در انکار ہا افتادہ اند
صاد قم واز طرف مولا بانشانہا آمدم * صد درِ علم وہدیٰ برروئے من بکشادہ اند
آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمین * ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

ان ارشادات عالیہ کے پڑھتے ہی مجھے حضور اقدس ؑ کے دعوٰی عیسویت و مہدویت کی حقیقت معلوم ہوگئی اور مَیں نے ۱۸۹۷ء میں غالباً ماہ ستمبر یا ماہِ اکتوبر میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا نوشتہ خط جو میری قبولیتِ بیعت کے متعلق تھا مجھے پہنچ گیا۔ مَیں نے جب یہ خط مولوی امام الدین صاحب ؓ کو دکھایا تو انھوں نے کہا کہ آپ نے بیعت کرنے میں جلدی کی ہے۔ مناسب ہوتا اگر آپ تسلی کے لئے پوری پوری تحقیق کر لیتے۔ مَیں نے کہا کہ میری تسلی ہوگئی ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے وہ رسالے رسائل جو حضور اقدس ؑ نے قادیان سے میرے نام ارسال فرمائے تھے پڑھنا شروع کر دیئے۔ ان رسالوں کے مطالعہ سے مولوی صاحب کو اس وقت فائدہ ہوا یا نہیں۔ مگر مجھے ان کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوا۔ کہ جیسے میں ایک تاریک دنیا سے نکل کر روشنی کے عالم میں آ گیا ہوں۔

آخر مولوی صاحب کو بھی خدا تعالےٰ نے حضور اقدس ؑ کی کتابوں کے مطالعہ سے ہدایت بخشی اور آپ میرے ساتھ ۱۸۹۹ء میں حضور اقدس علیہ السلام کی دستی

بیعت کے لئے قادیان روانہ ہو گئے۔

(۴) وطنِ مالوف موضع راجیکی پہنچتے ہی خداوندِ کریم کی نوازشِ ازلی نے میرے اندر تبلیغ احمدیت کا ایسا بے پناہ جوش بھر دیا کہ میں شب و روز دیوانہ وار اپنوں اور بیگانوں کی محفل میں جاتا۔ اور سلام و تسلیم کے بعد امام الزمان علیہ السلام کے آنے کی مبارکباد عرض کرتے ہوئے تبلیغ احمدیت شروع کر دیتا۔ جب گرد و نواح کے دیہات میں میری تبلیغ اور احمدی ہونے کا چرچا ہُوا تو اکثر لوگ جو ہمارے خاندان کو پُشتہا پُشت سے ولیوں کا خاندان سمجھتے تھے مجھے اپنے خاندان کے لئے باعثِ ننگ خیال کرنے لگے اور میرے والد صاحب محترم اور میرے چچاؤں کی خدمت میں حاضر ہو کر میرے متعلق طعن و تشنیع شروع کر دی۔ میرے خاندان کے بزرگوں نے جب ان لوگوں کی باتوں کو سُنا اور میرے عقائد کو اپنی آبائی وجاہت اور دنیوی عزت کے منافی پایا تو مجھے خلوت و جلوت میں کوسنا شروع کر دیا۔ آخر ہمارے ان بزرگوں اور دوسرے لوگوں کا جذبہ تنافر یہاں تک پہنچا کہ ایک روز یہ لوگ مولوی شیخ احمد ساکن دھریکاں تحصیل پھالیہ اور بعض دیگر علما کو ہمارے گاؤں میں لے آئے۔ یہاں پہنچتے ہی ان علما نے مجھے سینکڑوں آدمیوں کے مجمع میں بُلایا۔ اور احمدیت سے توبہ کرنے کے لئے کہا۔ میری عمر اگرچہ اُس وقت اٹھارہ انیس سال کے قریب ہو گی مگر اس رُوحانی جرأت کی وجہ سے جو میرے محبوب ایزدی نے مرحمت فرمائی تھی میں نے ان مولویوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور اِس بھرے مجمع میں جہاں ہمارے علاقہ کے زمیندار اور نمبردار اور ذیلدار وغیرہ جمع تھے۔ ان لوگوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل سنانے کی کوشش کی۔ لیکن مولوی شیخ احمد اور اُن کے ہمراہیوں نے میرے دلائل سُننے بغیر مجھے کافر ٹھہرا دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے کہ اس لڑکے نے ایک ایسے خاندان کو بٹہ لگایا ہے جس میں پشتہا پشت سے ولی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور جس کی بعض خواتین بھی صاحب کرامات و کشوف گذری ہیں تمام لوگوں کا میرے ساتھ مقاطعہ

کرا دیا۔ اس موقعہ پر میرے بڑے چچا حافظ برخوردار صاحب کے لڑکے حافظ غلام حسین جو بڑے دبدبہ کے آدمی تھے کھڑے ہوئے اور میری حمایت کرتے ہوئے ان مولویوں اور ذیلداروں کو خوب ڈانٹا۔ لوگوں نے جب انکی خاندانی عصبیت کو دیکھا تو خیال کیا۔ کہ اب یہاں ضرور کوئی فساد ہو جائے گا۔ اس لئے منتشر ہو کر ہمارے گاؤں سے چلے گئے۔

جب مولوی شیخ احمد میرے دلائل سُنے بغیر ہی اپنے گاؤں چلا گیا۔ تو مَیں نے اُسے ایک عربی خط لکھا جس میں سید عبدالقادر جیلانیؒ۔ بایزید بسطامیؒ۔ محی الدین صاحب ابنِ عربی علیہ الرحمۃ اور حضرت جنید بغدادیؒ وغیرہ بزرگوں کے مخالفین کے فتاویٰ تکفیر کی مثال دیکر سمجھایا کہ تم نے ہمارے معاملہ میں بھی یقیناً انہی مخالفین کیطرح ٹھوکر کھائی ہے۔ اس کے جواب میں اُس نے دو شعر فارسی کے لکھے اور پھر خاموش ہو گیا۔ وہ اشعار یہ ہیں:۔ ؎

رفتنی بہ بزمِ غیر تکو نامیٔ تو رفت ✤ ناموس صد قبیلہ بیک خامیٔ تو رفت

اکنوں اگر فرشتہ بگوئیم تا چہ شود ✤ در شہر ہا حکایتِ بدنامیٔ تو رفت

یہ اشعار ظہیری شاعر کی نظم سے اخذ کئے گئے ہیں:۔ (حیات قدسی جلد ا صفحہ ۱۹ تا ۲۰)

(۵) ایسا ہی موضع ڈھدرہا ہیں جو ہمارے گاؤں سے جانبِ جنوب مغرب ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جب مَیں تبلیغ کرنے کے لئے جاتا۔ تو وہاں کا ملاں محمد عالم لوگوں کو میری باتیں سُننے سے روکتا۔ اور اُس فتویٰ کُفر کا جو مجھ پر لگایا تھا جا بجا تشہیر کرتا۔ آخر اُس نے موضع مذکور کے ایک مضبوط نوجوان جیون خان نامی کو جس کا گھرانہ جتھے کے لحاظ سے بھی گاؤں کے تمام زمینداروں پر غالب تھا میرے خلاف ایسا بھڑکایا۔ کہ وہ میرے قتل کے درپے ہو گیا اور مجھے پیغام بھجوایا کہ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے گاؤں کا رُخ نہ کرنا ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ مَیں نے جب یہ پیغام سُنا تو دُعا کے لئے نماز میں کھڑا ہو گیا اور خدا کے حضور گڑگڑا کر دُعا کی۔ تب اللہ تعالےٰ نے جیون خاں اور ملاں محمد عالم کے متعلق مجھے الہاماً بتایا کہ:۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ

اس القاء ربانی کے بعد مجھے دوسرے دن ہی اطلاع ملی۔ کہ جیون خاں شدید قولنج میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اور ملاں محمد عالم ایک بداخلاقی کی بناء پر مسجد کی امامت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ پھر قولنج کے دورہ کی وجہ سے جیون خاں کی حالت تو یہاں تک پہنچی کہ چند دنوں کے اندر وہ قوی ہیکل جوان مشتِ استخوان ہو کر رہ گیا۔ اور اس کے گھر والے جب ہر طرح کی چارہ جوئی کر کے اسکی زندگی سے مایوس ہو گئے تو اس نے کہا میرے اندر یہ وہی کلہاڑیاں اور چھریاں چل رہی ہیں جن کے متعلق بیٹے میاں غلام رسول راجیکی والے کو پیغام دیا تھا۔ اگر تم میری زندگی چاہتے ہو تو خدا کے لئے اُسے راضی کرو۔ اور میرا گناہ معاف کراؤ۔ ورنہ کوئی صورت میرے بچنے کی نہیں۔ آخر اس کے نو دس رشتہ دار باوجود ملاں محمد عالم کے روکنے کے ہمارے گاؤں کے نمبردار کے پاس آئے اور اُسے میرے راضی کرنے کے لئے کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میاں صاحب اگرچہ ہماری برادری کے آدمی ہیں۔ مگر ان کے گھرانے کی بزرگی کی وجہ سے آج تک ہمارا کوئی فرد انکی چارپائی پر بیٹھنے کی جرأت نہیں کرتا۔ میں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں اِس قسم کی باتوں میں انکی بے ادبی نہ ہو جائے۔

بالآخر وہ ہمارے نمبردار کو لے کر میرے والد محترم اور میرے چچا علم الدین اور حافظ نظام الدین صاحب کے ہمراہ میرے پاس آئے اور اپنے سروں سے پگڑیاں اُتار کر میرے پاؤں پر رکھ دیں اور چیخیں مار مار کر رونے لگے کہ اب یہ پگڑیاں آپ ہمارے سروں پر رکھیں گے تو ہم جائیں گے ورنہ یہ آپ کے قدموں پر دھری رہینگی۔ انکی اس حالت کو دیکھ کر میرے والد صاحب اور میرے چچوں نے انکو معاف کرنیکی سفارش کی جسے بالآخر میں مان کر اپنے بزرگوں کی معیت میں ان لوگوں کے ساتھ دصدر پا پہنچا جیون خاں نے جب مجھے آتے ہوئے دیکھا تو میری توبہ۔ میری توبہ کہتے ہوئے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اور اتنا رویا اور چلایا کہ اسکی گریہ وزاری سے اس کے تمام

گھر والوں نے بھی رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت یہ عجیب بات ہوئی کہ وہ جیون خاں جسے علاقہ کے طبیب لاعلاج سمجھ کر چھوڑ گئے تھے ہمارے پہنچتے ہی افاقہ محسوس کرنے لگا۔ اور جب تک ہم وہاں بیٹھے رہے وہ آرام سے پڑا رہا۔ مگر جب ہم اپنے گاؤں کی طرف لوٹے تو پھر کچھ دیر بعد درد و کرب کی وہی حالت ہو گئی جسکی وجہ سے پھر اس کے رشتہ داروں نے مجھے بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ اور میں والد صاحب اور چچوں کے فرمانے پر اس آدمی کے ہمراہ جیون خاں کے گھر چلا آیا۔ یہاں پہنچتے ہی اُس کے گھر کی تمام عورتوں اور مردوں نے نہایت منت و زاری سے مجھے کہا۔ کہ جب تک جیون خاں کو صحت نہ ہو جائے۔ آپ ہمارے گھر ہی تشریف رکھیں اور اپنے گاؤں نہ جائیں۔ اِدھر ملاں محمد عالم اور اس کے ہمنواؤں نے جب میری دوبارہ آمد کی خبر سُنی تو جابجا اس بات کا ڈھنڈھورا پیٹنا شروع کیا۔ کہ وہ مریض جسے علاقہ بھر کے اچھے اچھے طبیب لاعلاج کر چکے ہیں۔ اور اب لبِ گور پڑا ہے۔ یہ مرزائی اسے کیا صحت بخشے گا۔

یہ باتیں جب میرے کانوں میں پُہنچیں تو مَیں نے جوش غیرت کے ساتھ خدا کے حضور جیون خاں کے لئے الحاح اور توجہ سے دُعا شروع کر دی۔ چنانچہ ابھی ہفتہ عشرہ بھی نہیں گذرا تھا کہ جیون خاں کو خدا تعالےٰ نے سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی اعجازی برکتوں کی وجہ سے دوبارہ زندگی عطا فرمادی۔ اور وہ بالکل صحت یاب ہو گیا۔ اس کرشمۂ قدرت کا ظاہر ہونا تھا۔ کہ اس گاؤں کے علاوہ گرد و نواح کے اکثر لوگ بھی حیرت زدہ ہو گئے اور جابجا اس بات کا چرچا کرنے لگ گئے۔ کہ آخر مرزا صاحب کوئی بہت بڑی ہستی ہیں جن کے مریدوں کی دُعا میں اتنا اثر پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ کے جلالی و قہری ہاتھ نے ملّاں محمد عالم کو پکڑا۔ اور اسکی روسیاہی اور رسوائی کے بعد ایسے بھیانک مرض میں مبتلا کیا۔ کہ اس کے جسم کا آدھا طولانی حصہ بالکل سیاہ ہو گیا اور وہ اسی مرض میں اس جہان سے کوچ کر گیا۔ ؎ اِنَّ السَّمُوْمَ لَشَرٌّ مَا فِی الْعَالِمِ ۔ شَرُّ السَّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

حیاتِ قدسی جلد ا صفحہ ۲۵۔۲۶

(۶) موضع سعد اللہ پور جو ہمارے گاؤں سے جانب جنوب کوئی تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں کے اکثر حنفی لوگ بھی ہمارے بزرگوں کے ارادتمند تھے۔ اس لئے میں کبھی کبھار اس موضع میں تبلیغ کی غرض سے جایا کرتا تھا۔ اور ان لوگوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سمجھانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس موضع میں مولوی غوث محمد صاحب ایک اہلحدیث عالم تھے۔ اور امرتسر کے غزنوی خاندان سے نسبت تلمذ رکھنے سے احمدیت کے سخت معاند اور مخالف تھے۔ مَیں نے ایک روز ظہر کے وقت ان لوگوں کو مسجد میں احمدیت کی تبلیغ کی۔ اور انہیں بھی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ کتابیں اور رسالے مطالعہ کے لئے دیئے۔ جب انہیں اس تبلیغ اور حضور اقدسؑ کی کتابوں سے یہ علم ہوا کہ مَیں حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور امام مہدی تسلیم کرتا ہوں تو انہوں نے میرے حق میں بے تحاشا فحش گوئی شروع کر دی۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات والا صفات کے متعلق گند اچھالا۔ مَیں نے انہیں بہتیرا سمجھایا کہ آپ جتنی گالیاں چاہیں مجھے دے لیں۔ لیکن حضرت اقدسؑ کی توہین نہ کریں مگر وہ اس سے باز نہ آئے۔ آخر چار و ناچار مَیں تخلیہ میں جا کر سجدہ میں گر پڑا۔ اور رو رو کر بارگاہِ ایزدی میں دُعا مانگی اور رات کو کھانا کھانے کے بغیر مسجد میں سو گیا۔ جب سحری کا وقت قریب ہوا تو مولوی غوث محمد صاحب مسجد میں میرے پاس پہنچے اور معافی مانگتے ہوئے مجھے کہنے لگے کہ خدا کے لئے ابھی حضرت مرزا صاحب کو میری بیعت کا خط لکھ دو۔ ورنہ میں ابھی مر جاؤں گا اور دوزخ میں ڈالا جاؤں گا۔ نیز تحقیر سے اپنا نام "غوثا" لے کر وہ تمام گالیاں جو پہلے مجھے اور حضرت اقدس کو نکالی تھیں۔ اپنے آپ کو نکالنی شروع کر دیں کہ میں غوثا ایسا۔ میں غوثا ویسا وغیرہ وغیرہ مَیں نے جب ان کا احمدیت کیطرف رجوع دیکھا تو حیران ہو کر اس کی وجہ دریافت کی۔ مولوی صاحب نے بتایا۔ کہ رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ قیامت کا دن ہے اور مجھے دوزخ میں ڈالے جانے کا

حکم صادر ہوا ہے۔ اور اسکی تعمیل کرانے کے لئے میرے پاس بڑی بھیانک شکل کے فرشتے آئے ہیں۔ اور ان کے پاس آگ کی اتنی بڑی بڑی گرزیں ہیں جو بلندی میں آسمان تک پہنچتی ہیں۔ انھوں نے مجھے پکڑا ہے اور کہتے ہیں کہ تم نے مسیح موعود اور امام زمانہ کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے اب دوزخ کیطرف چلو اور اسکی سزا بھگتو۔ مَیں نے ڈرتے ڈرتے انکی خدمت میں عرض کیا کہ میں توبہ کرتا ہوں اب مجھے چھوڑ دیجئے۔ انھوں نے کہا۔ اب توبہ کرتے ہو اور مجھے مارنے کے لئے اپنا گرز اٹھایا جسکی دہشت سے میں بیدار ہو گیا۔ اور اب آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کہ خدا کے لئے آپ میرا قصور معاف فرمائیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں میری بیعت کا خط لکھ دیں چنانچہ اس خواب کی بناء پر آپ احمدی ہو گئے۔ اور اسکے بعد ہم دونوں کی تبلیغ سے اس گاؤں کے بیسیوں مرد اور عورتیں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ (حیاتِ قدسی جلد ۱ صفحہ ۲۵-۲۶)

انہی ایام کا ذکر ہے کہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ موضع راجیکی میں ہمارے مکان کی چھت پر اللہ تعالیٰ میری والدہ ماجدہ کے تمثل میں جلوہ فرما ہے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:- اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ؕ

اس بشارت الٰہی کے بعد موضع پادشاہانی ضلع جہلم کا مولوی احمد دین جو احمدیوں کے خلاف لوگوں کو اشتعال دلانے میں حد درجہ زبانِ شرر رکھتا تھا۔ موضع خوجیانوالی جو ہمارے گاؤں سے تقریباً چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے آیا اور آتے ہی اس نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ جن دیہات میں مرزائی پائے جاتے ہیں۔ وہ اس کنوئیں کیطرح ہیں جس میں خنزیر پڑا ہوا ہو۔

پس اگر گاؤں والے گاؤں کو اور اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتے ہیں تو مرزائیوں کو باہر نکال دیں۔ اس قسم کی تقریروں کا سلسلہ کچھ روز جاری رہا۔ تو لوگوں میں ہر طرف ہماری عداوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور ایک جمعہ کے دن جبکہ لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے

باہر سے بھی آئے ہوئے تھے اور اس موضع خوجیاں والی میں گردونواح کے ہزارہا لوگوں کا اجتماع ہو گیا تھا۔ اِس مولوی نے لوگوں کو احمدیوں کے خلاف بہت اشتعال دلایا۔ مَیں ان دنوں چونکہ تبلیغ کی غرض سے موضع رجوعہ اور موضع ہیلاں تحصیل پھالیہ گیا ہُوا تھا۔ اس لئے میرے بعد احمدی احباب اس مولوی کی فتنہ پردازیوں سے سخت خائف ہو گئے۔ آخر بعض مولویوں کے یقین دلانے پر کہ مرزائیوں میں سے کوئی بھی مجمع میں تقریر کرنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ جب مولوی احمد دین نے مقابلہ کا چیلنج دیا تو اِس علاقہ کے احمدیوں میں سے مولوی امام الدین صاحب اور مولوی غوث محمد صاحب وغیرہما نے ہمارے چوہدری مولاداد صاحب وڑائچ احمدی ساکن لنگہ کو میرے بُلانے کے لئے موضع ہیلاں بھیجا۔ چنانچہ مَیں اطلاع پاتے ہی گھوڑی پر سوار ہو کر موضع خوجیاں والی پہنچ گیا۔ اور آتے ہی ایک عربی خط لکھ کر مولوی احمد دین کے پاس بھیجا جسے وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے پڑھنے سے قاصر رہا۔ اور جیب میں ڈالتے ہوئے میری طرف پیغام بھیجا کہ آپ یہاں آکر منبر پر چڑھ کر تقریر کریں۔ چنانچہ میں بمع احباب پہنچتے ہی منبر کے قریب گیا اور اُسے کہا کہ آپ منبر سے نیچے اُتریں مَیں تقریر کرتا ہوں۔ تو اس نے انکار کیا۔ اور کہا کہ رسول کے منبر پر مَیں کافر کو تقریر نہیں کرنے دونگا۔ اور اس طرح سے مجھے تقریر کرنے سے روک دیا۔ اور حضور اقدس کی کتاب ازالہ اوہام نکال کر اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِنَ الْقَادِیَانْ ؕ کے الہام پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ اور اُس کی جہالت کا نمونہ یہ تھا کہ لفظ "اَنْزَلْنَاہُ" کو بنون موقوف پڑھا۔ جب مَیں نے جوابات دیکر لوگوں پر اسکی بے علمی کو واضح کیا تو اُس نے اپنی خِفّت مٹانے کے لئے مجھے ایک تھپڑ مارا جو میرے مُنہ کی بجائے میرے عمامہ پر لگا۔ اور وہ میرے سر سے کچھ سرک گیا۔ اس بدتمیزی کو دیکھ کر حاضرین میں سے چوہدری جان محمد صاحب نمبردار وڑائچ اور چوہدری ہست خاں مانگٹ اُٹھے اور اس مولوی کو بہت ہی ڈانٹا اور ملامت کی اور جتنا مجمع تھا منتشر

ہو گیا۔ اِس موقعہ پر خدا تعالےٰ کے فضل سے چند منٹوں میں ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا نام اور دعوٰی کا اعلان ہزارہا لوگوں تک پہنچ گیا اور اس مولوی کی بدتمیزی اور بے علمی واضح ہو گئی۔ دوسرے دن جب مجھے معلوم ہوُا کہ مولوی احمد دین ابھی اِسی گاؤں میں ایک مسجد میں موجود ہے۔ تو مَیں نے یہاں کے نمبردار چوہدری جان محمد کو کہا۔ کہ مَیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دعوٰی کو قرآن مجید اور احادیث اور اسلام کی رُو سے تسلیم کر کے اپنی ساری قوم اور آپ لوگوں سے مذہب کی بنا پر علیحدہ ہوُا ہوں۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ لوگ مولوی احمد دین کو بُلا کر میرے ساتھ گفتگو کرائیں تاکہ جس شخص کے پاس بھی سچائی ہے لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ چوہدری جان محمد صاحب نے کہا کہ بات تو معقول ہے۔ ہم ابھی مولوی احمد دین کو کہتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے جب مولوی احمد دین کو میرا پیغام سنایا تو وہ کہنے لگا۔ کہ مجھے معلوم ہوُا ہے کہ اس موضع کے تمام زمیندار مولوی غلام رسول راجیکی کی قوم کے لوگ ہیں اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ یہاں کوئی فساد نہ ہو جائے۔ مَیں نے کہلا بھیجا کہ مولوی احمد دین جیسا بھی اپنے امن و تحفظ کے متعلق تسلی کر لیں۔ مگر میرے ساتھ گفتگو ضرور کریں۔ اس کے بعد مولوی احمد دین نے گھوڑی منگائی اور موضع گڈھو بھاگ گیا۔ جہاں چند روز کے بعد لوگوں کو معلوم ہوُا کہ اُسے آتشک ہو گئی ہے۔ پھر وہاں سے وہ اپنے وطن ضلع جہلم چلا گیا۔ اور دوبارہ اسے ہمارے علاقہ میں آنے کی جُرأت نہ ہو سکی اور سُنا کہ وہ وطن میں جلد ہی مر گیا۔ اور دنیا میں اسے رہنے کیلئے زیادہ مہلت نہ مل سکی۔ مولوی احمد دین کی شکست فاش کو دیکھ کر بھی جب موضع خوجیانوالی کے لوگوں کی آنکھیں نہ کھلیں تو مَیں نے چند روز موضع مذکور میں قیام کیا اور اُن لوگوں کو سمجھایا۔ مگر پھر بھی ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوُا تو مَیں نے رات خواب میں دیکھا کہ اِس گاؤں پر طاعون نے ایسا حملہ کیا ہے کہ گھروں کے گھر ویران ہو گئے ہیں چنانچہ ابھی کچھ دن ہی گذرے ہونگے کہ اس خواب کی تعبیر وقوع میں آئی

اور یہاں کے تقریباً گیارہ سو آدمی طاعون کا شکار ہو گئے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ گرد و نواح کے دیہات میں بالکل امن ہے۔ اور یہاں ایک قیامت برپا ہے تو اُن میں سراسیمگی پیدا ہوئی اور آپس میں کہنے لگے۔ آخر اس عذاب کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اُس وقت ایک آدمی نے بتایا کہ مَیں نے رات خواب دیکھا ہے کہ لوگ اِس تباہی کے متعلق چہ میگوئیاں کر رہے ہیں تو ایک بزرگ انسان یا فرشتہ ظاہر ہُوا ہے اور اِس نے بتایا ہے کہ اس تباہی کا موجب وہ تھپیڑ ہے جو خدا کے ایک بندے کو خدا کا حُکم سناتے ہوئے اِس گاؤں میں مارا گیا تھا۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ۔ حیات قدسی جلد ۳ صفحہ ۲۹ تا ۳۱

(۷) اسی زمانہ میں جبکہ مَیں اپنے گاؤں اور علاقہ کے لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ بعض بڑی عمر کے بوڑھے مجھے کہا کرتے تھے کہ تم تو بچے ہو اگر مرزا صاحب کے دعویٰ میں کوئی صداقت ہوتی تو آپ کے تایا حضرت میاں علم الدین صاحب جو اس زمانہ کے غوث اور قطب ہیں اور چالیس سپارے قرآن مجید کے ہر روز پڑھتے ہیں اور صاحب مکاشفات ہونے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری بھی ہیں وہ نہ مرزا صاحب کے دعویٰ کو تسلیم کر لیتے۔ مَیں انھیں اس قسم کے عذرات لنگ پر بہتیرا سمجھاتا مگر وہ ایک وقت تک یہی رٹ لگاتے رہے۔ آخر مَیں نے انھیں کہا کہ بتاؤ اگر حضرت میاں صاحب میرے سید و مولا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور مہدی تسلیم کر لیں تو کیا تم لوگ ان پر بدگمانی کرتے ہوئے حضور اقدس علیہ السلام کی بیعت سے انحراف تو نہیں کرو گے۔ اُس وقت ان لوگوں میں سے بعض نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت میاں صاحب مرزا صاحب پر ایمان لے آئیں۔ اور ہمارا سارا علاقہ اُن کے پیچھے ایمان نہ لائے۔۔ احمدیت کے متعلق مَیں نے انکی یہ آمادگی دیکھ کر حضرت تایا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی۔ کہ آپ حضور اقدس علیہ السلام کی صداقت کے متعلق دُعا کریں۔ اور استخارہ بھی کریں۔ چنانچہ آپ نے میری درخواست

پر استخارہ شروع کر دیا اور مَینے آپ کے لئے دُعا شروع کر دی مجھے دُعا کرتے ہوئے ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ مَینے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گاؤں سے شمال کی جانب بہت سے لوگوں کا ہجوم ہے جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چارپائی پر حضرت میاں علم دین صاحب کی لاش پڑی ہوئی ہے اور لوگ اُس کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔ ان لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگے۔ آپ ہمیشہ مرزا صاحب کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ وہ امام مہدی اور مسیح موعود ہیں۔ اگر وہ واقعی اپنے دعوٰے میں سچے ہیں تو آپ کوئی نشان دکھائیں مَینے پُوچھا کہ آپ کیسا نشان دیکھنا چاہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ میت جو ہمارے سامنے پڑی ہے اِسے آپ زندہ کر دیں چنانچہ مَینے اُسی وقت لاش کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت جلال سے کہا۔

"قُمْ بِاِذْنِ اللہِ"

میرا یہ کہنا تھا کہ حضرت میاں صاحب زندہ ہو کر بیٹھ گئے اور مجھے دیکھتے ہی السلام علیکم کہا۔ جب میں بیدار ہُوا تو مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت میاں صاحب کو خدا تعالیٰ ضرور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی سعادت نصیب کرے گا۔ اور ایک نئی زندگی مرحمت فرمائے گا۔

اتفاق کی بات ہے کہ مَیں ایک دن مسجد میں بیٹھا ہُوا لوگوں کو تبلیغ کر رہا تھا اور وہ اپنے سابقہ دستور کے مطابق حضرت میاں صاحب ممدوح کی آڑے رہے تھے کہ اچانک آپ میری تلاش میں اِدھر آنکلے اور دریافت فرمایا کہ میاں غلام رسول یہاں ہے مَینے عرض کیا کہ حضرت میں حاضر ہوں ارشاد فرمائیے فرمانے لگے:۔

"مجھے خدا اور اُس کے رسولؐ کی طرف سے اِس بات کا نہایت صفائی کے ساتھ علم دیا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا تعالےٰ کے سچّے مامور اور امام مہدی اور مسیح موعود ہیں اور آپ سب لوگ گواہ رہیں کہ مَیں ان پر ایمان لے آیا ہوں۔"

پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ میری بیعت کا خط حضرت صاحب کی خدمت میں لکھ دیں۔ حضرت میاں صاحب کے ارشاد گرامی کے بعد جب میں نے لوگوں سے پوچھا۔ کہ بتاؤ اب تمہاری کیا مرضی ہے تو اُس وقت بعض بدبختوں نے کہا کہ شیطان نے بلعم باعور ایسے ولی کا ایمان چھین لیا تھا۔ حضرت میاں علم دین صاحب کس شمار میں ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت میاں صاحب موصوف کی بیعت کا خط لکھ دیا اور وہ بزرگ جو لوگوں کے زعم میں اپنے زمانہ کا غوث تھا حضور اقدس علیہ السلام کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو گیا۔ پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے والد بزرگوار کے چھوٹے بھائی حضرت حافظ نظام الدین صاحب بھی احمدی ہو گئے۔ چنانچہ یہ دونو بھائی یکے بعد دیگرے قادیان میں بھی تشریف لے گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت سے مشرف ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔ حیات قدسی جلد ا ص ۲۶ تا ۳۰

(۷) ایک دفعہ خاکسار تبلیغی سلسلہ میں فیروز پور شہر میں مقیم تھا کہ وہاں عیسائیوں نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ میں ملک کے مشہور پادریوں کا اجتماع ہوا۔ پادری عبدالحق صاحب جو در اصل موضع چوانیاں (متصل مدرسہ چٹھہ) ضلع گوجرانوالہ کی مسجد کے ملاں محمد حیات کے لڑکے ہیں اور ایک ناپسندیدہ فعل کے نتیجہ میں مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے اور عیسائی ہو کر اُن کے مشہور مناد بنے۔ انھوں نے اس موقعہ پر غیر احمدی علمائے اسلام کو چیلنج دیا کہ وہ ان کے ساتھ قرآن کریم اور بائبل کی الہامی تعلیم کے متعلق بحث کر لیں۔ باوجود بار بار کے چیلنج کے غیر احمدی علماء کو انکے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی اور انھوں نے بحث سے اعراض کیا۔ آخر مجمع کے سب مسلمانوں نے اسلام کی طرف سے مقابلہ کرنے کے لئے مجھ سے خواہش کی اور مجھے بحث کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ لیکن پادری صاحب نے مجھ سے تبادلۂ خیالات کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر بہت حیص بیص کے بعد اور لوگوں کے مجبور کرنے پر پادری صاحب بحث کے لئے تیار ہو گئے

یعنے انکی تقریر پر جو قرآن کریم کے بالمقابل انجیل کی الہامی کتاب اور الہامی تعلیم کے متعلق تھی۔ علاوہ اور باتوں کے یہ اعتراض کئے۔ کہ اگر انجیل کی تعلیم الہامی ہے تو یہ الہامی تعلیم کس کیطرف سے نازل ہوئی ہے۔ آیا تثلیث کے مجموعہ کی طرف سے۔ یا اقنوم ثلاثہ میں سے کسی ایک فرد کی طرف سے۔ اور یہ امتیاز کس طرح کیا جائے۔ کہ یہ الہامی تعلیم باپ نے اُتاری ہے۔ یا بیٹے نے۔ یا رُوح القدس نے۔ یا تینوں نے۔ یا دو نے۔ یا ایک نے۔ پھر یہ امر کس طرح شناخت کیا جائے۔ کہ یہ تعلیم فلاں کیطرف سے نازل ہوئی تھی اور فلاں کیطرف سے نازل نہ ہوئی تھی۔

ان سوالات کو سُنکر پادری عبدالحق صاحب سخت گھبرا گئے۔ اور بجائے جواب دینے کے غیر احمدی علماء کو کہنے لگے کہ میں نے اشتہار اور منادی میں قادیانی علماء کو مخاطب نہیں کیا بلکہ مسلمان علماء کو مخاطب کیا ہے۔ اور چونکہ مسلمان علماء میرے مقابل پر نہیں آئے۔ اس لئے وہ شکست خوردہ اور بھگوڑے ہیں اور فتح اور غلبہ مجھے نصیب ہوا ہے۔ لہذا اب بحث کی ضرورت نہیں جلسہ برخاست کیا جاتا ہے۔

ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ عیسائی احمدیوں کے مقابل پر آنے سے گھبراتے ہیں ..... خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی جماعت کے پاس سیدنا حضرت مسیح محمدی کے اسلحہ خانہ کے تیز و تند ہتھیار ہیں۔ اور کسی بڑے سے بڑے عیسائی پادری کو یہ جرأت نہیں کہ وہ اس آسمانی میگزین کے ہتھیاروں کا مقابلہ کر سکے۔ اس زمانہ میں یہ باطل شکن دلائل صرف اور صرف سیدنا حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کے خدام کو عطا کئے گئے ہیں۔ اور عیسائی اور دوسرے معاندین اسلام ہر روز مقابلہ کے میدان میں پیچھے ہٹ رہے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب اسلام کا سورج ایک دفعہ پھر اپنی درخشاں روشنی سے اکنافِ عالم کو منور کرے گا ؎

اِنَّ الصَّلِیْبَ سَیُکْسَرَنْ وَیُدَقَّقَنْ ✤ جَاءَ الْجِیَادُ وَزَھَقَ وَقْتٌ اَتَانَھُمْ

(۸) ۱۹۳۳ء میں خاکسار مرکزی ہدایت کے ماتحت بغرض تبلیغ لکھنو گیا۔ وہاں پر علاوہ تبلیغی جلسوں میں تقاریر کرنے کے باقاعدہ قرآن کریم کے درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جس میں علاوہ احمدی احباب کے غیر احمدی بھی شریک ہوتے۔ ایک دن ایک غیر احمدی دوست نے اطلاع دی کہ لکھنو میں ایک عیسائی مشنری عورت آئی ہوئی ہے جو علمائے اسلام کو متواتر چیلنج دے رہی ہے لیکن کوئی غیر احمدی عالم اس کا چیلنج قبول نہیں کرتا۔ اور اس طرح اسلام کی بدنامی ہوتی ہے۔

مَیں نے کہا۔ مجھے تو آج تک اس کا علم نہیں ہوا۔ ورنہ ضرور اس کا جواب دیتا چنانچہ مَیں نے اس مشنری عورت سے خط و کتابت کر کے گفتگو کے لئے وقت اور جگہ طے کی۔ اور وقتِ مقررہ بعض احمدی اور غیر احمدی احباب کے ساتھ اسکی قیام گاہ پر پہنچا۔ اس مشنری عورت نے جس کا نام روت تھا۔ اور وہ مشہور پادری مسٹر ایم این ہوز کی لڑکی تھیں۔ کئی عیسائی مشنری اپنی اعانت کے لئے بلائے ہوئے تھے۔ حاضرین کی کل تعداد تیس پینتیس کے قریب تھی۔ اس مجلس میں مَیں نے پہلے اپنی آمد کی غرض بیان کی۔ اور پھر روت صاحبہ سے کہا۔ کہ اگر وہ پسند کریں۔ اپنا مدعا یا سوال پہلے پیش کریں۔ یا اگر مجھے اجازت دیں تو مَیں اپنی طرف سے پہلے بات کروں روت صاحبہ نے یہی پسند کیا کہ پہلے مَیں بیان کروں۔ مَیں نے روت صاحبہ سے پہلے یہ سوال کیا کہ لعنت اچھی چیز ہے یا بُری؟ انھوں نے کہا کہ لعنت بہت بُری چیز ہے۔ مَیں نے کہا کیا شیطان لعنتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں شیطان لعنتی ہے اور یہ مسلمہ عقیدہ ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ مسیح علیہ السلام جنکی صلیبی موت کی وجہ سے یہود و نصاریٰ دونوں قومیں ان کے لعنتی ہونے پر متفق ہیں۔ کیا ان میں اور شیطان میں بحیثیت لعنتی ہونے کے کچھ فرق ہے اور پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور بانی مذہب بھی لعنتی اور شیطان کا لعنتی ہونے کی حالت میں شریک

ٹھہرایا گیا ہے۔ نیز کیا کسی دوسرے مذہب کے بانی اپنے مذہب کے ماننے والوں کو لعنت سے چھڑانے کے لئے اپنے . . . کو پیش کیا ہے یا یہ وہ خود ہی اپنے مذہب کو پیش کر کے لعنتی بنتے ہیں۔ مینے یہ سوال بھی کیا کہ اگر . . . . . .
عیسائی مذہب کی رُو سے ایک خدا تین اور تین ایک ہیں۔ تو کیا تینوں صلیبی موت سے مرے ہیں یا ایک مرا ہے۔ اور وہ ہستی جو مر گئی وہ خدا کیسے ہوئی۔ کیونکہ خدا تو غیر فانی ہے جسپر کبھی موت نہیں آتی۔ مسیح جس کو اِبنُ اللہ سمجھا جاتا ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خدا جو ابنیت کے مرتبہ پر تھا مصلوب ہوا۔ اور مر گیا اور تینوں کے ایک ہونے سے تینوں کے متعلق بموجب التثلیث فی التوحید یہ تسلیم کرنا پڑا کہ تینوں ہی مر گئے۔ اور پھر مصلوب ہو کر تینوں ہی لعنتی موت مرے اور ملعون ٹھہرے۔ پھر موجودہ عیسائی مذہب نے شریعت کو بھی لعنت قرار دیا۔
اب جس مذہب کا خدا لعنتی ٹھہرا۔ جس کا بانی مسیح بھی لعنتی ٹھہرا۔ اور اس کی شریعت بھی لعنتی قرار پائی۔ اسکی طرف کوئی غیر عیسائی لعنت سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کے لئے کیونکر رجوع کر سکتا ہے جب عیسائی مذہب اپنے خدا کو لعنت سے نہ بچا سکا۔ اپنے ہادی مذہب حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنت سے نہ بچا سکا اور اپنی مسلمہ شریعت کو لعنت سے نہ بچا سکا۔ تو اس سے یہ کیسے امید کی جا سکتی ہے۔ کہ اس پر چل کر کوئی شخص لعنت سے بچ جائے گا۔ یہ سوالات تو عیسائی مذہب کے اصولِ متعارفہ کی بنا پر پیش کئے گئے ہیں۔
اب دوسری بات یہ عرض کی جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام قوم یہود کیطرف بھیجے گئے۔ اور عیسائیوں نے آپ کو قبول کیا یہ دونوں قومیں جن کا آپ سے براہِ راست اور پہلا تعلق ہے۔ مسیح کے صلیبی موت کی وجہ سے ملعون ہونے کی قائل ہیں اور اب تک اسی عقیدہ پر قائم ہیں اور راسخ اور رچی ہوئی ہیں اگر لعنت کوئی اچھی چیز ہوتی۔ تو اس کی

وجہ سے شیطان اس قدر بدنام اور ذلیل نہ ہوتا۔ لیکن اگر لعنت بُری اور قابلِ نفرت چیز ہے تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسیح ملعون ہُوا ان کے مقابل پر وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام ملعون نہیں ہُوا یقیناً بہتر اور حضرت مسیح علیہ السلام کی شان اور عزت کو قائم کرنے والے ثابت ہوتے ہیں۔

مَیں نے اِس نکتہ کو واضح کرکے روت صاحبہ کی فطرت اور عقل کو اپیل کی جب انھوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا۔ اور ان لوگوں کو اچھا قرار دیا جو مسیح علیہ السلام کو لعنت سے پاک اور مقدس و مطہر سمجھتے ہیں۔

اس کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ قوم نصاریٰ اور یہود میں سے تو ایک بھی نظر نہیں آتا جو مسیح کی صلیبی اور لعنتی موت کا اقراری نہ ہو!

لیکن عرب کے صحرا اور ریگستان سے ایک مقدس وجود مبعوث ہُوا جس نے اعلان کیا۔ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح مصلوب و ملعون ہوئے ایک غلط فہمی کی بناء پر ہے اور حقیقتاً مسیح مصلوب ہونے سے بچ گئے تھے اس مقدس انسان نے وحی الٰہی سے یہ اعلان کیا۔ کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی مسیح قتل ہونے اور صلیبی موت سے مرنے سے بچ گئے۔ اور اسبارہ میں یہود و نصاریٰ کو غلط فہمی اور شبہ ہُوا۔

اب قوم نصاریٰ اور یہود ایک طرف ہیں جو مسیح کے اپنے ہو کر بھی اسے ملعون مانتے ہیں اور دوسری طرف سیدنا بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو عرب کی سرزمین سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حمایت اور بریت میں اپنی آواز بلند کرتے ہیں کہ وہ صادق اور مقدس مسیح ہرگز مصلوب ہو کر لعنتی موت نہیں مرا۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ مجھ سے یہ آخری الفاظ کچھ ایسے مؤثر انداز میں نکلے کہ روت صاحبہ آبدیدہ ہو گئیں۔ اور کہنے لگیں کہ آج یہ پہلا دن ہے کہ میرے دل میں حضرت محمدؐ صاحب کے

تقدس اور پاکیزگی کے متعلق ایک گہرا اثر پیدا ہوا ہے۔ اور میں آئندہ آنحضرتؐ کے متعلق کوئی کلمہ تحقیر یا استخفاف کا استعمال نہ کرونگی

اِس کے بعد روت صاحبہ نے مناظرانہ رنگ میں کوئی اعتراض پیش نہ کیا اور نہ ہی اسلام پر کوئی نکتہ چینی کی۔۔۔۔۔ میرے قادیان آنے کے بعد بھی روت صاحبہ ایک عرصہ تک خط وکتابت کرتی رہیں۔ (حیات قدسی جلد ۵ ص۱۱۳ تا ۱۲۷)

(۹) ایک ڈاکٹر جو امریکہ کے سند یافتہ تھے کہنے لگے میرا بھی حق ہے کہ آپ مجھے کچھ وقت دیں۔ جب ہم اُن کے کمرہ میں گئے تو دیکھا کہ قرآن کریم رحل پر رکھا ہوا ہے جو وہ باقاعدہ روزانہ فارغ وقت میں تلاوت کرتے تھے۔۔۔۔۔ انھوں نے بتایا۔ کہ امریکہ جانے سے پہلے ایک دفعہ لکھنو کے ایک بہت عالم کے وعظ میں شریک ہوا جس میں انھوں نے حشر نشر اور یوم الحساب کے متعلق اسلامی نظریہ پیش کیا۔ اور بیان کیا کہ ہمارے اعمالنامے کراماً کاتبین لکھتے ہیں۔ اور اُن کے مطابق جزا سزا دی جائیگی میری طبیعت آزاد قسم کی اور نکتہ چین واقع ہوئی ہے۔ میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ ان فرشتوں کے پاس قلم دوات اور کاغذ کہاں ہیں۔ اور ان کے ہاتھ کہاں ہیں اور اعمال کا موازنہ کرنے کے لئے ترازو کہاں سے آئیں گے۔ اِس قسم کے فضول سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوئے اور مجھے اسلامی عقائد اور تعلیمات کے متعلق بدظنی پیدا ہوگئی۔

لیکن جب میں اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ گیا۔ اور ایک کالج میں داخل ہوا تو ایک دن بعض دوستوں نے کہا۔ کہ ایک نئی ایجاد ہوئی ہے جس کے عجائبات میں سے ایک یہ عجوبہ ہے کہ کوئی شخص کسی کمرہ میں جہاں وہ مشین رکھی ہوئی ہو خواہ کسی قسم کی حرکات کرے۔ یہ آلہ اُن سب حرکات کو ریکارڈ کر لیتا ہے۔ اور پھر ان کو مشاہدہ کرا دیتا ہے۔۔۔۔۔ میں یہ نظارہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ اور مجھ پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔

اور ہیں نے خیال کیا۔ کہ جب انسان اِس قسم کی محیّر العقول مشین ایجاد کر سکتا ہے۔ تو انسانوں کا خالق جس نے اسے پیدا کیا اُس نے اسے ایسی ایجاد کی توفیق بخشی ہے اس کے سامنے انسان کی کونسی حرکت پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اس ایجاد سے مجھے اسلام اور قرآن کریم کی پیشکردہ تعلیم کو فرشتے انسان کے اعمال ریکارڈ کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور سب اعمال کا قیامت کے دن موازنہ ہوگا کے متعلق پورا پورا انشراح ہو گیا۔ قرآن کریم اور اسلامی تعلیمات پر نئے سرے سے ایمان لایا۔ اور اب اسلامی تعلیمات کے متعلق احتیاط کا پہلو رکھتا ہوں۔ اور اِسلامی احکام پر خلوص سے کاربند ہوں یہ واقعہ سُنکر مَیں نے کہا کہ یہ زمانہ جو سیدنا المسیح المحمدی کی بعثت کا دور ہے۔ اس میں قدرت کے باریک در باریک اسرار ظاہر ہونے مقدر ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کی آیت یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ (طارق) اس امر کی پیشگوئی کی گئی ہے کہ ایک دورِ جدید علمی حقائق اور دقائق کا ایسا بھی آنے والا ہے جس میں خواص الاشیاء اور پوشیدہ در پوشیدہ صنعتیں ظاہر ہونگی اور دُنیا میں قانونِ طبعی کے عجیب اسرار ظاہر ہونگے اور ایسی ایجادات اور عجائب امور کا ظہور میں لانا انسانی طاقت اور قوت سے باہر ہے۔ اور یہ خالق الاشیاء ہی کی ہستی ہے جو ان سب باتوں پر قدرت اور طاقت رکھتی ہے۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب سے بھی تبلیغی باتیں ہوئیں جن کا خدا تعالیٰ کے فضل سے ان پر اور دوسرے حاضرین مجلس پر اچھا اثر ہُوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

(حیاتِ قدسی جلد پنجم صفحہ ۵۹ تا ۶۳)

ایک دفعہ ریاست پٹیالہ کے شہر سامانہ سوامی یوگندر پال مشہور آریہ مناظر سے میرا مباحثہ ہُوا۔ علاوہ اور باتوں کے سوامی صاحب نے کہا۔ کہ آجکل یورپ اور امریکہ والے آسمان میں بسنے والی مخلوق سے میل ملاقات کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے مختلف تجاویز کی جارہی ہیں۔ اور جب زمین والے آسمان کی آبادیوں میں جا پہنچے تو پھر وہاں قرآن کریم کی تعلیم پر کس طرح عمل ہوگا۔

ہیں نے جواباً کہا کہ قرآن کریم وید کی طرح ملکی اور قومی بندھنوں میں جکڑا ہوا نہیں کہ آسمانی اور زمینی مخلوق کے ملنے پر اس کی تعلیم کے اجرا میں مشکل پیش آئے۔ قرآن کریم تو خود اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ رب العلمین کیطرف سے نازل کیا گیا ہے۔ یعنی اسکی تعلیم اُس خدا کیطرف ہے جو زمینی مخلوق کو بھی پیدا کرنیوالا اور آسمانی مخلوق کی بھی ربوبیت کرنیوالا ہے اور یورپ و امریکہ والے تو آج آسمانی مخلوق سے رابطہ کیلئے کوشش کرنے لگے ہیں۔ قرآن کریم تیرہ سو سال سے بھی پہلے پیشگوئی فرما چکا ہے وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ (الشوریٰ) اس آیت میں خدا تعالےٰ نے اپنے نشانات قدرت میں سے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اور زمین میں اور آسمان کی بلندیوں یعنی نجوم اور سیاروں وغیرہ میں دابہ اور دواب کو پھیلایا بَثَّ کا لفظ کثرت سے پھیلانے کے معنوں میں آتا ہے جیسے سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً۔ اس آیت میں جو وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ کے الفاظ فرمائے گئے ہیں اس میں جمع مذکر کی ضمیر استعمال کیگئی ہے جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جس طرح زمین میں دابہ سے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دواب مراد ہیں۔ اور اس میں دوسرے جانوروں کے علاوہ انسان بھی پائے جاتے ہیں۔ اس طرح آسمان کی بلندیوں میں جو مخلوق پائی جاتی ہے اس میں علاوہ غیر ذوی العقول دواب بھی پائے جاتے ہیں یعنی انسان بھی موجود ہیں۔ اور وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ کے الفاظ میں یہ پیشگوئی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی مشیت ہوگی یہ انسان جو زمین و آسمان میں پائے جاتے ہیں انکو اللہ تعالیٰ ایک جگہ جمع کردیگا۔ بیشک موجودہ حالات میں یہ تصور بوجہ فقدان اسباب کے عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن ایک وقت آنیوالا ہے کہ جب سائنس کی ایجادات اس حد تک ترقی کر جائینگی کہ یہ پیشگوئی پوری ہو جائیگی۔ انشاء اللہ۔ پس جس قرآن نے قبل از وقت یہ اطلاع دی ہے کہ ایک وقت آنیوالا ہے کہ جب سکان ارض و سما آپس میں مل جائینگے اس میں انکے میل و ملاقات کے بعد کے حالات کو مدنظر رکھ کر مناسب اور مکمل تعلیم بھی پیش کی گئی ہے۔ ہاں ایسے حالات پیدا ہونے پر وید کی تعلیمات رائج کرنے میں ضرور دقت ہوگی۔ (حیات قدسی جلد پنجم صفحہ ۹۸ تا ۹۹)

واقعات

حضرت مولوی محمدؐ ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ عنہ

محمدؐ ابراہیم المعروف مولوی بقاپوری بن چوہدری صدر الدین بن چوہدری بڈھا قوم جاٹ زمیندار۔ آپ کی پیدائش ماہ اسوج سمہ ۱۳۳۹ بکرمی مطابق اکتوبر ۱۸۷۵ء بمقام چک چیٹھہ تحصیل حافظ آباد۔ ضلع گوجرانوالہ پنجاب کی ہے۔ سات سال کی عمر میں تیسری جماعت تک سرکاری مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ آٹھویں سال یعنی ۱۸۸۳ء میں وہاں سے اپنے جدی مقام بقاپور ضلع گوجرانوالہ میں آگئے۔ یہاں حمید پور نامی گاؤں میں جو بقاپور سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک مولوی صاحب کے پاس قرآن شریف اور کچھ فارسی کتب گلستاں بوستاں پڑھیں۔ وہاں سے لاہور نیلہ گنبد کے مدرسہ رحیمیہ میں داخل ہوا۔ اور ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

رفع عیسیٰ کا مسئلہ ان ہی دنوں کا ایک واقعہ یاد آیا کہ گاؤں کے ایک مولوی صاحب بیمار ہوگئے۔ جنکی عیادت کے لئے دوسرے لوگ بھی گئے اور میں بھی گیا۔ وہاں پر ایک سکھ ڈاکٹر بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے کہا کہ مولوی صاحب یہ کیا بات ہے۔ کہ لوگ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آخر آپ میں اور ان میں کیا فرق ہے۔ میں نے کہا۔ فرق کی جڑھ صرف اتنی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ سب رسولوں اور نبیوں پر لوگوں کے حملوں۔ ایذاؤں اور تکلیفوں کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اسی دُنیا میں رکھ کر نجات دی۔ اور ظالموں کو ہلاک کیا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو طوفانِ آب سے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں سے۔ اور بحیرہ قلزم سے حضرت یونسؑ کو

تین دن مچھلی کے پیٹ سے سمندر کی تہ میں زندہ باہر نکالا۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دن غار میں دشمنوں کے غار کے مُنہ پر پہنچ جانے اور کھوجی کے یہ پتہ دے دینے پر کہ وہ اِس غار میں ہیں زندہ سلامت مدینہ پہنچایا لیکن حضرت عیسٰی علیہ السّلام پر ایسی مصیبت آئی تو ان کو خلاف سنتِ مستمرہ زندہ مع جسم آسمان پر اُٹھالیا۔ لیکن مَیں کہتا ہوں کہ نہیں۔ وہ بھی دوسرے انبیاء کی طرح اِسی زمین پر دشمنوں سے بچائے گئے اور پھر اپنی طبعی عمر پوری کر کے اِسی زمین میں دوسرے رسولوں کی طرح دفن ہوئے۔ آسمان پر نہیں گئے۔

اِس پر وہ سکھ ڈاکٹر کہنے لگا۔ کہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں ہماری کتب میں لکھا ہے کہ آسمان پر صرف باوا نانک صاحب ہی گئے۔ اس پر مولوی صاحب اور سکھ میں بحث شروع ہوگئی وہ اِسے جھٹلاتا۔ اور یہ اُسے بے وقوف بناتا۔ مَیں نے کہا۔ کہ میری بات بھی سُن لو۔ درا صل آسمان پر کوئی نہیں گیا۔ اگر یہاں پر کوئی یہودی آجائے۔ تو وہ کہے گا کہ آسمان پر صرف الیاس نبی گئے ہیں۔

آسمان پر جانے سے مُراد صرف رُوحانی معراج ہے اور یہ رُوحانی معراج زندوں کو کشفی جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور متوفی ارواح جسم خاکی کو چھوڑنے کے بعد وہاں جاتی ہیں۔ حیات بقاپوری صفحہ ۱۴-۱۵

(۲) اجتہادی غلطی پر مباحثہ

دوسرے دن مباحثہ شروع ہوا جس کا موضوع صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ثبوت تھا۔ مناظرہ کے دوران مخالف مولوی صاحب نے کہا۔ مرزا صاحب نے جو یہ کہا ہے نبیوں سے بھی اجتہادی غلطی ہونے کا امکان ہے۔ اور اِس کے ثبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اَسْرَعُکُنَّ لُحُوْقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا جو آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا پیش کیا ہے یعنی حضور کی بیویوں کے اس

سوال پر کہ حضور کے بعد سب سے پہلے کونسی بیوی وفات پائیگی؟ حضور کا یہ فرمانا جو تم میں سے لمبے ہاتھوں والی ہے۔ اور حضور کی ازواج مطہرات کا آپ کے سامنے سرکنڈا منگوا کر اپنے ہاتھ ناپنا اور حضرت سودہ بنت زمعہ کے ہاتھوں کا لمبا نکلنا اور آپ کے پہلے دوسری بیوی حضرت زینب ام المساکین کا وفات پانا اور لمبے ہاتھوں مراد سخاوت کرنے والی بیوی مراد ہوتا تھا۔

مخالف مولوی نے یہ اعتراض کیا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ بیویوں نے آپ کے روبرو سرکنڈا منگوا کر ہاتھ ناپے۔ لیکن حضورؐ نے منع نہیں فرمایا۔ حالانکہ ہاتھ آپؐ کے سامنے نہیں ناپے گئے بلکہ بعد میں کسی وقت ناپے گئے۔ مرزا صاحب نے کیسے لکھ دیا اور کس لفظ سے استدلال کیا کہ بیویوں نے آپ کے سامنے اپنے ہاتھ ناپے تھے۔ حدیث میں اس کی صراحت موجود نہیں۔ اس پر حافظ غلام رسول صاحب جو ہماری طرف سے مناظر تھے مجھے فرمانے لگے کہ اس کا کیا جواب ہے۔ تو میں نے مخالف مولوی صاحب کو بلند آواز سے کہا کہ آپ حدیث پڑھیں۔ میرے اصرار پر ایک مولوی نے حدیث پڑھی۔ میں نے کہا حدیث میں جو فَجَعَلْنَ کے الفاظ ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ ناپنے کا فعل حضور کے سامنے حضورؐ کی ازواج مطہرات نے سرانجام دیا۔ کیونکہ فَ کا عمل عربی میں تاکید اور فوری طور پر عمل کرنے کے لئے آتا ہے۔ اگر ہاتھ حضورؐ کے سامنے نہ ناپے جاتے اور بعد میں یہ کام ہوتا تو ثُمَّ جَعَلْنَ کے الفاظ ہوتے۔ جب میں نے اس دلیل کو شرح و بسط سے بیان کیا۔ اور صرفی نحوی قواعد کے ماتحت اس کا ثبوت دیا تو مخالف مولوی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور احمدیت کی نمایاں فتح ہوئی۔ اور سب احمدی بہت خوش ہوئے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ (حیات بقاپوری منٹ)

ابن مریم اور مثیل ابن مریم کی بحث ایک دن چوہدری صاحب موصوف (چوہدری عبد اللہ خاں صاحب مرحوم بہلول پوری) کہنے لگے کہ میں لگان ادا کرنے کے لئے پہلی

تاریخ کو لائلپور گیا تو وہاں پر تحصیل میں ایک غیر احمدی مولوی صاحب سے ملے جن سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ ملا تو انھوں نے کہا کہ آپ صرف ونحو نہیں جانتے۔ اگر کوئی ایسا احمدی جو صرف ونحو سے واقف ہو آپ ساتھ لائیں تو اس کے ساتھ احمدیت پر تبادلۂ خیالات کرنا چاہتا ہوں۔ اب میں جب لائل پور جاؤں گا تو آپ ساتھ چلیں اور اس مولوی سے تبلیغی گفتگو کریں۔

راستہ میں نے کہا کہ آپ (غیر احمدی) مولوی صاحب کے سامنے مجھے مولوی کے لفظ سے خطاب نہ کریں۔ اور جیسا کہ میرے لباس سے ظاہر ہے مجھے زمیندار ہی رہنے دیں۔ جب ہم تحصیل میں پہنچے تو چوہدری صاحب کہنے لگے۔ میں اندر معاملہ جمع کرانے جاتا ہوں۔ آپ ان غیر احمدی مولوی صاحب کے پاس بیٹھیں۔ وہ مولوی صاحب مجھ سے کہنے لگے۔ کیا کچھ پڑھے ہوئے بھی ہو اور کہا آپ مرزائی ہیں۔ میں نے جواب دیا ہاں میں احمدی ہوں اور صرف میرا اور نحو میر تک پڑھا ہوا ہوں تب اُس نے کہا حدیث میں ابن مریم کے نازل ہونے کے الفاظ ہیں مثیل ابن مریم کے الفاظ نہیں آئے میں نے کہا علم معانی کی رو سے جب مشابہت تام ہو تو بجائے زَیْدٌ کَالْاَسَدِ کے زَیْدٌ اَسَدٌ کہیں گے اور حرف تشبیہہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان نے اسلام سے پہلے بجائے کَابْنِ اَبِیْ کَبْشَہ کے صرف ابن ابی کبشہ کہا تھا یعنی آنحضرت ابن ابی کبشہ ہیں جو آپ سے پہلے توحید کا واعظ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی چونکہ توحید کا وعظ اور تلقین کرتے اس لئے کفار مکہ نے بجائے ابنِ ابی کبشہ کا مثیل کہنے کے آپ کو ابن ابی کبشہ کا خطاب دے دیا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح محمدی کو کمال مشابہت اور مماثلت کی وجہ سے ابنِ مریم کا خطاب دے دیا۔ مثیل ابنِ مریم نہ کہا۔ اس بات کا

اِس پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اِس کے بعد اِس نے پیشگوئیوں کے متعلق چند سوالات کئے۔ اور جوابات سُننے پر کہنے لگا۔ کہ اگر مرزا صاحب آسمانوں پر بھی چڑھ جائیں تو بھی میں نہیں مانوں گا۔ مَیں نے کہا۔ مولوی صاحب آپ نے یہ کیا کمال کیا۔ یہی کمال کفار مکہ نے تیرہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے۔ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ۔۔۔ الخ کے کیا معنے ہیں اِس پر بہت شرمسار ہو گیا۔

(حیات بقا پوری صفحہ ۴۰ تا ۴۲)

محمدی بیگم والی پیشگوئی پر بحث

(۴) پہلا واقعہ:۔ خلافت ثانیہ کے ابتدا میں گوکھووال ضلع لائلپور کی جماعت نے اپنے تبلیغی جلسہ پر مجھے بھی بُلایا۔ مخالفین نے وہی مولوی محمد حسین لائلپور سے منگوایا۔ اِس سے میری بحث کا سلسلہ چلا۔ تو اُس نے اعتراض کیا کہ محمدی بیگم والی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ مَیں نے کہا حضرت مرزا صاحب کی کوئی پیشگوئی تمہارے سامنے پوری ہوئی بھی ہے یا نہیں۔ اس نے کہا بہت سی پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں صرف دو پوری نہیں ہوئیں (۲) اور ثناء اللہ والی۔ محمدی بیگم کا خاوند بھی زندہ ہے اور وہ مولوی ثناء اللہ صاحب زندہ ہیں۔ مَیں نے کہا خوب اچھی طرح سوچ لو اگر کوئی تیسری پیشگوئی بھی ایسی ہو جو آپ کے نزدیک پوری نہ ہوئی ہو۔ تو اُس کا بھی ذکر کر دو تا کہ مَیں پیشگوئیوں کو پرکھنے کا گُر مجموعی طور پر بتاؤں۔ اس نے کہا نہیں۔ مجھے صرف اِن دو پیشگوئیوں پر اعتراض ہے۔ مَیں نے کہا۔ اچھا۔ اب یہ بات مَیں مان لیتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی یہ دو پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ باقی سب پوری ہو گئیں ہیں۔ اور قرآن کریم میں ایک گُر یُصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ کہ اگر بعض پیشگوئیاں پوری ہو جائیں اور بعض تمہارے معیار کے مطابق نہ اُتریں تو بھی مدعی سچا ہے۔ اب تم اعتراض کرو۔ اس پر اس مولوی نے کہا کہ مرزا صاحب سچے نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ انھوں نے ڈبل جھوٹ بولا ہے۔ ایک نہیں دو جھوٹ ثابت

ہوئے اور جھوٹا شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ مَیں نے جلدی سے تفسیر محمدی جو میرے ساتھ تھی۔ وہ مقام نکال کر پیش کیا۔ جہاں پر لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے العیاذ باللہ تین جھوٹ بولے۔ حالانکہ تم باوجود اس بات کے انہیں صدیق نبی مانتے ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم بھی ان کو صدیق نبی کہہ کر بیان کیا گیا۔ اور ساتھ ان کے جھوٹ بولنے کے بھی قائل ہو۔

میرا یہ بیان کرنا تھا کہ وہ غیر احمدی زمیندار جو اُس مولوی کو لائے تھے مجھ سے پوچھنے لگے کہ ہیں؟ کیا واقعی تفسیر محمدی میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے۔ مَیں نے کہا نہ مَیں یہ نہیں کہتا بلکہ تمہارے مولوی کا یہ عقیدہ ہے (کیونکہ وہ اہلحدیث تھا) وہ یہی کہتا ہے اور یہ کتاب آپ لوگوں کی ہے۔

اسپر غیر احمدیوں نے اپنے مولوی سے پوچھا کہ کیوں مولوی صاحب! کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے تھے مولوی نے کہا۔ ہاں حدیث میں لکھا ہُوا ہے۔ اسپر وہ چوہدری جو اُسے لایا تھا بہت غصہ ہُوا۔ اور غصہ سے کہنے لگا۔ کہ جاؤ یہاں سے نکل جاؤ مجھ سے ان لوگوں نے کتاب لے لی۔ اور مَیں نے اُس کو حوالہ کا نشان کر دیا اور قرآن مجید کی آیت بھی دکھا دی۔ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صدیق نبی لکھا ہُوا ہے۔ اسپر وہ لوگ کہنے لگے۔ آپ آج رات ہماری مسجد میں حضرت مرزا صاحب کے متعلق صحیح صحیح حالات بیان کریں۔ چنانچہ مَیں نے رات کو تقریر کی اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے سات افراد وہاں پر اُسی روز احمدیت میں داخل ہو گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(حیات بقاپوری ص۴۶ تا ۴۷)

مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ سابق مبلغ بلاد عربیہ و انگلستان
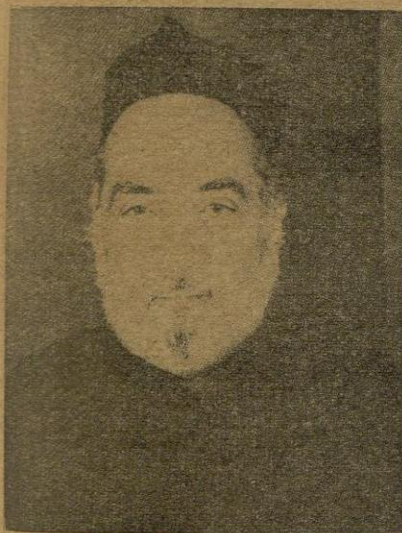
واقعات از صفحہ ۱۰۵

حضرت مولانا محمد ابراهیم صاحب
بقا پوری رضہ

واقعات از صفحہ ۹۹

جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ
یورپین مبلغ اسلام گی آنا

واقعات از صفحہ ۲۳۰

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب
سنوری مصنف ''تجلی قدرت''

واقعات از صفحہ ۲۶۵

الحاج جناب مولانا عبدالکریم صاحب
آف کراچی
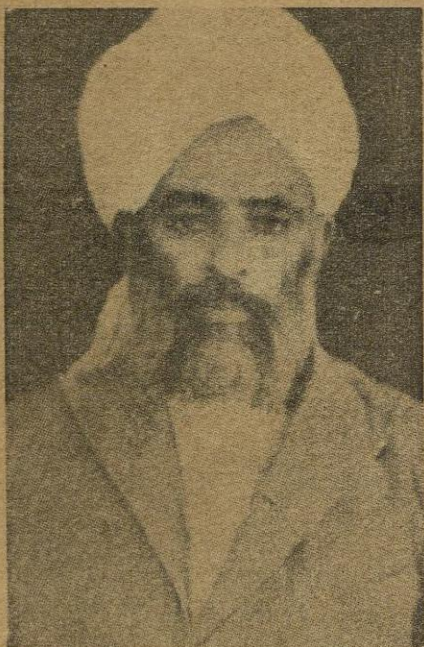
واقعات از صفحہ ۳۰۵

واقعات

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضؓ

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس جماعت احمدیہ کے نہایت جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ آپ کی اسلامی خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ ایک لمبا عرصہ بلاد عربیہ اور ممالک غربیہ میں آپ کو تبلیغ کا موقع ملا۔ اسلام کے اس بہادر سپوت نے عیسائیت اور لادینی تحریکوں کے خلاف ایک لمبا عرصہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ دورانِ تبلیغ آپ پر قاتلانہ بھی حملہ ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ سے اپنے دین حنیف کا کام لینا تھا۔ اس لئے نابکار قاتل اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کاری زخم لگنے کے باوجود زندہ وسلامت رکھا۔ آپ کا سلسلہ احمدیہ میں بہت بلند مقام ہے۔ حال ہی میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ گو بظاہر آپ ہم سے جدا ہو گئے لیکن اپنے مجاہدانہ کارناموں کے باعث آپ زندہ جاوید ہیں۔ راقم مؤلف نے برہان ہدایت کے لئے مضمون لکھنے کی درخواست کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ میرے واقعات جو میری بعض تصانیف میں چھپے ہوئے ہیں وہاں سے لے لیں۔ مجھے اب اتنی فرصت سردست نہیں ہے کہ آپ کو کوئی مضمون جلدی لکھ کر دے سکوں۔ اس لئے ان کے بعض دلچسپ واقعات درج ذیل ہیں۔ خاکسار مؤلف

(۱) ۱۹۲۸ء کا ذکر ہے جبکہ میں بمقام حیفا ایک ہوٹل میں مقیم تھا۔ ایک روز جبکہ میں اسکی دوسری منزل کی بالکنی (شہ نشین) پر بیٹھا ہوا تھا۔ نابلس کے دو مشہور تاجر جو اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے مجھ سے ملے۔ اور دورانِ گفتگو میں ان میں سے ایک نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ میں نے اس کا عام مفہوم بتایا لیکن انکی تسلی نہ ہوئی۔ اس نے کہا۔ یہ بات غیر معقول نظر آتی ہے۔ کہ اگر ایک شخص پیدا نہ ہوتا تو ساری دنیا ہی پیدا نہ کی جاتی۔ اس کے اعتراض سے میں نے اپنے دل میں ایک اضطراب کی سی کیفیت محسوس کی۔ اور یہ

خواہش نزدرسے پیدا ہوئی۔ کہ کوئی ایسا حل معلوم ہو جائے جس سے انکی تسلی ہو جائے۔ الحمد للہ! کہ میرے دل میں دفعتہً ایک مضمون ڈالا گیا جو مینے تفصیل سے انکے سامنے بیان کیا۔ مینے کہا۔ جب انسان کسی چیز کی ساخت شروع کرتا ہے تو اسکی خواہش یہی ہوتی ہے۔ کہ اس کو ایسا مکمل بنائے کہ اس میں کوئی نقص باقی نہ رہے اور وہ اپنی طرف سے اس میں کوشش کا کوئی پہلو اٹھا نہیں رکھتا۔ لیکن انسانی کاموں میں نقص رہ جانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نہ تو انسان کا علم کامل ہوتا ہے اور نہ اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ایک گھڑی ساز جو اپنے فن میں کیسا ہی ماہر کیوں نہ ہو ایسی گھڑی ہرگز نہیں بنا سکتا جو ہر وقت چلتی رہے اور اس میں نقص کبھی پیدا نہ ہو۔ وہ ایسی گھڑی کیوں نہیں بنا سکتا؟ اس لئے کہ اس کو علم تام نہیں اور وہ ایسا میٹیریل پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جو ہمیشہ ہمیش کام دے اور کوئی خرابی اور نقص کبھی اس میں دخل نہ پا سکے۔ پس انسانی کاموں کا نقص عدم علم کامل اور عدم قدرت کاملہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے اور قدیر بھی۔ اس کا علم بھی کامل ہے اور اسکی قدرت بھی کامل پس جب وہ کسی چیز کے بنانے کا ارادہ کرے تو وہ ناقص کس طرح رہ سکتی ہے۔

اس حدیث قدسی کا مفہوم یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب مینے مخلوقات کا سلسلہ شروع کیا اور تمام مخلوقات میں سے انسان کو اشرف ٹھہرایا تو ضروری تھا کہ میں اس اعلیٰ اور کامل انسان کو بھی پیدا کرتا جس پر دائرہ کمالات انسانی ختم ہو جاتا اور اس سے بڑھ کر کسی انسان میں کمالات انسانی کا پایا جانا متصور نہ ہو سکتا۔ اور وہ کامل انسان تو ہے جو "ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال" کا مصداق اور دائرہ انسانیت کا نقطۂ مرکز یہ ہے۔ اس لئے اگر تیرا پیدا کرنا مدنظر نہ ہوتا تو میں سلسلۂ مخلوقات کو شروع ہی نہ کرتا۔ جب شروع کیا تو تیرا (جو کامل انسان ہے) پیدا کرنا بھی ضروری تھا۔ یہ سنکر وہ تاجر خوش ہوئے اور کہا کہ آج اس حدیث کا صحیح مفہوم معلوم ہوا ہے۔ شرح القصیدہ صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

(۲) لنڈن میں ۱۹۴۵ء سے اوائل ۱۹۴۶ء تک تقریباً ایک سال سے زائد مدت تک مسٹر گرین اور میرے درمیان ہائڈ پارک میں ہر جمعہ کو مباحثہ ہوا کرتا تھا۔ مسٹر گرین کا بائبل کے حسابات کی رُو سے یہ عقیدہ تھا کہ یسوع مسیح ۱۹۵۴ء میں آسمان سے اُتر آئیں گے وہ اس کے متعلق بہت سے اشتہارات بھی شائع کر چکے تھے شرائط مباحثہ مختصراً یہ طے پائی تھیں۔ کہ ایک جمعہ کو وہ قرآن مجید۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر جو اعتراضات کرنا چاہیں کریں۔ میں ان کا جواب دُونگا۔ اور ایک جمعہ کو میں عیسائیت پر اعتراضات کرونگا اور وہ جواب دیں گے۔ یہ مباحثہ ہر دفعہ تین گھنٹہ ہوا کرتا تھا تقریریں دس دس منٹ کی ہوتی تھیں۔ حاضرین کو بھی سوال کرنے کا حق ہوتا تھا اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ مباحثات نہایت کامیاب رہے۔ اور آخر کار مسٹر گرین نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور مباحثہ کرنا چھوڑ دیا۔ ایک دن انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یسوع مسیح کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ یسوع مسیح نہایت بلند پایہ اخلاق رکھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے جبکہ وہ صلیب پر لٹکائے جا چکے تھے۔ یہود کے لئے جو آپ کے جانی دشمن تھے ان الفاظ میں دُعا کی۔ "اے میرے باپ تو انھیں بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے" یعنی عدم علم کی وجہ سے وہ مجھ سے ایسا سلوک کر رہے ہیں۔ اس قسم کے اخلاق کا نمونہ کسی نبی نے نہیں دکھایا۔ اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جنھیں ہم اللہ تعالےٰ کا رسول اور نبی مانتے ہیں اخلاق فاضلہ رکھتے تھے لیکن یہ کہنا کہ دوسرے انبیاء اخلاق فاضلہ میں ان کے ہم پلہ نہ تھے درست نہیں مسٹر گرین کا یہ کہنا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسی کوئی مثال قائم نہیں کی تاریخ اسلامی سے ناواقفیت کے سبب سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غزوہ اُحد میں پتھروں سے زخم آئے۔ اور آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کفار نے مشہور کر دیا۔ "قُتِلَ مُحَمَّدٌ"، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں۔ ہوش میں آنے پر آپ نے

زخموں سے خون پونچھتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اے میرے اللہ! تو میری قوم کو ہدایت دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ یعنی عدمِ علم کی وجہ سے مجھ سے ایسا سلوک کر رہے ہیں۔

دونوں مقدس نبیوں کی دعائیں اس لحاظ سے تو یکساں معلوم ہوتی ہیں کہ ان میں اپنے اپنے دشمنوں کی بھلائی چاہی گئی ہے۔ لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ حضرت مسیح کی دُعا تو ان یہود کا قصور بخش دیئے جانے کے متعلق ہے جو ان کے صلیب پر لٹکائے جانے کا موجب تھے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا صرف یہی نہیں تھی۔ کہ جن دشمنوں نے آپ کو مجروح کیا تھا۔ ان کا گناہ بخش دیا جائے بلکہ آپکی دُعا یہ تھی۔ کہ اے میرے رب تو انکو ہدایت عطا فرما۔ یعنی جو نعمت مجھے بخشی ہے وہی انھیں بھی بخش۔

سیدنا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا پر جتنی عظیم الشان فوقیت رکھتی ہے "وہ عیاں راچہ بیاں" کی مصداق ہے اور جب ہم دونوں دُعاؤں کے نتائج کو دیکھتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی اور زیادہ شان بڑھ جاتی ہے۔ انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح سے یہود نے جو سلوک کیا تھا اسکی سزا آنجناب نے یہ بتائی۔ کہ اُن سے آسمانی بادشاہت چھین لی گئی۔ تو اس سے یہ کیسے معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح کی دُعا قبول ہو کر یہود کا گناہ بخش دیا گیا تھا۔ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیحؑ کے آڑے وقت کی دُعا بھی قطعاً قبول نہیں ہوئی۔ اور یہود کا گناہ ہرگز نہیں بخشا گیا۔ اگر بخش دیا گیا ہوتا۔ تو آسمانی بادشاہت اُن سے کیوں چھینی جاتی۔ اور چونکہ آسمانی بادشاہت یقیناً ان سے چھینی جا چکی ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کی دعا جو آپنے اُن کے گناہ بخشے جانے کے لئے کی تھی قبول نہیں ہوئی۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا کہ اے میرے رب! میری قوم کو ہدایت دے قبول ہوگئی اور اسکی مقبولیت فتح مکہ کے روز بڑی شان و شوکت اور ایسی صفائی سے ظاہر ہوگئی

کہ سارے عالم میں کسی دشمن کے لئے بھی گنجائش انکار باقی نہ رہی یعنی جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنے دشمنوں کو معاف فرما دیا تو وہ سب کے سب ایمان لے آئے اور ہدایت یاب ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کی مقبولیت کا عظیم الشان نشان بن گئے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عفو و درگذر اور حسن سلوک ہی میں بے نظیر تھے بلکہ انسانی کمالات میں شمار کی جانے والی تمام صفات مثلاً جرأت و شجاعت۔ غیرت و حمیت۔ رأفت و رحمت۔ جود و سخا۔ صدق و صفا۔ لطف و عطا۔ ایثار و وفا استقلال۔ استقامت۔ صبر و قناعت۔ توکل علی اللہ۔ شفقت علیٰ خلق اللہ وغیرہ میں انتہائی نقطۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ شرح القصیدہ صفحہ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔

اس جگہ ایک مکالمہ کا ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔ جو مجھ سے اور علاقہ شام کے انچارج مشنری الفریڈ نیلسون ڈائیمر کی کے وکیل جو شامی تھا۔ ۱۹۲۶ء کے اوائل میں دمشق کے مقام پر ہوا تھا۔ وہ مجھ سے ملنے کے لئے میرے مکان پر آیا۔ اور مذہبی گفتگو کرنی چاہی۔ میرے دریافت کرنے پر کہ آپ کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں اُس نے کہا۔ کیا خداوند یسوع مسیح افضل تھے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مَیں نے پوچھا۔ آیا قرآن مجید کی رُو سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں یا انجیل کی رُو سے۔ اس نے جواب دیا قرآن مجید کی رُو سے مَیں نے کہا قرآن مجید کی رُو سے تو حضرت مسیح کا درجہ ایسا ہی ہے جیسے استاد کے مقابل میں شاگرد کا۔ اس نے حیرانی کا اظہار کیا مَیں نے کہا۔ آپ وہ آیت پیش کریں۔ جس سے آپ مسیح کا افضل ہونا سمجھتے ہیں۔ اس نے کہا۔ قرآن میں ہے کہ فرشتہ نے حضرت مریم کو بشارت دی کہ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا تجھے پاک لڑکا دیا جائیگا قرآن مجید میں کسی اور نبی کے حق میں ایسا نہیں کہا گیا۔ کہ وہ گناہوں سے پاک اور بے عیب ہوگا زکی جیسے لفظ کا کسی اور نبی کے حق میں استعمال نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مسیح ہی بے عیب اور معصوم تھے اور کوئی نبی اس صفت میں ان کا شریک نہ تھا مَیں نے جواب دیا۔ اگر قرآن مجید میں

یہی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی استعمال ہُوا ہوتا تو اس سے صرف یہ ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح درجہ میں مساوی ہیں مگر مینے یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استاد کیطرح ہیں اور مسیح شاگرد کیطرح۔ چنانچہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی مادہ سے جو لفظ استعمال ہُوا ہے وہ میرے دعوی کی تائید کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں خدا تعالیٰ نے امیوں کیطرف انہی میں سے رسول کر کے مبعوث کیا وہ انھیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سُناتا ہو اور انھیں پاک کرتا ہے۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزکی ہونا ظاہر کیا گیا ہے یعنی دوسروں کو مسیح جیسا پاک بنادینے والا۔ آپکا خیال تھا کہ قرآن مجید سے حضرت مسیح علیہ السلام کا تمام انبیاء حتّٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہونا ثابت ہوتا ہے قرآن مجید کی اس آیت کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُستاد کا مرتبہ رکھتے ہیں اور حضرت مسیح شاگرد کا۔

حضرت مسیح علیہ السلام ذکی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مزکّی یعنی زکی بنانیوالا۔

دوسری آیت۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے دوسری بات یہ پیش کی۔ کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح کے حسب و نسب کے بے عیب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب و نسب کا مطلقاً ذکر نہیں کیا گیا۔ مینے اس سے پوچھا۔ آپ قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ مینے کہا۔ کہ مسیح کے نسب کو بے عیب ثابت کیا۔ اسی طرح بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ مزکی کا ہُوا جو اُستاد کا مرتبہ ہے۔ مینے کہا آپ کا استدلال درست نہیں۔ قرآن مجید انساب کی کتاب تو ہے نہیں کہ سب انبیاء کے حسب و نسب کا ذکر کیا جاتا۔ حضرت مسیح کے ماں باپ اور انکے سلسلۂ نسب کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ انکے نسب پر طعن کیگئی تھی۔ خود آپکی مقدس کتاب انجیل متی کے باب اوّل میں مسیح کا جو نسب نامہ لکھا گیا ہے اُس میں اُنکی دو دادیاں زناکار بتائی گئی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اُن کے نبی ہونے کا ذکر کیا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی ذکر کر دیا۔ کہ اُن کا سلسلہ نسب بھی پاک اور بے عیب تھا۔ ظاہر ہے کہ سفید بے داغ کپڑے کو دھونے کیضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر میلا ہو یا اس میں کوئی دھبہ لگا ہو تو وہ دھویا اور صاف کیا جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب و نسب تمام لوگوں کے نزدیک بے داغ اور پاک وصاف

تھا۔ اس لئے اس کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ اگر آپکے طرز استدلال کو اختیار کیا جائے تو آیت "وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ" سے باسانی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح کافر تھے۔ کیونکہ اُن سے کفر کی نفی ایسے رنگ میں نہیں کیگئی جس رنگ میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیگئی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے نفئی کفر کی وجہ بھی یہی تھی۔ کہ اُن پر کفر و شرک کا الزام لگایا گیا تھا۔ (دیکھو: ...)

قیبس ہی آیت۔ اس نے یہ پیش کی۔ کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح کے متعلق اَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ مِنْہُ آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اُنکی رُوح القدس سے تائید کی تھی بیننے کہا حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ" کہ مینے اُس میں اپنی رُوح پھونکی اور سب فرشتے اسکے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ حالانکہ مسیح کے لئے کبھی فرشتوں نے سجدہ نہیں کیا۔ البتہ انجیل متی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ شیطان نے مسیح سے کہا تھا کہ تم مجھے سجدہ کرو۔ اور رُوح سے مراد حضرت جبرائیل ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا اُنْشُدْ رُوْحُ الْقُدُسِ مَعَکَ کہ تم شعر پڑھو اور رُوح القدس تمہارے ساتھ ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ صحابہؓ کے حق میں فرماتا ہے وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ (مجادلہ) کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح القدس سے انکی تائید کی ہے اور صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے۔ اس لئے مسیح علیہ السلام بھی جن کی رُوح القدس سے تائید ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بمنزلہ شاگرد ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَعَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی کہ انھیں شدید القوٰی نے سکھایا۔ شدید القوٰی حضرت جبرائیلؑ کی ایک تجلی کا نام ہے جیسے رُوح القدس انجیل میں آتا ہے کہ مسیح پر رُوح القدس کبوتری کی شکل میں نازل ہوئی لیکن حدیث میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرائیل کے ظاہر ہونیکے وقت سارا افق ان کی تجلی سے معمور تھا۔ کہاں عظیم الشان تجلی اور کہاں کبوتری!

پھر اس نے کہا۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ کے مطابق آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور اب تک زندہ ہیں۔ اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونگے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کیطرح وفات پا گئے بیننے کہا آپ کو میرے عقیدے کا علم نہیں۔ میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا یہ کیسے؟ مینے کہا۔ ظاہری لحاظ سے تو سب نبی وفات پا گئے اور آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں رفع سے مراد بلندی درجات

اور تقرب الی اللہ ہے۔ یہود نے کہا کہ انھوں نے مسیح کو صلیب پر لٹکا کر مار دیا جس سے اُن کا لعنتی ہونا ثابت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ یہود نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا۔ نہ کسی اور طریق سے قتل کیا۔ اس لئے وہ لعنتی نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کا مقرب تھا۔ اور رفع کا فاعل جب اللہ تعالیٰ ہو۔ اور مفعول کوئی ذی رُوح انسان ہو تو زبانِ عرب میں اس کے معنی سوائے تقرب الی اللہ اور رفع درجات کے اور کچھ نہیں ہوتے۔ آسمان پر اُٹھانے کے تو کیا۔ کسی پہاڑی یا ٹیلے پر بھی اُٹھانے کے نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بلعم باعور کے متعلق آتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ (اعراف) یعنی ہم چاہتے۔ تو ان آیات کے ساتھ اُس کا رفع کرتے۔ لیکن وہ زمین کیطرف جھک گیا۔ اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ اس آیت میں تو رفع کے مقابلے میں (ارض۔ زمین) کا لفظ بھی موجود ہے۔ پھر بھی کوئی مفسر اس آیت میں رفع کے معنے آسمان پر لیجانے نہیں لیتا۔ اور حدیث میں آتا ہے اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ (کنز العمال) کہ جب کوئی بندہ خاکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان تک رفع کرتا ہے۔ اس حدیث میں باوجود آسمان کا لفظ موجود ہونے کے کوئی شخص یہ معنی نہیں لیتا۔ کہ خاکساری کرنے والا فی الحقیقت آسمان پر اُٹھا لیا جاتا ہے جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ عربی زبان میں رفع الی اللہ کے معنے تقرب الٰہی اور رفع درجات کے ہیں۔ مع جسم آسمان پر اُٹھانے کے نہیں۔

پس رفع کے لفظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ پھر میں نے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظاہری لحاظ سے وفات پا چکے ہیں۔ لیکن رُوحانی افاضہ اور اثر و تاثیر کے لحاظ سے آپ زندہ ہیں۔ مسیح مردہ۔ کیونکہ انکی پیروی سے اب کوئی شخص اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے نہ ان کا دین زندہ ہے نہ ان کی شریعت زندہ ہے۔ اور نہ اب ان کی روحانی تاثیر باقی ہے

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضہ روحانی اور تاثیر قدسی جاری ہے۔ اور بندگان الٰہی اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ کا دین زندہ۔ آپ کی کتاب زندہ۔ آپ کی شریعت زندہ۔ آپ کا افاضۂ رُوحانی و تاثیر رُوحانی زندہ ہے۔ اس لئے آپ اور صرف آپ ہی زندہ نبی ہیں۔

اس نے یہ سُن کر کہا کہ یہ تو نئی بات ہے اور کچھ دیر گفتگو کر کے چلا گیا۔

شرح المقصید صہ ۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵
۱۴۶-۱۴۷

واقعات و مشاہدات

: از :

مکرّم و محترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ

مَیں قاضی محمد نذیر ولد قاضی محمد حسین صاحب حکیم موضع کورو وال ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں۔ ہمارے خاندان میں احمدیت میرے دادا صاحب مولوی نجم الدین مرحوم و مغفور کے ذریعہ آئی ہے۔ آپ عربی اور فارسی کے عالم تھے اور شہر سیالکوٹ میں کتابت کرتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیالکوٹ رہنے کے زمانہ میں آپ کے ملنے والوں میں سے تھے۔ حضور علیہ السلام کے دعویٰ پر سلسلہ میں بلا تامل داخل ہو گئے۔ آپ نے ۱۹۰۱ء میں وفات پائی جبکہ مَیں ابھی چھوٹا بچہ ہی تھا۔ جب مَیں نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم پرائمری تک موضع روڑس متصل کورو وال میں حاصل کی اور بعد میں فارسی کی تعلیم گھر پر اپنے والد قاضی محمد حسین صاحب حکیم مرحوم مغفور سے حاصل کی۔ پھر مَیں لاہور چلا گیا اور انجمن حمایت اسلام کے مدرسہ حمیدیہ میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد مدرسہ رحیمیہ مسجد نیلا گنبد میں۔ ان دونوں مدرسوں میں عربی علوم کی ابتدائی تعلیم حاصل کر کے اورینٹل کالج لاہور میں مولوی عالم کلاس میں داخل ہو گیا۔ شروع میں مَیں اپنے چچا قاضی عطاء اللہ صاحب کے پاس رہتا تھا اورینٹل کالج میں داخلہ کے بعد کالج کے ہوسٹل میں داخل ہو گیا جو شاہی مسجد لاہور کے متصل تھا۔ مولوی عالم پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۶ء میں منشی فاضل اور ۱۹۱۸ء میں مولوی فاضل پاس کیا۔ کچھ عرصہ مَیں نے اسلامیہ ہائی سکول سیالکوٹ اور کچھ عرصہ چک ۳۳۳ اسلامیہ ہائی سکول میں بطور معلّم عربی کام کیا پھر کچھ عرصہ سردار حاکم سنگھ ہائی سکول ڈنگا میں بطور معلّم فارسی کام کیا۔ اس کے بعد مَیں جموں چلا گیا۔ چونکہ مَیں نے علم طب میں نامی گرامی حکیم محمد سعید صاحب روڑس سے تعلیم حاصل کی ہوئی تھی اس لئے وہاں مطب جاری کیا۔ ساتھ ہی اکبر اسلامیہ ہائی سکول میں بطور

معلّم عربی بھی کام کرتا رہا۔ جموں سے پھر مَیں راولپنڈی ڈینیز ہائی سکول میں چلا گیا اور وہاں سے ۱۹۲۲ء میں لائل پور مسلم ہائی سکول میں بطور معلّم عربی مقرر ہو گیا۔ لائل پور اس سکول میں ۱۹۳۵ء تک ملازمت کی۔ وسلئے احباب نے میرے نام کے ساتھ لائل پوری لکھنا شروع کر دیا۔ ورنہ اصل میں تو مَیں سیالکوٹی ہوں۔ ۱۹۳۵ء میں چونکہ احرار کی تحریک جماعت احمدیہ کے خلاف زور پر تھی۔ لائل پور کی انجمن اسلامیہ میں اس وقت احراریوں کا زور تھا اس لئے میرا وجود بوجہ احمدیت مسلم ہائی سکول میں احرار کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ مگر اُن کے لئے مجھے نکالنا آسان نہ تھا۔ کیونکہ میرا کام ہمیشہ تسلی بخش رہا تھا۔ اس لئے پہلے یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ کوئی احمدی اس انجمن کا ممبر نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے بعد میری علیحدگی کا ریزولیوشن پاس کیا گیا ۱۹۳۶ء میں مجھے ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے بطور مبلّغ لے لیا۔ لیکن اگلے ہی سال میں تخفیف میں آ گیا۔ تو مجھے حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے جو اُن دنوں ناظر تعلیم و تربیت تھے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں معلّم فارسی و دینیات مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ احمدیہ میں لیکچرار کی ضرورت تھی۔ اُن دنوں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (حال خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ) جامعہ احمدیہ کے پرنسپل تھے مجھے جامعہ احمدیہ میں تبدیل کر لیا گیا۔ اس کے بعد مولوی ابو العطاء صاحب فلسطین سے واپس قادیان تشریف لائے تو دو سال کے لئے میرا تبادلہ نظارت دعوۃ و تبلیغ میں ہو گیا۔ اور مولوی ابو العطاء صاحب جامعہ احمدیہ میں میری جگہ دو سال کے لئے لیکچرار مقرر ہو گئے۔ جب دو سال ختم ہونے کو آئے تو حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔ اس پر مدرسہ احمدیہ میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ ہیڈ ماسٹر ہو گئے اور مجھے سیکنڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ مَیں نے ابھی مدرسہ احمدیہ میں غالباً ایک ماہ ہی کام کیا تھا کہ قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کا اجراء ہو گیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اور مجھے تبدیل کر کے تعلیم الاسلام کالج میں بطور لیکچرار فارسی بھیج دیا گیا۔

مولوی ابوالعطاء صاحب جامعہ احمدیہ کے پرنسپل مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ میں نے تعلیم الاسلام کالج میں کام کیا۔ تو مولوی ابوالعطاء صاحب کی تحریک پر مجھے پھر جامعہ احمدیہ میں منتقل کر دیا گیا تقسیم ملک کے بعد جامعہ احمدیہ احمد نگر نزد ربوہ جاری ہوا۔ اس زمن میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جامعۃ المبشرین کا اجراء فرمایا اور مولوی ابوالعطاء صاحب کو جامعۃ المبشرین کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم سے مجھے جامعہ احمدیہ کا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۰ء تک میں جامعہ احمدیہ کا پرنسپل رہا۔ اُس زمانہ میں جامعہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین کو ملا دیا گیا۔ اور اس کا انتظام تحریک جدید کے سپرد ہوا۔ اور میں چونکہ ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ چکا ہوا تھا اس لئے میں ریٹائر کر دیا گیا اس وقت سے خدا تعالیٰ نے مجھے نظارت اصلاح و ارشاد میں بطور مصنف کام کرنے کا موقعہ دیا اور مجھے مخالفین احمدیت کے جوابات میں کئی کتابیں اور مضامین لکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اس وقت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد کے وفات پا جانے پر میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت قائم مقام ناظر اصلاح و ارشاد مقرر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اپنے فضل سے سلسلہ کی مفوضہ خدمات کے لئے رہنمائی فرمائے۔ اور میرا انجام بخیر ہو اور میرا خدا مجھ سے راضی ہو۔ اللھم آمین

مخالفین احمدیت کے بعض اعتراضات اور شکوک و شبہات کا ازالہ

احمدیت کی مخالفت میں غیر احمدی علماء کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جنہیں خدا تعالیٰ نے خاتم النبیین قرار دیا ہے کسی شخص کا دعویٰ نبوت کرنا کفر ہے۔ اور احادیث نبویہ میں بھی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وغیرہ کے الفاظ وارد ہیں جن سے یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت منقطع ہو چکی ہے

الجواب :- اس کے جواب میں میں اپنے تجربہ کی بات بتاتا ہوں۔ ہمارے دوستوں کو اس اعتراض کا اصولی جواب یہ دینا چاہیئے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان ختم نبوت کے مسئلہ میں کوئی اصولی اختلاف موجود نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل یا تشریعی نبی کا آنا ہم بھی منقطع جانتے ہیں اور غیر احمدی علماء بھی۔ ہمارے نزدیک اور ان کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم متفق علیہ طور پر آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کا آنا وہ بھی مانتے ہیں اور ایک نبی کا آنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ آنے والا موعود نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی ہوگا اور ہم بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ موعود نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بھی ہے۔ وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ موعود نبی مسیح موعود ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ موعود نبی مسیح موعود ہے۔ پس ایک نبی کا آنا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بھی ہے اور مسیح موعود بھی فریقین کو مسلّم ہے۔ پس اصولی طور پر دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ اُمتی نبی کا آنا نہ آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے اور نہ منقطع قرار دینے والی حدیثوں کے خلاف ہے۔

ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان جو اختلاف ہے تو وہ صرف مسیح موعود امتی نبی کی شخصیت کی تعیین میں ہے ورنہ ایک امتی نبی کے آنے میں ہم دونوں فریق کے درمیان کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ شخصیت کی تعیین میں جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ غیر احمدی علماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو ایک مستقل نبی تھے خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور انہیں کا دوبارہ آنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی بننا قرار دیتے ہیں اور ہم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ نبویہ کے مطابق وفات یافتہ تسلیم کرتے ہیں اور مسیح موعود کے متعلق یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بعد آپ کے

افاضۂ روحانیہ سے مقامِ نبوت پر فائز ہوا ہے اور ایک پہلو سے نبی ہے اور ایک پہلو سے امتی ہے۔ پس ہم دونوں فریق میں اگر کوئی امر متنازعہ فیہ ہے تو وہ حیات و وفاتِ مسیح کا مسئلہ ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ اصولی طور پر متفق علیہ ہونے کی وجہ سے متنازعہ فیہ نہیں۔ اس بحث کو غیر احمدی علماء خواہ مخواہ چھیڑتے ہیں تاکہ اپنے ساتھیوں کی توجہ اس اصل مسئلہ سے ہٹا کر یہ اشتعال پیدا کریں کہ احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوّت کے منکر ہیں اس لئے ختم نبوت کا تحفظ ضروری ہے۔ حالانکہ اصل بحث ہمارے اور اُن کے درمیان صرف وفات اور حیاتِ مسیح کے مسئلہ پر ہی ہو سکتی ہے نہ کہ ختم نبوت کے موضوع پر جو در اصل متنازع فیہ نہیں بلکہ اُسے کھینچ تان کر متنازعہ فیہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اگر بالفرض حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زندگی ثابت ہو جائے (جو کبھی ثابت نہیں ہو سکتی) تو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ خود بخود غلط قرار پا جاتا ہے۔ اور احمدیت کی مخالفت میں غیر احمدی علماء کو کسی اور مسئلہ پر بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ مخالف علماء دوسری بحثوں میں اس لئے اُلجھتے ہیں کہ وہ گزشتہ زمانہ کی بحث و تمحیص سے جو احمدی علماء کے ساتھ ہوتی رہی ہے اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ وہ حیاتِ مسیح کے متعلق کوئی مؤثر دلائل نہیں رکھتے آجکل جہاں بھی وہ بحث کی طرح ڈالتے ہیں وفات و حیاتِ مسیح کے مسئلہ پر بحث کرنے سے کنی کتراتے ہیں۔ یہ امر انکی شکست خوردہ ذہنیت کا آئینہ دار ہے۔

ختمِ نبوت پر گفتگو میں یہ امر ہمیں واضح کر دینا چاہیئے کہ جن احادیثِ نبویہ میں انقطاعِ نبوت کا ذکر ہے وہ ہمیں مسلّم ہیں مگر ان میں صرف "نبی" آنے کی نفی ہے۔ اور "امتی نبی" آنے کی نفی کسی حدیث نبوی میں موجود نہیں۔ اور غیر احمدی علماء ایک بھی ایسی حدیث نبوی پیش نہیں کر سکتے جس میں "امتی نبی" کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کی نفی مذکور ہو۔ بلکہ اس کے برعکس ایسی احادیث نبویہ موجود ہیں جن سے "اُمتی نبی"

کے آنے کا امکان ثابت ہے ۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ ۔[۵]

(ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے بڑھ کر ہیں بجز اس کے کہ کوئی "نبی" پیدا ہو (یعنی امت میں)

ضلع سرگودھا کے ایک چک میں مولوی لال حسین صاحب سے میرا ایک مناظرہ ہوا جس میں مولوی صاحب کے سامنے میں نے یہ حدیث رکھی ۔ بحث کی کئی بادیوں میں مولوی لال حسین صاحب اس کے جواب کی طرف متوجہ نہ ہوئے حالانکہ میں بار بار انہیں توجہ دلاتا رہا ۔ بالآخر میں نے انکو یوں جھنجھوڑا کہ اگر آپ اس حدیث کا جواب دیدیں تو اس پر بحث ختم کر دوں گا ۔ ایک اور مولوی صاحب جو مولوی لال حسین صاحب کے قریب بیٹھے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس حدیث میں نَبِیٌّ کا لفظ آیا ہے یا نَبِیًّا کا ۔ میں نے جواب میں کہا کہ اس حدیث میں نَبِیٌّ کا لفظ آیا ہے اور یہاں کَانَ تامہ ہے نہ کہ ناقصہ ۔ اسپر مولوی صاحب موصوف نے مولوی لال حسین صاحب کو ہاتھ سے چھو کر کہا ۔ پھر تو اس کا جواب دینا ضروری ہے ۔ اب مولوی لال حسین صاحب ہم دونوں کی گرفت میں تھے ۔ مجبور ہو کر انہوں نے یہ جواب دیا کہ اس حدیث میں اِلَّا کا استثناء عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے ۔ اس پر میں نے کہا الحمد للہ کہ ہماری بحث ختم نبوت کے متعلق آخری نتیجہ پر پہنچ گئی ۔ آنے والے عیسیٰ کو مولوی صاحب نے اُمتی نبی تسلیم کر لیا ہے ۔ اور میں بھی اس وقت تک ایک ہی امتی نبی کا آنا مانتا ہوں جو میرے نزدیک عیسیٰ مسیح موعود ہی ہے ۔ پس اصولی طور پر ہم دونوں فریق مسیح موعود کے امتی نبی ہونے پر متفق ہو گئے ہیں ۔ اگر مولوی لال حسین صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن وحدیث کی رُو سے زندہ ثابت کر دیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی ہی مسیح موعود ہونگے ۔ اگر ان کی وفات ثابت ہو تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ امتِ محمدیہ کا

---

[۵] کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص۲

ایک فرد ہے نہ کہ اسرائیلی مسیح - پھر میں نے کہا مولوی صاحب! خود یہی حدیث اس بات پر روشن دلیل ہے کہ مسیح اسرائیلی اس حدیث میں مراد نہیں ہو سکتا - کیونکہ اس حدیث میں یَکُوْنُ کا لفظ وارد ہے جو مضارع کا صیغہ ہے اور اس کا مادہ کَوْنٌ ہے جس کے معنے ہیں نیست سے ہست ہونا - یعنی پیدا ہونا - پس اس میں ایک آئندہ پیدا ہونے والے نبی کا استثناء کیا گیا ہے نہ کہ پیدا شدہ اسرائیلی مسیح کا - آیت قرآنیہ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ اس بات پر نص صریح ہے کہ یَکُوْنُ کے معنے نیست سے ہست ہونا ہیں یعنی پیدا ہونا - خدا تعالےٰ کے کُنْ کہنے پر آئندہ اُس شئے کا پیدا ہونا مراد ہے جس کے پیدا کرنے کا وہ ارادہ کرے - مولوی لال حسین صاحب بالکل ساکت اور لاجواب ہو گئے اور بحث ختم ہو گئی۔

مباحثہ میانوالی میں بھی میں نے مولوی لال حسین صاحب سے اسی رنگ میں بحث کی ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان ختمِ نبوت کے بارے میں اصولی اختلاف نہیں ہے آپ بھی ایک اُمّتی نبی کا آنا مانتے ہیں اور اُسے مسیح موعود مانتے ہیں اور ہم بھی ایک اُمّتی نبی کا آنا مانتے ہیں اور اُسے مسیح موعود یقین کرتے ہیں - اس بحث میں میں نے مولوی لال حسین صاحب سے مطالبہ کیا کہ وہ کوئی ایسی حدیث پیش کریں جس میں اُمّتی نبی کا آنا ممتنع ہو - ساری بحث ختم ہو گئی مگر وہ اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکے بلکہ اس کے برعکس ایسی حدیثیں پیش کر دیں جن سے اُمتی نبی کے آنے کا امکان ثابت ہے - میں نے بحث کا یہ طریق ہر جگہ آزمایا ہے اور اسے مفید پایا ہے - اور اس سے غیر از جماعت اصحاب کو بھی متأثر پایا ہے -

خاتم النّبیّین کے معنے

خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے ایک معنے تو حقیقی لغوی معنے ہیں اور کئی اور معنے بطور لازمی معنے کے اُس کے ساتھ جمع ہیں "مفرداتِ راغب" میں جو قرآن مجید کی مستند اور مسلّمہ لغت ہے - ختم مصدر کے معنے یہ لکھے ہیں :- هُوَ تَأْثِیْرُ الشَّیْءِ کَنَقْشِ الْخَاتَمِ (مفردات زیر لفظ ختم)

یعنی ختم کے معنے کسی شئے کا مؤثر ہونا ہے جس طرح مُہر کا نقش مؤثر ہوتا ہے -

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ دارالعلوم دیوبند نے خاتم النّبیین کے حقیقی معنے نبوت میں مؤثر وجود کے ہی قرار دیئے ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"جیسے خاتَم بفتح تاء کا اثر اور فعل مختوم علیہ پر ہوتا ہے۔ ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوگا۔" (تحذیر الناس صـ۱)

حضرت مولٰنا صاحب موصوف کا مقصود اس عبارت سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النّبیین ہونے سے یہ مراد ہے کہ نبوت آپ میں بالذّات پائی جاتی ہے اور دوسرے تمام نبیوں میں بالعرض۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرِ قدسی اور رُوحانی فیض کے واسطہ سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ تحذیر الناس کے صفحہ ۳ و ۴ پر خاتم النبیین کے یہی معنے بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصفِ نبوت بالذّات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض۔ اَوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے۔ مگر آپ کی نبوت کسی اَور (نبی۔ ناقل) کا فیض نہیں۔ اس طرح آپؐ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے آپؐ نبی اللہ ہیں ویسے ہی آپؐ نبی الانبیاء بھی ہیں۔"

ہاں مولٰنا صاحب موصوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "خاتمیتِ زمانی" کے بھی قائل ہیں۔ یعنی اوپر کے معنے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت لانے والے نبیوں میں سے آخری نبی بھی مانتے ہیں۔ پہلے معنے اُن کے نزدیک "خاتمیت مرتبی" کہلاتے ہیں اور دوسرے معنے "خاتمیت زمانی"۔ "خاتمیت مرتبی" کو وہ اصل قرار دیتے ہیں جس کے فیض سے تمام نبی وجود میں آئے۔ اور "خاتمیت زمانی" کو ان معنوں کے ساتھ لازم قرار دیتے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی لازم اپنے ملزوم کے بغیر پایا نہیں جا سکتا ہے۔ اور لازم اور ملزوم میں کوئی اختلاف تضاد اور تناقض کی قسم کا پایا نہیں جاتا۔

خاتمیتِ مرتبی کا تقاضا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبی پیدا ہوتے رہیں اور آپؐ کے ظہور کے بعد بھی کوئی نبی آپ کی پیروی اور آپکے افاضۂ روحانیہ کے واسطہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ معنے حقیقی اصلی اور قدیمی ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں ظہور سے پہلے بھی مؤثر رہے ہیں۔ لہذا ان کی تاثیر کبھی منقطع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت خاتم النّبیین ہیں۔ ہاں ان کے ساتھ ایسے لازمی معنے جمع ہو سکتے ہیں جو مندرجہ بالا معنے کے ساتھ کوئی تخالف از قسم تضاد و تناقض نہ رکھتے ہوں۔ پس خاتمیتِ زمانی اس مفہوم میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق آخری نبی اور آپ کے بعد کوئی پیدا نہیں ہو سکتا پہلے معنے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خاتمیت مرتبی اصل اور حقیقی معنے ہیں اور لازمی معنے حقیقی معنے سے تضاد اور تناقض نہیں رکھتے۔ اگر خاتمیتِ زمانی سے یہ مراد لی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی پیدا نہیں ہو سکتا تو یہ معنے خاتمیتِ مرتبی کے خلاف ہو جائیں گے کیونکہ خاتمیتِ مرتبی کا مفہوم یہ ہے کہ نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس طرح دونوں معنے لازم و ملزوم نہیں رہیں گے۔

حضرت مولنا محمد قاسم علیہ الرحمۃ نے خاتمیتِ مرتبی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ:-

"اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔" (تحذیر الناس ص ۲۸)

مولنا صاحب موصوف نے اسجگہ یہ لکھا ہے کہ بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا پیدا ہو جانا خاتمیت محمدی کے خلاف نہیں ہو گا۔ خاتمیت محمدی ہر قسم کی خاتمیت پر مشتمل ہے۔ خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیتِ زمانی۔ پس مولنا موصوف کے نزدیک آئندہ کسی نبی کا پیدا ہو جانا نہ خاتمیت مرتبی کے خلاف ہے نہ خاتمیت زمانی کے۔ کیونکہ خاتمیتِ محمدی ان دونوں معنوں پر مشتمل ہے۔ اور مولانا صاحب موصوف خاتمیت زمانی کی غرض یہ بیان فرماتے ہیں:—

"غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دین محمدیؐ بعد ظہور منسوخ نہ ہو۔ علوم نبوت اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں۔ کسی اور نبی کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو احتیاج باقی نہ رہے۔"

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱ پرچہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی)

پس خاتمیت زمانی کا مفہوم مولانا صاحب موصوف کے نزدیک یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ایسا نبی نہیں آسکتا جو دین محمدی کے کسی حکم کو منسوخ کرے۔ کیونکہ دین محمدی میں علوم دینیہ اپنی تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور کسی اور حکم شرعی کی باقی نہیں رہی۔ ہاں کسی ایسے نبی کا آنا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور آپ کا امتی بھی ہو نہ خاتمیت مرتبی کے خلاف ہے نہ خاتمیت زمانی کے۔

دیوبندی علماء کا یہ کہنا کہ "بالفرض" سے مراد مولنا موصوف کے فقرہ میں "فرض محال" ہے اور خاتمیت زمانی سے مراد خاتمیت مطلقہ ہے محض ایک باطل خیال ہے کیونکہ اس طرح خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی دو متضاد معنے بن جاتے ہیں۔ پس خاتمیت مرتبی کے ذریعہ انبیاء کا آنا ہمیشہ ممکن رہا ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور پر بھی یہ ممکن ہی رہے گا۔ ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعد ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک خاتمیت مرتبی کے متصف نہیں رہے۔ خاتمیت مرتبی چونکہ خاتم النبیین کے اصل اور حقیقی معنے ہیں جو ذاتی طور پر آپ میں پائے جاتے ہیں۔ اور وصف ذاتی ہونے کی وجہ سے آپ سے منفک (جدا) نہیں ہوسکتے۔ لہذا خاتمیت زمانی کا مفہوم ان سے متضاد نہیں ہوسکتا۔ اگر خاتمیت زمانی سے مراد آئندہ مطلق کسی نبی کا نہ آسکنا ہو تو مولنا محمد قاسم صاحب کا یہ فقرہ "قضیہ کاذبہ" بن جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے کلام کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بالفرض اگر نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ حالانکہ اگر خاتمیت زمانی کے معنے کسی نبی کا نہ آسکنا ہوں تو خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آجائیگا پس اس صورت میں یہ قول کاذب ہوگا کہ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔ چونکہ مولانا موصوف کا قول صادق ہے اس لئے ان کی طرف خاتمیت زمانی

کو ان معنوں میں منسوب کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کوئی غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکتا جو آپ کا اُمتی بھی ہو درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

افسوس ہے کہ دیوبندی علماء بے سوچے سمجھے مولانا موصوف کی طرف خاتمیت زمانی کے ایسے معنے منسوب کرنا چاہتے ہیں جو خاتمیت مرتبی کے نقیض ہیں۔ اس طرح تو اُن کے دونوں معنوں (خاتمیت مرتبی و خاتمیت زمانی) میں اجتماعِ نقیضین لازم آتا ہے جو امر محال ہے، نیز مولانا موصوف اس صورت میں دو ایسے وصفوں کے بیک وقت پائے جانے کے قائل قرار پاتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اور یہ امر بھی صریح باطل ہے پس یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مولانا موصوف کے نزدیک خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی میں کوئی تناقض اور تضاد نہیں۔ یعنی خاتمیت مرتبی کا فیضان بھی منقطع نہیں اور خاتمیت زمانی بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ اور یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ بعد از ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ مرتبی آپ کی پیروی سے امتی کے مقام نبوت پانے میں مؤثر ہو۔ اور خاتمیت زمانی صرف شارع اور مستقل نبی کے آنے میں مانع نہ ہو۔ ہٰذا ہو المرام۔

میری یہ بحث مجرّب ہے اور دیوبندی علماء اس کے مقابلہ میں عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ خاتمیت مرتبی کی بحث میں آپ معلوم کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے مثبت معنے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نبی ہیں کہ آپ کی تاثیرِ قدسی سے نبی پیدا ہوتے رہے ہیں اور پیدا ہو سکتے ہیں اور خاتمیت زمانی انہیں معنوں کو اس مفہوم میں لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور مستقل نبی ہیں۔ خاتمیتِ مرتبی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے پر بھی دلیل ہے۔ خاتمیت مرتبی کو خاتمیتِ زمانی مندرجہ بالا مفہوم میں اس لئے لازم ہے کہ جو وجود باجود خاتمیت مرتبی کا مقام رکھتا ہو وہ بالضرور اکمل شریعت لانے والا ہو گا۔ لہٰذا اس کی لائی ہوئی شریعت کے بعد کوئی شارع نہیں آسکتا اور نہ اس کی شریعت کی پیروی کے بغیر کوئی آئندہ کوئی انسان کوئی روحانی مرتبہ

حاصل کر سکتا ہے۔ نبی کا پیدا ہونا تو درکنار صدیق۔ شہید۔ اور صالح کے مدارج بھی نہیں پا سکتا۔ بلکہ مومن بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (آل عمران ۹/۳۶)

یعنی جو اسلام کے سوا اور دین کو چاہے گا وہ دین اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اتم اور اکمل شریعت آجانے پر اب کسی شارع اور مستقل نبی کا آنا محال قرار پایا۔ پس خاتمیتِ زمانی کا منفی مفہوم جو ہے خاتمیت مرتبی کے مثبت مفہوم کو لازم ہے اور اس کی نقیض نہیں ہے۔ خاتم النّبیین کے معنوں کے اسی منفی مفہوم کی امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے جو ایک بہت بڑے محدّث اور فقہ حنفیہ کے مسلّمہ جلیل القدر امام ہیں اس طرح وضاحت فرمائی ہے کہ آپ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر کے صفحہ ۵۸ و ۵۹ پر حدیث لَوْعَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا کی تشریح میں لکھا ہے کہ اگر صاحبزادہ ابراہیم فرزند رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے تو اُن کا نبی ہو جانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع ہوتے اور خَاتَمَ النَّبِيّٖن کے معنے یہ ہیں۔

"اِذَا الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْ نَبِيٌّ بَعْدَهٗ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِّنْ اُمَّتِهٖ۔" یعنی خاتم النّبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کی امّت میں سے نہ ہو۔

اس عبارت میں امام موصوف علیہ الرحمۃ نے خاتمیت زمانی کے مفہوم کی یوں تعیین اور تحدید کر دی ہے کہ خاتم النبیین کے بعد نہ کوئی ناسخ شریعت نبی آسکتا۔ اور نہ ہی

امت محمدیہ سے باہر کوئی نبی آ سکتا ہے۔ پس خاتمیت زمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کو مقام نبوت پانے میں مانع نہیں۔ اس صورت میں خاتم النبیین کے مفہوم کا یہ منفی پہلو صرف غیر قوموں یعنی یہودیوں۔ عیسائیوں۔ ہندوؤں وغیرہ میں نبی کے آنے میں روک ہے امت محمدیہ کے کسی فرد کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مقام نبوت پانے میں ہرگز مانع نہیں۔ اس صورت میں مقام نبوت پانے والا ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے امتی اور یہ دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آئیں گے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔ تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان ثابت ہو۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۵۵)

ایک عجیب واقعہ

ایک دفعہ میرا مباحثہ ختم نبوت کے موضوع پر اپنے گاؤں موضع کوروال ضلع سیالکوٹ میں پیر نادر شاہ صاحب سے ہوا جو سنبٹریال کے رہنے والے تھے۔ جب پیر صاحب بحث میں عاجز آ گئے تو انہوں نے ایک مولوی کو کھڑا کر دیا۔ اور اُسے کہا کہ تم یہ کہو کہ میں اسی طرح خدا کا نبی ہوں جس طرح مرزا صاحب نبی ہیں۔ اور پیر صاحب نے کہا کہ اب اِسے جھوٹا ثابت کرو۔ اسپر میں اٹھا اور مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ دوستو! خدا کا شکر ہے کہ جو مسئلہ میرے اور پیر صاحب کے درمیان زیر بحث تھا وہ حل ہو گیا ہے۔ بحث یہ تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں نبی آ سکتا ہے یا نہیں۔ پیر صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ آ سکتا ہے جو یہ دیکھئے پیر صاحب کا نبی جو سامنے کھڑا ہے۔ آپ یہ مان گئے ہیں کہ نبی آ سکتا ہے تبھی تو انہوں نے آپ سب لوگوں کے سامنے مولوی صاحب سے نبوت کا دعویٰ کرایا ہے۔ اب یہ

چاہتے ہیں کہ میں اسے جھوٹا ثابت کروں۔ مگر مجھے اسے جھوٹا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بھیجا بلکہ پیر صاحب نے ان سے دعویٰ کرایا ہے اور خود پیر صاحب بھی اسے دعویٰ میں جھوٹا جانتے ہیں اور یہ شخص خود بھی اپنے آپ کو اس دعویٰ میں جھوٹا سمجھتا ہے۔ اور آپ سب لوگوں کے نزدیک اور میرے نزدیک بھی یہ جھوٹا ہے۔ لہٰذا اس کو جھوٹا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس پر پیر صاحب نے کہا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ جس آیت قرآنیہ سے تم اسے جھوٹا ثابت کرو گے اسی آیت سے میں مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کر دونگا۔ اس پر میں نے کہا لیجیئے پیر صاحب میں ایک آیت پیش کرتا ہوں جو پیر صاحب کے پیش کردہ جھوٹے نبی کو جھوٹا ثابت کر دیگی اور حضرت مرزا صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ اس آیت کی رُو سے سچے ثابت ہونگے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے:۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ کہ ہم اُس وقت تک عذاب بھیجنے والے نہیں یہاں تک کہ ہم کوئی رسول مبعوث کریں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول پہلے مبعوث ہوتا ہے اور عذاب اس کے بعد آتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے پہلے امن وامان تھا۔ آپ کے دعاوی کے بعد پے در پے عذابوں کا سلسلہ شروع ہوا کہیں طاعون کی صورت میں کہیں زلازل کی صورت میں مگر پیر صاحب کا یہ جھوٹا مدعی نبوت عذابوں کے اس سلسلہ کے بعد دعویٰ کر رہا ہے لہٰذا یہ آیت پیر صاحب کے مدعی کو جھوٹا ثابت کرتی ہے اور حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ میں سچا ثابت کر رہی ہے۔

میرے اس آیت کو پیش کرنے پر پیر صاحب مبہوت رہ گئے۔ اور انہیں کوئی جواب نہ سوجھا۔ اس مجلس میں انہوں نے ایک غیر از جماعت دوست کو اپنی طرف سے ثالث بھی بنایا ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس پر اس گفتگو کا گہرا اثر ہوا۔ اور وہ احمدیت میں داخل ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ایک اور عجیب واقعہ

ایک اور واقعہ سنیئے ۔ سرگودہا کے ضلع میں مولوی محمد صاحب ساکن لنگر مخدوم سے دو دن میرا ختم نبوت پر مباحثہ ہوا انہوں نے بھی اپنی طرف سے ایک ثالث مقرر کر رکھا تھا ۔ جو ایک تعلیم یافتہ غیر از جماعت نوجوان تھا ۔ آخری ٹرن میں مَیں نے مولوی محمدؐ سے کہا ۔ مولوی صاحب! عجیب بات ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے سامنے تو روزانہ یہ دعا مانگتے ہیں کہ خدایا نبی بھیج خدایا نبی بھیج اور میرے ساتھ کل سے آپ بحث یہ کر رہے ہیں کہ امت محمدیہ میں کوئی نبی نہیں آسکتا اس پر مولوی صاحب جھنجھلا کر بولے کب یہ دعا مانگتا ہوں ۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب آپ پانچوں وقت نماز میں یہ دعا مانگتے ہیں ۔ ذرا درود شریف پڑھیئے جو آپ نماز میں پڑھا کرتے ہیں ۔ مَیں نے جب مولوی صاحب سے درود شریف پڑھوایا اور تمام مجمع کے سامنے ترجمہ کرایا جو یہ تھا :۔

"اے اللہؐ! محمدؐ رسول اللہ اور آپ کی آل پر وہ رحمت بھیج جو تو نے ابراہیمؑ اور اس کی آل پر بھیجی ہے ۔ بیشک تُو حمید مجید ہے ۔ اور اے اللہؐ : تو محمدؐ رسول اللہ اور آپ کی آل کو وہ برکت دے جو تو نے ابراہیمؑ اور اُنکی آل کو دی ہے ۔ بے شک تو حمید مجید ہے ۔"

اُن کے یہ ترجمہ کرنے پر مَیں نے کہا ۔ مولوی صاحب ! اُس رحمت اور برکت میں تو نبوت بھی داخل ہے کیونکہ آلِ ابراہیم میں نبی بھی آئے ہیں ۔ میری یہ بات سُن کر ثالث مباحثہ کہنے لگے کہ آپ ذرا بیٹھ جائیں مَیں خود مولوی صاحب سے بعض باتیں پوچھنا چاہتا ہوں ۔ اسپر مَیں بیٹھ گیا اور ثالث نے مولوی محمدؐ صاحب سے یہ پوچھا کہ کیا اس رحمت اور برکت سے علاوہ مادّہ مراد ہے یا کوئی روحانی رحمت اور برکت ۔ مولوی صاحب نے کہا ۔ کہ روحانی رحمت اور برکت ہی مراد ہے ۔ اس پر ثالث نے کہا ۔ اس رحمت اور برکت کا نام لیجیئے جو آلِ ابراہیم کو ملی تھی ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آلِ ابراہیم میں بڑے بڑے

اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ ثالث نے کہا۔ الحمد للہ تو پھر اس دعا کے نتیجہ میں آل محمدؐ میں بھی اولیاء اللہ پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں؛ مولوی صاحب نے کہا۔ ہاں ہو سکتے ہیں۔ پھر ثالث نے پوچھا کہ کسی اور رحمت اور برکت کا نام لیجیئے جو آلِ ابراہیم کو ملی تھی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آل ابراہیم میں بڑے بڑے مقربین بارگاہِ الٰہی پیدا ہوئے۔ ثالث نے کہا۔ اچھا اس دعا سے آل محمدؐ میں بھی مقربین بارگاہِ الٰہی پیدا ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا ضرور پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس پر ثالث نے کہا۔ اب ایک آخری بات بتائیے۔ کیا آل ابراہیم میں کوئی نبی بھی ہوا ہے یا نہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ نبی بھی ہوئے ہیں۔ یہ جواب سنتے ہی ثالث نے کہا کہ پھر میری ڈگری آپ کے خلاف ہے اور میں قاضی محمد نذیر کے حق میں ڈگری دیتا ہوں کہ اس دعا کے نتیجہ میں آل محمدؐ میں نبی بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ یہ شخص قاضی محمد نذیر سے مل گیا ہے۔ میں نے کہا مولوی صاحب نے سچ فرمایا۔ کل یہ آپ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ آج میرے ساتھ مل گیا ہے۔ اور میں نے اسے دلائل کے زور سے آپ سب کے سامنے اپنے ساتھ ملایا ہے نہ رشوت دے کر۔ یہ ثالث خدا تعالیٰ کے فضل سے بعد میں احمدی ہو گیا۔ فالحمد للہ۔

اس ثالث کا نام رائے خان محمد بھٹی تھا جو اب فوت ہو چکے ہیں۔

ایک شیعہ عالم سے تبادلہ خیالات

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شیعہ مناظر سے ایک میرا تحریری تبادلہ خیالات ختم نبوت کے موضوع پر ہوا ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف اپنے تحریری پرچہ میں یہ لکھا کہ چونکہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی قرار دیتے ہیں اور خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا اس لئے وہ اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں ہیں۔ میں نے انہیں جواباً لکھا کہ آپ کے بزرگ تو تسلیم کرتے ہیں کہ امام مہدی رسول ہیں۔ چنانچہ آیت

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ کے بارے میں بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے :-

نَزَلَتْ فِی الْقَائِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ

یعنی یہ آیت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔

اور نیز غایۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں لکھا ہے :-

" مراد از رسول درینجا امام مہدی موعود است ۔ "

یعنی اس آیت میں رسول سے مراد امام مہدی موعود ہے ۔

اسپر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے لکھا کہ ہمارے بزرگوں نے بیشک امام مہدی کو رسول لکھا ہے مگر امام مہدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ضم ہو کر رسول ہیں۔ اسپر میں نے انہیں لکھا کہ آپ نے امام مہدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ضم کر کے رسول قرار دیا ہے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ مہدی موعود کا ہے لہذا آپ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف نبوت کی بحث کرنے کا کوئی حق نہیں آپ ان کے متعلق صرف یہ بحث کر سکتے ہیں کہ وہ مہدی موعود کس طرح ہیں ۔ ہم تو ان کی نبوت کو ظلی مانتے ہیں۔ اور ظل اصل سے الگ نہیں ہوتا پس بانی سلسلہ احمدیہ کی ظلی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ضم ہے الگ نہیں ۔ اسپر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب آج تک خاموش ہیں ۔

ایک لطیف بات

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے اپنے رسالہ "ختم نبوت" میں لکھا تھا کہ خاتم کے معنے مہر کے ہیں ۔ اور یہ مہر ڈاکخانہ والی نہیں بلکہ یہ ایسی مہر ہے جو لفافے کے اوپر لگائی جاتی ہے جس سے باہر کی چیز اندر نہیں جا سکتی اور اندر کی چیز باہر نہیں آسکتی ۔ اس کے جواب میں میں نے اپنی کتاب "علمی تبصرہ" میں لکھا کہ پھر وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا کس طرح مانتے ہیں کیونکہ لفافہ انبیاء پر تو مہر لگ چکی ہے اور وہ اندر بند ہو چکے ہیں اور مہر توڑے بغیر نہیں آسکتے ۔

اور ختم نبوت کی مہر کا ٹوٹنا محال ہے۔ مودودی صاحب ابھی تک منقار زیر پر ہیں اور انشاء اللہ وہ منقار زیر پر ہی رہیں گے۔

ایک اور واقعہ

ایک دفعہ مجھے مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات کا موقعہ میسر آیا تو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ مولانا آپ نے اپنی کتاب "مسک الختام فی ختم النبوۃ" میں خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کئے ہیں۔ حالانکہ آخری نبی آپ عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں کیونکہ آپ انکے دوبارہ آنے کے قائل ہیں۔ اور انہیں نبی مانتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی پیدا ہونے کے لحاظ سے مانتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی نہیں اس لئے وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا مولانا: یہ عقیدہ تو بڑا خطرناک ہے اس پر مولوی صاحب نے فرمایا۔ اس میں کیا خطرہ ہے؟ میں نے کہا جناب خطرہ یہ ہے کہ اس عقیدہ سے ختم نبوت دو نبیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ آدھے آخری نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرار پاتے ہیں اور آدھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ پیدا ہونیکے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوئے اور لمبی عمر پانے اور اپنے نورِ نبوت سے سب سے آخر میں مستفیض کرنے کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی قرار پائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پورے آخری نبی تو نہ ہوئے اور خاتم النبیین بمعنے آخری نبی کے وصف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریک ہوگئے۔ اس پر جناب مولوی صاحب مہر بلب ہوگئے۔

لاہوری فریق اور ختم نبوت

آجکل احمدیوں کا لاہوری فریق یہ کہتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں خاتم النبیین ہیں کہ آپکے بعد کوئی نبی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اُن کے مرشد جنہیں یہ مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں صاف فرما چکے ہیں :-

"مجھے خدا تعالیٰ نے میری وحی میں بار بار امتی کر کے بھی پکارا ہے اور نبی کر کے بھی پکارا ہے۔ ان دونوں ناموں کے سننے سے میرے دل میں نہایت لذت پیدا ہوتی ہے اور میں شکر کرتا ہوں کہ اس مرکب نام سے مجھے عزت دی گئی اور اس مرکب نام رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تا عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو مگر ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی امت کا ایک فرد نبی ہو سکتا ہے۔ اور عیسیٰ کہلا سکتا ہے حالانکہ وہ ایک امتی ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۴)

نیز لکھتے ہیں :۔

"بجز اس (خاتم النبیین) کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۸)

لاہوری فریق کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب قادیان کے زمانہ میں حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کو مدعیٔ نبوت ہی قرار دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ مولوی کرم دین صاحب جہلمی کے استغاثہ والے مقدمہ میں عدالت میں بطور گواہ پیش ہو کر مولوی صاحب نے یہ حلفیہ بیان دیا کہ :۔

"مکذب مدعیٔ نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعیٔ نبوت ہے۔"

(مثل استغاثہ مولوی کرم دین جہلمی)

ایک دفعہ راولپنڈی میں لاہوری فریق کے مناظر میر مؤثر شاہ صاحب گیلانی نے ختمِ نبوت پر تقریر کی۔ اور خاتم النبیین کے معنے صرف آخری نبی قرار دیئے۔ تقریر کے بعد سوالات کا موقع دیا تو خاکسار نے اٹھ کر کہا۔ جناب میر صاحب نے صرف تصویر کا ایک رُخ پیش کیا ہے۔ اب دوسرا رُخ میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ میں فرمایا ہے :۔

اِنِّیْ عَلٰی مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ الْوَلَایَۃِ کَمَا کَانَ سَیِّدِی الْمُصْطَفٰی عَلٰی مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ النُّبُوَّۃِ ۔ کہ میں اسی طرح مقام ختم ولایت پر ہوں جس طرح

میرے سردار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کے مقام پر ہیں۔

یہ عبارت پڑھ کر میں نے سوال کیا کہ جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اُسی طرح حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم الاولیاء قرار دیتے ہیں۔ اب میر صاحب بتائیں کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد کوئی ولی پیدا ہو سکتا ہے یا نہیں؛ آپ کے فیض سے اگر ولی پیدا ہو سکتا ہے تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے آپ کے تابع نبی بھی پیدا ہو سکتا ہے۔

میر صاحب نے جواب میں کہا کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد کوئی ولی پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر تم کیا کہو گے؟

اسپر میں نے کہا کہ آقا نے نبوت کی رحمت بند کر دی۔ تو اسکے خادم مسیح موعود نے ولایت کی نعمت بند کر دی اور اب دنیا میں تاریکی ہی تاریکی ہوگی۔ اور میر صاحب میں یہ بھی کہوں گا کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے:۔

"خدا نے ہمیں وہ نبی دیا جو خاتم النبیین۔ خاتم العارفین اور خاتم المومنین ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل ص ۳۲۷)

پس اگر خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آپکے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو خاتم العارفین کے یہ معنے ہونگے کہ اب آپ کے بعد کوئی شخص عرفان الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور خاتم المومنین کے معنے ہونگے کہ آپ کے بعد کوئی مومن بھی نہیں ہو سکتا۔ کیا یہ معنے درست ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر خاتم المومنین کے فیض سے مومن پیدا ہو سکتے ہیں اور خاتم العارفین کے فیض سے معرفت الٰہی رکھنے والے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں تو اسی طرح خاتم النبیین کے فیض سے آپ کا اُمتی مقام نبوت بھی پا سکتا ہے۔

اسپر میر صاحب بالکل لاجواب ہو گئے۔ اور غیر مبایعین نے شور ڈال دیا کہ تحریری بحث ہونی چاہیئے اس پر تحریری مباحثہ کی طرح پڑ گئی۔ جو بعد میں راولپنڈی میں کئی دن ہوتا رہا۔ اور "مباحثہ راولپنڈی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مختصر سوالات و جوابات

از

مکرم و محترم مولوی عزیز الرحمن صاحب فاضل منگلہ

: (مربی ضلع سرگودہا) :

مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم حضرت قاضی صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مولوی عبد الرحمن صاحب مبشر آف ڈیرہ غازیخان نے مجھے کہا تھا کہ سوالات و جوابات جو آپ بیتی سے تعلق رکھتے ہوں لکھ کر حضرت قاضی صاحب کو بھجوا دینا۔ وہ میری کتاب میں شائع کر دیں گے جو کتاب ان کی لکھی جا رہی ہے۔ لہذا ان کے ارشاد کی تعمیل میں آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں۔ والسلام

عزیز الرحمن منگلہ مربی ضلع سرگودہا

۱

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ ساری امت کا اجماع ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تم نے باوجود عالم فاضل ہونے کے مرزا صاحب کو نبی کیسے مان لیا؟

خاکسار نے جواباً عرض کیا کہ اے بھائی! ساری امت کا اجماع ہے کہ حضرت

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک امتی نبی آئے گا۔ لہٰذا میں نے حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی مان لیا۔

وہ کہنے لگے۔ کہاں لکھا ہے؟ میں نے یہ تین حوالے پیش کئے:۔

"صحیح مسلم شریف میں لکھا ہے:۔

يُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ ....

فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ ....

ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَ اَصْحَابُهٗ ....

فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَ اَصْحَابُهٗ .... (صحیح مسلم)

یعنی جب مسیح موعود یاجوج ماجوج کے غلبہ کے زمانہ میں آئیگا تو مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی دشمن کے نرغہ میں محصور ہونگے .... تو پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی خدا تعالےٰ کے حضور رجوع کرینگے .... پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی ایک جگہ پر اتریں گے .... پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی خدا تعالےٰ کے حضور تضرع کے ساتھ رجوع کریں گے۔

میں نے کہا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے نبی اللہ کی خبر دی گئی ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

وَيَزْعَمُ الْعَامَّةُ اَنَّهٗ اِذَا نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ كَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّةِ۔ كَلَّا بَلْ هُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَ نُسْخَةٌ مُنْتَسَخَةٌ مِنْهُ فَشَتَّانَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَّةِ۔ (خیر کثیر مـ۸۰ طبع بجنور)

یعنی عوام الناس گمان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح جب آئیں گے تو

وہ محض امتی ہونگے - ایسا ہرگز نہیں - بلکہ وہ اسم جامع محمد کی پوری شرح ہوں گے اور اسم محمد کا دوسرا نسخہ ہونگے - کہاں اُن کا مقام اور کہاں محض ایک امتی کا مقام -

۳ - امام ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :-

" اَقُوْلُ لَا مُنَافَاۃَ بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیًّا وَّاَنْ یَّکُوْنَ تَابِعًا لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - "

کہ میں کہتا ہوں کہ ایک شخص کے نبی اور امتی ہونے میں کوئی منافات یا مخالفت نہیں - (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۴)

یہ دلائل سُنکر وہ لاجواب ہو گئے -

۲

ایک عرب عالم نے مجھ سے علمی مناظرہ کیا جبکہ میں خانہ کعبہ کے صحن میں لیٹا ہوا تھا - (یہ واقعہ میرے احمدی ہونے سے دو سال پہلے کا ہے)

وہ کہنے لگے کہ توفی کا معنیٰ موت ہرگز نہیں - میں نے کہا اگر ثابت ہو جائے تب تو درست ہے - کہنے لگے - پھر تم سچے ہوئے - میں نے کہا لاؤ بخاری شریف - وہاں لکھا ہے - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّیْکَ اَیْ مُمِیْتُکَ -

چنانچہ جب وہ بازار سے بخاری لانے کے لئے گئے - اُن کو وہ حوالہ بخاری میں مل گیا - اب انہوں نے بجائے اِس کے کہ بخاری میرے پاس لاتے محکمہ پولیس میں رپورٹ درج کرا دی کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک مرزائی مبلغ رہتا ہے جو مناظرے کر کے باہمی منافرت پھیلاتا ہے - چنانچہ پولیس انسپکٹر بمعہ چند سپاہیوں کے میرے پاس آئے - میں نے عربی زبان میں ساری بات انکو سمجھائی کہ میں تو تا حال احمدی بھی نہیں ہوں گو وفات مسیح کا قائل ہوں - اور وفات مسیح کے متعلق تو

مرزا صاحب سے سینکڑوں سال پہلے بہت سے ائمہ قائل رہے ہیں ۔ جیسا کہ امام بخاری اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ ۔ اور یہ عرب صاحب بخاری لینے گئے تھے اور میرے سر پر بخار لے کر آ گئے ۔ چنانچہ وہ افسر حقیقت کو سمجھ گیا ۔ اور اس عرب عالم کو ڈانٹا اور مجھے کہا ۔ اِسْتَرِحْ اَيُّهَا الشَّيْخُ اِسْتَرِحْ ۔ یعنی آپ آرام کریں ۔ آپ آرام کریں ۔

۳۱

ایک عالم نے مجھ سے کہا ۔ تم لوگ عبداللہ بن عباسؓ کا حوالہ بار بار پیش کرتے ہو کہ انہوں نے توفّی کا معنیٰ موت کیا ہے ۔ حالانکہ تفسیر ابن عباسؓ میں انکے نزدیک توفی کے اور معنے لکھے ہیں ۔ لہٰذا تم بخاری کے سوا دنیا کی کسی اور کتاب کا حوالہ دکھاؤ جس میں عبداللہ بن عباس کے مذہب کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہو ۔

میں نے کہا ۔ لاؤ مفردات امام راغبؒ ۔ چنانچہ مفردات راغب سے میں نے یہ حوالہ اُن کو سنایا ۔ صاحب مفردات لکھتا ہے :۔

" وَ قَدْ قِيْلَ تَوَفِّيَ رَفْعَةٍ وَ اخْتِصَاصٍ لَا تَوَفِّيْ مَوْتٍ
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَوَفِّيْ مَوْتٍ لِاَنَّهٗ اَمَاتَهٗ " ۔

یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ توفی سے مراد رفع اور اختصاص ہے ۔ لیکن ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہاں توفی سے موت مراد ہے ۔ کیونکہ اُن کے نزدیک اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو موت دے دی تھی ۔ (مفردات امام راغب زیر لفظ توفّی ص۵۵۰ مطبوعہ اصح المطابع)

مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلغ انچارج غانا مغربی افریقہ

(۱)

میرے پہلے تبلیغی دورہ گولڈ کوسٹ (غانا) کے دوران ۱۹۳۹ء میں گولڈ کوسٹ کا ایک نوجوان باشندہ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ مکہ مکرّمہ حج کے لئے گیا تھا اور اپنی پوری جوانی تک مکّہ میں رہا تھا۔ اپنے وطن گولڈ کوسٹ واپس ہونے پر ایک گاؤں بنام صراحہ میں اُس نے اقامت اختیار کی۔ اُس نے واپس پہنچتے ہی پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ مہدی علیہ السلام ہرگز ظاہر نہیں ہوئے اور یہ کہ احمدیت نعوذ باللہ باطل ہے۔ جب اس غیر احمدی نوجوان کا چرچا اس علاقہ میں زیادہ ہوا تو علاقہ کے احمدی چیف (رئیس) میرے پاس لوکل مرکز سالٹ پانڈ میں آئے اور بیان کیا کہ اس قسم کا ایک غیر احمدی نوجوان مکہ سے واپس آیا ہے جو ہمارے علاقہ میں احمدیت کے خلاف لوگوں کو اُکسا رہا ہے۔ اُس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے آپ کو وہاں جا کر اس کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ کہ اگر اس کے اثر کو جلد زائل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو وہ بعض کمزور احمدیوں کی ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ اُس کی گفتگو سُنکر میں نے کہا۔ میں انشاء اللہ ضرور جاؤں گا اور اس سے مناظرہ ضرور کرونگا۔ چنانچہ دوسرے دن ہی اُس علاقہ میں گیا اور بمقام صراحہ جو کہ احمدیت کی مخالفت کا پُرانا مرکز ہے پہنچا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی ارد گرد کے احمدی احباب وہاں موجود تھے۔ میں نے ایک کثیر مجمع کے سامنے اس غیر احمدی نوجوان سے گفتگو شروع کر دی۔ اور اُسے چیلنج دیا کہ اگر وہ اپنے دعوٰی میں سچا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ظاہر نہیں ہوئے اور احمدیت نعوذ باللہ باطل ہے تو میرے ساتھ مناظرہ کرے لیکن اُس نے مناظرہ سے بالکل انکار کر دیا۔ وہ اور اُس کے ہمنوا غیر احمدی کہنے لگے کہ مناظرہ کی بجائے آپ ظہور مہدی علیہ السلام اور اُن کی صداقت پر لیکچر دیں۔ ہم سُنتے ہیں۔ آپ کے لیکچر کے بعد ہم آپ پر کچھ سوالات کریں گے۔ چنانچہ خاکسار نے اڑھائی گھنٹہ تک ایک

مبسوط تقریر "علامات ظہور مہدی و مسیح" پر کی۔ تقریر کے بعد ایک شخص نے صرف دو سوال مجھ پر کئے جن کے جواب دیئے گئے اور یہ خیال کرنے پر کہ ممکن ہے کہ وہ لوگ مزید استفسار کریں مَیں اس گاؤں میں ایک روز ٹھہر گیا۔ لیکن کسی نے کوئی بات دریافت نہ کی اور مَیں دوسرے دن واپس سالٹ پانڈ چلا آیا۔

میری واپسی کے ایک دن بعد صرآحہ گاؤں اور اُس کے آس پاس کے غیر احمدی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے سفید لٹھے کا جھنڈا بنایا اور اپنے سروں اور کلائیوں پر سفید لٹھے کی پٹیاں باندھیں جسے وہاں فتحیابی کی علامت قرار دیا جاتا ہے اور مختلف دیہات میں بطور جلسہ گھومے اور نعرے لگائے کہ ہم نے امیر جماعت احمدیہ گولڈ کوسٹ کو شکست دیدی ہے اور ساتھ ہی وہ فینسی میں گاتے جاتے تھے کہ "مہدی ظاہر نہیں ہوا" کیونکہ "زلزلہ نہیں آیا" گویا اُن کے نزدیک مہدی کے آنے کی بڑی علامت زلزلہ کا آنا تھا۔ اور وہ اُن کے ملک میں نہیں آیا۔

مجھے جب ان کے اس رویّہ کی خبر پہنچی تو مَیں نے چند دن نہایت التزام کے ساتھ دُعا اور اللہ تعالےٰ سے التجاء کی کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے اظہار اور اس کی تائید کے لئے اِس ملک میں زلزلہ کا نشان ظاہر فرمائے۔ چند دنوں کی دُعا کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ گولڈ کوسٹ میں ضرور زلزلہ کا نشان مخالفینِ حضرت مسیح موعودؑ کو دکھلائیگا۔

چنانچہ اس یقین اور وثوق کی بناء پر مَیں نے اِس علاقہ کی احمدی جماعتوں کو ایک سرکلر بھیجا کہ فلاں فلاں تاریخ کو فلاں فلاں گاؤں میں اجلاس منعقد کریں۔ اُس کے اردگرد کی جماعتیں وہاں پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس علاقہ کے تین گاؤں یعنی افرانسی۔ اکواکرم اور مدینہ ٹیٹرپاسی جو ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر واقع ہیں کے متعلق اعلان کیا گیا۔ اوّل الذکر دونوں دیہات میں مقررہ تواریخ پر پبلک اجلاس منعقد کئے گئے جن میں احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی مشرک اور عیسائی بھی شریک ہوئے۔ اِن اجلاسوں میں مَیں نے اپنے مناظرے کے چیلنج اور

تقریر کا ذکر کیا۔ اور اصل حقیقت سے پبلک کو آگاہ کیا کہ مکہ سے واپس آنے والے نوجوان نے میری ایک بات کا بھی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس نے میری تقریر پر اعتراض کرنے کی جرأت کی۔ صرف ایک شخص نے دو سوال دریافت کئے جن کے تسلّی بخش جوابات دیئے گئے۔ اور بجائے اس کے کہ یہ لوگ ندامت سے اپنا سر نیچا کرتے اُلٹا انہوں نے اپنی جھوٹی فتحیابی کے گانے اور ناچنے کا اظہار کیا۔ نیز ہر دو دیہات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں متعلقہ زلازل بیان کرکے عام پبلک میں بابانگِ دہل اعلان کیا کہ دنیا کے سارے دوسرے ممالک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پشگوئیوں کے مطابق زلازل آچکے ہیں اور اب گولڈ کوسٹ (غانا) کی باری ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے ثبوت میں ضرور جلد ہی گولڈ کوسٹ کی زمین کو زلزلہ سے ہلا کر آپ کے مخالفین کو ملزم کرے گا۔

اس دورہ کو جاری رکھتے ہوئے جب تیسرے گاؤں مدینہ ٹیٹرباسی بروز جمعرات پہنچا۔ اور دوسرے دن جس تاریخ مقررہ پر اجلاس منعقد ہونا تھا تو دورہ کے تیسرے اجلاس کے منعقد ہونے سے پہلے جمعرات کی رات کو قریبًا آٹھ بجے شام شدید زلزلہ آیا جس کے جھٹکے رات کو بعد میں بھی محسوس ہوتے رہے۔ اس زلزلہ سے گولڈ کوسٹ میں بہت سے مکانات مسمار ہوئے اور بعض مقامات پر غیر از جماعت لوگ بوجہ خوف اپنی جانیں بچانے کے لئے احمدیہ مساجد میں جا گھسے۔

چنانچہ اس زلزلہ کے نشان کو دیکھ کر بعض مشرک اور عیسائی اپنے ستار بجا بجا کر "مہدی ظاہر ہو گیا ہے" کا گیت گاتے تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ زلزلہ آگیا ہے۔

یہ زلزلہ جولائی ۱۹۳۹ء میں آیا جو ایک طرف تو اس عاجز کی دُعا کی قبولیت کا ثبوت تھا۔ اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان تھا۔ اور اس کا ایک نمایاں اثر یہ ہُوا کہ جب خاکسار دورہ کے بعد سالٹ پانڈ میں لوٹا تو ایک اشتہار مشتمل بر پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام متعلقہ زلازل عربی

اور انگریزی میں فوراً شائع کیا اور ایک ماہ کے اندر ۱۸۰ نو مبائعین جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

(۲)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یہ عاجز تن تنہا بوقتِ شب سالٹ پانڈ مشن ہاؤس میں اندھیری شب کی تاریکی میں تہجّد کی نماز ادا کرنے کے لئے اُٹھا۔ جب مَیں تہجّد کی نماز پڑھ رہا تھا تو میرے دل میں دورانِ تہجد رؤیت باری تعالےٰ کی خواہش پیدا ہوئی اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے مَیں نے نہایت زاری سے دُعا شروع کر دی۔ تضرع اور ابتہال کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح رواں تھے۔ ایک رکعت میں جب مَیں نے رکوع سے سر اٹھایا اور قیام کے بعد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پڑھا تو پنجابی میں میری زبان سے نکلا " او اللہ! توں کیہو جیہا ایں"۔ یعنی اے اللہ! تُو کیسا ہے؟ جب یہ الفاظ میرے مونہہ سے نکلے تو رات کی تاریکی میں میرے قبلہ رُخ جو بند کھڑکی تھی اُس پر ٹینس بال جتنی ایک گول روشنی ظاہر ہوئی۔ اُس کے بعد وہ گولائی میں والی بال اور پھر فٹ بال کے سائز پر نمودار ہوئی اور گولائی میں بڑھتی ہوئی تمام کھڑکی پر ظاہر ہوئی اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے اللہ تعالیٰ ایک قوی ہیکل انسان کی شکل میں روشنی میں کھڑکی پر ظاہر ہوا۔ لباس بہت ہی فاخرانہ اور خوبصورت تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور ہوا کے چلنے سے لباس میں ہلکی سی سُریلی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ یہ نظارہ دو تین منٹ تک جاری رہا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ دُعا کو سُنتا اور قبول کرتا اور اپنے کمال رحم اور شفقت اور مہربانی سے مختلف صورتوں میں بندوں پر ظاہر ہو کر اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ (یہ دونوں واقعات رسالہ انصار اللہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہو چکے ہیں)

۱۹۳۷ء میں ملک گولڈ کوسٹ (غانا) کے کماسی شہر میں خاکسار بعض احمدیوں کے ساتھ ایک بوڑھا عالم مسمّی محمد عبدو سے دینی مسائل پر گفتگو کرنے کی غرض سے اُس کے مکان پر

گیا مگر عالم مذکور اپنے مکان پر نہیں تھا۔ اس کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا کہ میں اُسے بُلا کر لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ طالب علم انہیں بُلا کر لایا۔ عالم مذکور نہایت متکبرانہ انداز میں آرہے تھے۔ جب وہ اپنے مکان پر پہنچے اور بعد تسلیم میں نے اُن سے متنازعہ فیہ مسائل پر گفتگو عربی زبان میں کرنا چاہی تو اُس نے یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی کہ متنازعہ فیہ مسائل پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ احمدیوں کے بعض مبلغین سے میری گفتگو ہو چکی ہے اور آپ نے کوئی نئی بات تو بیان کرنی نہیں اسلئے گفتگو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اُس عالم کو یہ دعویٰ تھا کہ وہ صرف و نحو کا ایک بہت بڑا متبحّر عالم ہے۔ اس لئے میں نے اُس سے متنازع فیہ مسائل پر از روئے صرف و نحو گفتگو شروع کی۔ تو پھر اُس نے میرے ساتھ بحث شروع کر دی۔

میں نے اس کے سامنے پیش کیا کہ متعدد آیات قرآنیہ سے وفاتِ مسیح ناصری ثابت ہوتی ہے اور اس کے ثبوت میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب توفّی باب تفعّل سے ہو اور مُتَوَفِّیْ یعنی فاعل اللہ تعالیٰ ہو یا ملائکہ میں سے کوئی ہو اور مُتَوَفّٰی یعنی مفعول بہ ذی رُوح میں سے ہو۔ وہاں نیند یا رات کا کوئی قرینہ نہ ہو تو پھر توفی کے معنے سوائے موت اور قبض رُوح کے اور کوئی نہیں ہوتے اور اِس کے خلاف کوئی ثبوت قرآن و حدیث اور لغتِ عرب سے نہیں ملتا۔ اگر تم اس کے خلاف کوئی ثبوت پیش کرو تو میں تمہیں انعام دونگا۔ لیکن وہ مقابل میں کوئی مثال پیش نہ کر سکا۔ سورہ اعراف سے میں نے فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ کی آیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب ظرف فعل پر مقدّم ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے وہ حصر کا کام دیتا ہے اور یہ ایک ایسا قانون ہے جو تمام بنی آدم پر مشتمل ہے۔ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام اس قانون سے کیسے باہر جا سکتے ہیں اور کس طرح اُن کا رفع بقیدِ حیات جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب بھی وہ نہ دے سکا۔

ختمِ نبوت پر بحث کرتے ہوئے میں نے بعض آیاتِ قرآنیہ سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبی بغیر شریعت جدیدہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آسکتا ہے اور خاتم النبیین کے متعلق میں نے اُسے کہا کہ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بطور فضیلت کے بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں اور لفظ خاتم جب مضاف ہو اور اس کا مضاف الیہ کوئی اعلیٰ مناصب کی قوم یا گروہ ہو اور یہ مرکب اضافی مدح کے طور پر استعمال ہو تو اس مرکب کے معنے یہ نہیں ہوتے کہ موصوف اُس قوم یا گروہ کا آخری فرد بلحاظ زمانہ اور وقت کے ہے۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہونگے کہ وہ موصوف اس قوم میں سے افضل اور درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل اور بلحاظ درجہ اور مرتبہ کے اعلیٰ فرد ہیں۔

یہ بیان کرنے کے بعد میں نے اُسے کہا کہ اگر آپ اس حقیقت کے خلاف کوئی مثال پیش کریں تو آپ کو گرانقدر انعام دیا جائے گا۔ مگر وہ کوئی مثال پیش نہ کر سکا۔ اور لاجواب ہو کر کہنے لگا۔ ہم تو اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے ہیں۔ اس پر میں نے قرآن کریم کی آیت وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا۔ أَوَ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ تلاوت کی جس پر وہ شرمندہ ہو گیا۔

اسی شہر کماسی میں انہیں دنوں ایک اور عالم جسے کراموکٹیا کے نام سے موسوم کرتے تھے اُن سے مجھے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ گفتگو کے وقت بعض احمدی احباب بھی میرے ساتھ تھے اس شخص کو فصاحت اور بلاغت پر دسترس حاصل تھی اور اُسے دعویٰ تھا کہ وہ فصاحت و بلاغت سے خوب واقف ہے۔ جب اس کے ساتھ مذہبی گفتگو چل پڑی اور وفاتِ مسیح کا مسئلہ زیر بحث آیا اور آیاتِ قرآنی اور احادیث نبویہ اُس کے سامنے پیش کی گئیں۔ تو وہ کہنے لگا اگرچہ ان آیات اور احادیث سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام وفات پا چکے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔ كَيْفَ أَنْتُمْ

اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ - اس حدیث کا سمجھنا میرے لئے بہت مشکل ہے کیونکہ اگر واقعی ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں تو پھر حضور کا فرمانا کہ حضرت مسیح ابن مریم نازل ہونگے میری سمجھ سے بالا ہے۔

میں نے اُسے جواب دیا کہ وہ شخص جسے فصاحت و بلاغت کے ساتھ مس ہو اس کیلئے اس کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں ۔چونکہ آنے والے مسیح اور حضرت مسیح ناصری کے درمیان بعض خواص اور صفات مشترکہ ہیں اس تشابہ کی وجہ سے آنے والے کا نام ابن مریم ظاہر کیا گیا ہے ۔چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہایت ہی فصیح و بلیغ تھے اس لئے حضور نے فصاحت اور بلاغت میں کلام فرماتے ہوئے آنے والے کے لئے بھی بوجہ شدت مشابہت ابن مریم فرمایا ۔

از روئے علم بیان جب دو افراد یا دو اشیاء بلحاظ صفات اور خواص کے کمال تشابہ اُن میں پایا جائے تو بُلغاء اور اہل لغت کے نزدیک یہ مسلّمہ بات ہے کہ بسا اوقات مشبّہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور مشبّہ بہ اور حرف تشبیہ حذف کر دیا جاتا ہے اور مشبّہ بہ کا نام مشبّہ کو دے دیا جاتا ہے ۔اس امر کو علم بیان میں استعارہ کہتے ہیں جو مجاز کی ایک قسم ہے ۔چونکہ آنے والے مسیح موعود محمدی اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے درمیان متعدد صفات اور خواص میں کمال تشابہ پایا جاتا ہے اس لئے آنے والے مسیح موعود کو ابن مریم کا نام دے دیا گیا ۔ یہ سنکر اُس عالم نے تسلیم کر لیا کہ یہ بات بالکل درست ہے اور اس بارے میں اپنی کم علمی کا اعتراف بڑے عاجزانہ انداز میں کرنے لگا ۔

(۳)

۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے ۔میں کماسی کچھ عرصہ ٹھیرنے کے بعد واپس سالٹ پانڈ (دو کل مرکز جماعت احمدیہ غانا) آیا ۔ تو مجھے مشن ہاؤس پر ملنے کے لئے ایک مسلم شامی دوست مسمی یحیٰی آئے ۔خیریت پوچھنے کے بعد مذہبی گفتگو کا سلسلہ میرے اور انکے درمیان جاری ہو گیا

گفتگو عربی زبان میں ہو رہی تھی۔ گفتگو کے وقت غانا جماعت کے اُسوقت کے پریذیڈنٹ الحاج محمد اسحاق صاحب بھی ہمارے پاس تھے۔ الحاج محمد اسحاق بھی عربی میں گفتگو کر لیتے ہیں پہلے وفات مسیح ناصری اور بعد ازاں اجرائے نبوت پر بحث ہوئی۔ بالآخر دلائل سے تنگ آکر انہوں نے کہا کہ اگر نبی کے آنے کا امکان ہے تو اُسے عربوں میں سے آنا چاہیئے تھا۔ میں نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ نبی عربوں میں سے مبعوث ہو؟ اُس نے کہا کہ ہم ابناء العرب ہیں۔ اور عربی ہماری زبان ہے اور ہم قرآن مجید کو بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ پنجابی کیونکہ عرب نہیں اس لئے پنجابیوں سے نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا کہ اگر زبان دانی کا تمہیں دعویٰ ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عرب کے علماء کو چیلنج کیا کہ وہ عربی زبان میں حضور کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھ لیں اور قرآن مجید کی تفسیر نویسی کا موازنہ عربی زبان میں کریں۔ لیکن حضور کے اس چیلنج کا جواب تمہارے علماء نے نہیں دیا۔ اور وہ مبازرت کے لئے میدان میں نہ نکلے۔ اس پر اس شامی نے کہا کہ ہم نے ان کے چیلنج کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ ورنہ ہم اُن کا جواب دے سکتے تھے۔ میں نے اُسے کہا کہ قرآن مجید کے نزول کے وقت بھی منکرین صداقت نے تاب مقابلہ نہ لا کر کہا تھا وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (انفال ع) یعنی جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں (بس بس) ہم نے تمہاری بات سُن لی۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس قسم کا کلام بنا کر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ قرآن تو صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ اسی طرح تم کہہ رہے ہو۔ دیکھو تم عرب ہو اور پڑھے لکھے ہو لیکن میں پنجابی ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ادنیٰ ترین خادم ہوں۔ اور میری عادت میں بہت ہی خاکساری ہے۔ لیکن اسوقت مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاطر مجھے قوت بخشے گا۔ اسی وقت آؤ سفید کاغذ اور قلم دوات لے کر میرے سامنے بیٹھ کر عربی میں کسی دینی مسئلہ پر میرے ساتھ مقابلہ میں لکھ کر دیکھ لو تمہیں پتہ لگ جائیگا

کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ادنیٰ ترین خادم کا بھی تم مقابلہ نہیں کر سکتے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان تو بہت بلند اور ارفع ہے - اسپر وہ خاموش ہو گیا اور مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا - فالحمد للہ علیٰ ذالک

(۴)

ایک دفعہ ایک عیسائی کے ساتھ میری مذہبی گفتگو ہو رہی تھی اثنائے گفتگو میں اُس نے کہا - مسیح خدا ہیں اور اُن کی خدائی کا یہ ثبوت ہے کہ انہوں نے کہا ہے - میں ابراہیم سے پہلے تھا - اِس سے ثابت ہوا کہ وہ خدا ہیں - میں نے انہیں جواباً کہا - یہ حضرت مسیح کی الوہیت کا کوئی ثبوت نہیں - کیونکہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کُنْتُ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ - نیز فرمایا - اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ - گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اِس لحاظ سے مسیح - ابراہیم اور آدم علیہم السلام سے بھی پہلے ہوئے لیکن باوجود اس کے ہم مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا ایک بزرگ ترین انسان اور اس کا مقدس ترین نبی تسلیم کرتے ہیں -

(۵)

۱۹۶۰ء میں وزیر تعلیم حکومت غانا نے بمقام اکرا تمام مشنوں کے جنرل مینیجرز آف سکولز کی ایک تعلیمی میٹنگ بلائی - احمدیہ تعلیمی یونٹ کی طرف سے مجھے بحیثیت جنرل مینیجر بلایا گیا - تمام عیسائی مشنوں کے قریباً آٹھ نو یوروپین و افریقن جنرل مینیجرز موقعہ پر موجود تھے - میں نے وزیر تعلیم کو کہا - عیسائی اور گورنمنٹ سکولوں میں جو مسلمان طلباء پڑھتے ہیں - انہیں زبردستی عیسائیت کی کتب اور بائیبل پڑھائی جاتی ہے - اگر وہ نہ پڑھیں تو انہیں زدوکوب کیا جاتا ہے - یا سکولوں سے خارج کر دیا جاتا ہے - اس لئے میں پروٹسٹ کرتا ہوں کہ مسلمان طلباء کو عیسائی اور حکومت کے سکولوں میں عیسائیت کی تعلیم نہ دی جائے - اسپر رومن کیتھولک مشن کے یوروپین پادری جنرل مینیجر نے کہا یہ درست نہیں کہ مسلمان طلباء کو زبردستی عیسائی

سکولوں میں عیسائیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ میں نے وزیر تعلیم کو کہا۔ میں اس جنرل منیجر کو چیلنج کرتا ہوں۔ اسی کے کیپ کوسٹ سکول میں دو مسلمان بچے پڑھتے تھے جنہیں عیسائیت کی کتب پڑھنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ جب وہ بائیبل اور عیسائیت کی تعلیم پر رضامند نہ ہوئے تو ان دونوں کو سکول سے نکال دیا گیا۔ اور میں نے انہیں اپنے سکول میں جگہ دی۔ اسپر وزیر تعلیم نے وعدہ کیا کہ وہ اس کا بندوبست کرینگے۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں وزارت تعلیم کی طرف سے تمام عیسائی سکولوں کے جنرل منیجروں کو حکومت کے سکولوں کو سرکلر جاری کیا گیا کہ وہ کسی مسلمان بچے کو سکول میں عیسائیت کی تعلیم نہ دیں۔ اسی میٹنگ میں میں نے یہ بات بھی پیش کی کہ حکومت کے تمام کالجوں میں جیسے عیسائیت کی مذہبی کتب رکھی جاتی ہیں ایسے ہی اسلام کی کتب بھی رکھی جائیں۔ وزیر تعلیم نے اس کا اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ آپ کون کون سی کتب رکھوانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا قرآن مجید مترجم بزبان انگریزی۔ اسلامی اصول کی فلاسفی اور احمدیت وغیرہ سردست رکھوانا چاہتا ہوں۔ اس میٹنگ کے بعد ایک اور میٹنگ بلائی گئی۔ لیکن میں بوجہ مصروفیت شامل نہ ہو سکا۔ اسی سلسلہ میں ایک تیسری میٹنگ بلائی گئی۔ جب میں نے دوبارہ اس بات پر زور دیا کہ اسلامی کتب حکومت کے کالجوں میں پڑھنے کے لئے رکھوائی جائیں تو اس بار میٹنگ کی صدارت ایک یوروپین سوشل ویلفیئر آفیسر کر رہا تھا۔ اُس نے مجھے کہا۔ تمام مذاہب ایک جیسے ہیں آپ اس بات پر کیوں زور دیتے ہیں۔ میں نے آٹھ نو عیسائی پادری جنرل منیجرز کے سامنے کہا کہ ہرگز نہیں تمام مذاہب ایک جیسے نہیں۔ ایک خدا ہی کے وجود کو لے لیں۔ جب مسلمان کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے۔ تو وہ خدا کو واحد فی الذات۔ واحد فی العبادات واحد فی الصفات اور واحد فی الافعال مانتا ہے۔ لیکن آپ ان پادری صاحبان سے دریافت کرکے دیکھ لیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی ذات میں ہی شرک کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا ایک میں تین اور تین میں ایک ہے۔ کیا اس سے واضح نہیں ہو جاتا کہ تمام مذاہب ایک جیسے نہیں۔ اس پر وہ

تمام پادری خاموش بیٹھے رہے اور خدا کے فضل سے کسی نے بولنے کی جرأت نہ کی۔

(۶)

ایک دفعہ مقام سکنڈی کے قریب ایک غیر احمدی معلّم داؤدے میرا مناظرہ ہوا مناظرہ میں بجائے دلائل پیش کرنے کے اُس نے اِدھر اُدھر کی بیہودہ اور نامناسب باتیں کیں اور ہمارے جنرل سیکرٹری مسٹر جلال الدین جانس مرحوم کو اشتعال میں آکر تھپیڑ مارنے کی کوشش کی۔

اسپر اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ مناظرہ سے جانے کے بعد اُس پر فالج گرا جس کے نتیجہ میں وہ چند دن کے بعد فوت ہو گیا۔ اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں نے خود بیان کیا کہ کیونکہ وہ مولوی مبشّر صاحب کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا تھا اسواسطے اس کے ساتھ ایسا ہوا۔

مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب مبشّر کی درخواست اور بار بار اصرار پر کچھ لکھا گیا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور انکی کوشش میں برکت ڈالے۔ آمین

خاکسار نذیر احمد مبشّر

۷ ۱۱/۶۶

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صداقت سیدنا خیر الورے

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں

وحشیوں میں دیں کا پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ

معنیٔ رازِ نبوّت ہے اسی سے آشکار

نُور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے

قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کے بھلا کیا فرق ہے

گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنجبار

مؤلف "برہان ہدایت" کے مختصر حالاتِ زندگی

عاجز راقم کا نام عبد الرحمٰن مبشر۔ والد بزرگوار کا نام احمد خان ولد غازی خان ہے۔ قوم بلوچ جائے پیدائش چاہ دروالا موضع بستی رانجھا ہے جو صدر مقام ضلع ڈیرہ غازی خاں سے ۲۸ میل جانب شمال برلب دریائے سندھ واقع ہے۔ ہمارے جدّ امجد حضرت میر احمد صاحب کو حضرت بہاول حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جنکا مزار ملتان شہر کے پُرانے قلعے پر ہے) اپنا مخلص مرید اور خلیفہ ہونے کی وجہ سے "شیخ" کا لقب عطا فرمایا تھا اسی وجہ سے ہمارا خاندان بلوچ ہونے کے باوجود شیخ کہلاتا ہے۔

خاکسار کی تاریخ پیدائش (اندازاً) جو پرائمری سکول بستی رانجھا کے رجسٹر میں درج ملی ہے اگست ۱۹۰۸ء ہے۔ والد بزرگوار نے ۱۹۱۴ء میں بعمر ۶ سال سکول میں داخل کرایا تھا ۱۹۱۸ء میں جب ہمارے والدین فوت ہوئے تو کس مپرسی کی حالت میں ترکِ وطن کر کے پہلے سید شاہنواز صاحب کے پاس اور پھر چاہ گجروالا میں حافظ نور محمد صاحب اہلحدیث کے پاس دینی تعلیم کے لئے پہنچے۔ پھر حافظ نور محمد صاحب کی معیت میں ۱۹۲۰ء میں اپنے برادر کلاں مولوی عبد الرزاق صاحب کے ساتھ مدرسہ حمیدیہ (اہلحدیث) دہلی جا کر داخل ہوئے اور قرآن مجید وہیں ختم کیا۔ اس کے بعد مدرسہ فریدیہ قصور میں ۱۹۲۷ء تک کچھ عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۷ء میں ملتان چھاؤنی آ کر ایک دفتر میں ملازمت کر لی۔ اور ملتان ہی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم منشی عبد الواحد صاحب سارٹو مرحوم اور مکرم شیخ فضل الرحمٰن صاحب اختر مرحوم کی تبلیغ سے قبول احمدیت کی توفیق پائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اواخر ۱۹۳۰ء میں اخویم مکرم جناب مولوی ظفر محمد صاحب فاضل سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ

اور اخویم محترم جناب شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ افریقہ کی تحریک پر قادیان دارالامان پہنچا کچھ عرصہ نظارت دعوۃ و تبلیغ میں حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ کے زیر سایہ دفتر نظارت میں کام کیا۔ اور پھر مدرسہ احمدیہ کی چھٹی اور ساتویں جماعت کا کورس پاس کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ اور ۱۹۳۵ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے مبلغین کلاس کا امتحان ۱۹۳۷ء میں پاس کیا۔

جب ۱۹۳۷ء میں شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ کو علیحدہ کر کے استاذی المکرم حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کو ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ تو اُن کے ارشاد پر مدرسہ احمدیہ میں خاکسار نے دینیات اور عربی مدرس کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ جو حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات تک جاری رہا۔ ۱۹۳۹ء سے ہی خاکسار نے اپنے طبعی میلان کے مطابق تالیف تصنیف کا کچھ کام بھی شروع کر رکھا تھا۔ ۱۹۴۴ء میں مدرسہ احمدیہ سے ترکِ ملازمت کے بعد اس کام کو باقاعدہ جاری کیا۔ قادیان میں ایک مکتبہ بشارات رحمانیہ کے نام سے قائم کیا۔ اِس عرصہ میں متعدد تبلیغی تربیتی اور تعلیمی کتب تصنیف تالیف کرنے کی بحمد للہ توفیق پائی۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم کے بعد خاکسار اپنے وطن ڈیرہ غازی خان واپس آکر سکونت پذیر ہوُا۔ قادیان سے واپس آنے کے بعد تالیف و تصنیف کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکا کیونکہ تمام کتب خانہ مسودات کتابت شدہ کاپیاں غرضیکہ ساری عمر کا اندوختہ نذر انقلاب ہو چکا تھا۔ ڈیرہ غازیخاں آکر خشک میوے اور پھر کپڑے کی دوکان کر لی۔

۱۹۵۵ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مسجد مبارک اور صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹروں کی درمیانی شاہراہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف لے جا کر فرمایا۔ مولوی صاحب آجکل آپ کیا کر رہے ہیں۔ مَیں نے عرض کی حضور ڈیرہ غازی خاں میں کپڑے کی ایک دوکان کھول رکھی ہے۔ فرمایا۔ واہ یہ بھی کوئی کام ہے۔ یہ کام تو ایک

آئی پڑھ بھی کر سکتا ہے ۔ آپ نے قادیان میں رہ کر جو علم حاصل کیا وہ کس کام آئے گا ۔
پھر فرمایا ۔ قیام قادیان کے دوران آپ نے بہت اچھی اچھی کتابیں تالیف کی ہیں وہ سلسلہ
بہت ہی مفید تھا ۔ آپ دوبارہ یہی کام شروع کریں ۔ اس پر میں نے بعض اپنی مجبوریوں
کا ذکر کیا تو حضرت میاں صاحب رضؓ نے کمال شفقت سے میرے کندھے پر اپنا بازو رکھ
دیا اور فرمایا کہ نہیں ۔ تم کام شروع کرو ۔ اللہ تعالیٰ خود مدد کرنے والا ہے ۔ نیز فرمایا :۔
"تالیف و تصنیف کا کام جماعت میں جاری رہنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا انسانی جسم میں دورانِ خون"
اس پر خاکسار نے اگلے سال اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے نہایت نامساعد حالات میں
دوبارہ تالیف و تصنیف کا کام شروع کر دیا ۔ سب سے پہلے بشارات رحمانیہ جلد دوم
شائع کی جس کا پیش لفظ از راہ ذرہ نوازی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قلم مبارک
سے لکھا اور مقدمہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ۔ آپ نے اس مقدمہ میں عاجز کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے لکھا :۔
"چند سال ہوئے مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر حال امیر جماعت احمدیہ ڈیرہ غازیخان
نے ایک کتاب بشارات رحمانیہ قادیان سے شائع کی تھی ۔ یہ کتاب خدا کے
فضل سے بہت مقبول ثابت ہوئی اور کئی اصحاب نے میرے پاس اسکی تعریف
کی اور جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے ۔ بہت سے لوگوں نے اس کے ذریعے ہدایت
پائی .... اب اس کتاب یعنی بشارات رحمانیہ کی جلد دوم شائع ہو
رہی ہے ۔ .... میں امید کرتا ہوں کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر
اپنی اس کتاب میں بہترین مواد جمع کر کے سلسلے کی اعلیٰ خدمات بجا لائیںگے
اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور حافظ و ناصر رہے ۔ فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۷ ۱۱/۵۶

چنانچہ خاکسار آج تک حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نصیحت پر
عمل پیرا ہے ۔

بشارات رحمانیہ جلد دوم کی اشاعت کے بعد قرآن مجید مترجم بطرز جدید کے چار پارے پارہ اوّل۔ دوّم۔ سوّم اور پارہ عمّ شائع ہو کر مقبولِ خاص و عام ہو چکے ہیں۔ اور گذشتہ سال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دس شرائط بیعت کی تشریح حضور علیہ السلام کے اپنے کلماتِ طیّبات پر مشتمل ایک نہایت مفید کتاب "انوار ہدایت" شائع ہو چکی ہے اور اب خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک نئی مفید عام تالیف "برہان ہدایت" پیش خدمت ہے۔

خاکسار نے ہمیشہ تبلیغ و ارشاد کا کام آنریری طور پر حسب توفیق سرانجام دیا ہے قیام قادیان کے دوران بھی اللہ تعالیٰ نے بعض اہم مواقع پر تقریر اور مناظرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اُن میں سے چند واقعات افادۂ عام کے لئے بطور تحدیث نعمت ذکر کر رہا ہوں۔ اس میں عاجز راقم کی اپنی کوئی خوبی نہیں اور نہ اس پر کوئی فخر ہے۔ بلکہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کی برکات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ادنیٰ ترین خادم ہونے کی وجہ سے یہ توفیق نصیب ہوئی ہے ۔۔۔

ع من ہماں خاکم کہ ہستم

والسلام

خاکسار عبدالرحمٰن مبشر عفی اللہ عنہ

مؤلف "برہان ہدایت"

خاکسار عبدالرحمٰن مبشر کے ذاتی مشاہدات و واقعات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام کے بارے میں ابتدائی واقعہ

قریباً ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار ابھی احمدیت کے بارہ میں تحقیقات کر رہا تھا کہ ایک غیر مبائع ماسٹر صاحب جو ملتان چھاؤنی میں انگریز افسروں کو اردو پڑھایا کرتے تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کیلئے تیار ہو رہا ہوں مجھے کہنے لگے کہ اگر آپ احمدی ہونا چاہتے ہیں تو پھر آپ انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام لاہور سے وابستہ ہو جائیں اور مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کر لیں۔ کیونکہ اُن کے عقائد دربارہ مسیح موعود علیہ السلام زیادہ نرم اور صحیح ہیں۔ اس کے برعکس جماعت قادیان کے عقائد مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بہت زیادہ سخت اور غلط ہیں۔ میں نے کہا آپ ذرا وضاحت سے ایک مسئلہ بیان فرمائیں تاکہ اُس کا موازنہ کیا جا سکے کہ کون صحیح عقیدہ پر قائم اور کون غلطی پر ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جماعت قادیان مسیح موعودؑ کو نبی مانتی ہے اور جماعت لاہور صرف مجدد۔ اِس پر میں نے کہا کہ کیا لاہوری جماعت والے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں یا نہیں؟ (چونکہ اس سے قبل مجھے لاہوری جماعت کا عقیدہ تو الگ رہا اُن کے جماعتی وجود کا بھی پتہ نہیں تھا) ماسٹر صاحب نے کہا کہ ہاں وہ مسیح موعود کو مانتے ہیں۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ اگر وہ مسیح موعود مانتے ہیں تو پھر فرق کیا رہ گیا مسیح موعود کو تو احادیث میں "نبی اللہ" کے لقب سے پکارا گیا ہے۔ اس لحاظ سے جماعتِ قادیان حق پر ہے اور لاہوری جماعت حق پر نہیں ہے۔ اور مجھے تو مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان لانا ہے اور خدا تعالیٰ نے اُن کو جو صحیح مقام دیا ہے اُسے قبول کرنا ہے

نہ کہ ادھوری اور ناقص پوزیشن تسلیم کرنی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو کر چلے گئے۔

خاکسار نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے بعد کئی جگہ غیر مبائع حضرات کے سامنے اس دلیل کو پیش کرکے آزمایا ہے۔ اور انہیں لاجواب پایا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے ماتحت مسیح موعود ہیں تو پھر حضور ہی کی بشارت کے ماتحت وہ نبی اللہ بھی ہیں۔ ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم ان کی پوزیشن کو گرائیں اور لوگوں سے وہ عقیدہ منوائیں جس کو خود خاتم النبیین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے نبی اللہ کا خطاب دیا ہو۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ۔ البتہ آپ کی یہ نبوت نہ براہ راست نبوت ہے اور نہ تشریعی بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مقام کے متعلق فرمایا ہے۔ اسی پر من وعن ہمارا ایمان ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعویٰ میں نبی کا لفظ دیکھ کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانی کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض سے مجھے مقامِ نبوت تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ظل ہے نہ کہ اصل نبوت۔ اسی وجہ سے حدیث اور الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے ویسے ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

مولوی اشفاق احمد دیوبندی سے جھڑپ

ملتان چھاؤنی کا ہی واقعہ ہے کہ خاکسار ابھی احمدیت سے قطعاً نابلد تھا اور اُن دنوں "مباہلہ والوں" کی طرف سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف کچھ اشتہارات گلی کوچوں میں لگائے جا رہے تھے جن میں اُن کی مظلومیت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہایت نازیبا الفاظ اور اُن کے لئے چندہ کی تحریک تھی۔ خاکسار اُن دنوں ملتان چھاؤنی کی جامع مسجد میں مولوی اشفاق احمد صاحب دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا۔ جمعہ کے دن مولوی صاحب نے وہی مباہلہ والوں" کا فحش اشتہار پڑھ کر سُنانا شروع کیا۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے متعلق جب اُس نے بعض گندے الفاظ اشتہار سے پڑھ کر سُنائے تو غیر ارادی طور پر فوراً خاکسار اُٹھ کھڑا ہوا اور پورے جوش اور پُرعزم جذبہ کے ساتھ مولوی صاحب کو پکار کر کہا کہ مولوی صاحب! منبر رسول پر کھڑے ہو کر ایسے شخص کی بدگوئی اور غیبت کر رہے ہیں جو یہاں موجود نہیں اور اپنا ڈیفنس بھی نہیں کر سکتا۔ اس اشتہار کو پڑھنا بند کر دیں۔ ورنہ مَیں آپ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے تیار نہیں۔ اس پر مولوی صاحب نے چلّا کر کہا کہ تم کون ہوتے ہو۔ میری تقریر میں مداخلت کرنے والے معلوم ہوتا ہے تمہیں بھی مرزائیت کی ہوا لگ گئی ہے۔ خاموشی سے بیٹھو ورنہ اُٹھ کر چلے جاؤ۔ اس پر خاکسار فوراً وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ اور پھر کبھی غیر احمدی ہوتے ہوئے بھی اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ یہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر خاص فضل اور احسان معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے احمدیت سے پہلے ہی میری فطرت میں یہ بات ودیعت کی تھی کہ پاک اور مقدس لوگوں کے متعلق میں کبھی ایسی بات قبول نہ کروں بلکہ انہیں سُننا بھی گوارہ نہ کروں جو ناپاک طبع لوگوں کی اختراع ہو۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کا بدلہ اس رنگ میں عطا فرمایا کہ مجھے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں احمدیت کی نعمت سے متمتع فرمایا اور حضور کی زندگی ہی میں علم دین پڑھنے اور تالیف و تصنیف کی توفیق عطا فرمائی۔ سنہ ۱۹۳۰ء سے لیکر جب سے یہ خاکسار احمدی ہوا ہے

مختلف فتنے اُٹھے اور بعض لوگوں نے حضرت اقدس کے خلاف "مباہلہ والوں" کی طرح دریدہ دہنی اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ خاکسار نے کبھی بھی ایک لمحہ کیلئے ان لوگوں کی گندی باتوں پر نہ صرف توجہ ہی نہیں دی بلکہ ایسے لوگوں کو کبھی مُنہ تک نہیں لگایا۔ کیونکہ قرآن مجید کا یہ فرمان ہر وقت میرے مدنظر رہا کہ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (نور ع۳) یعنی خبیث باتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث باتوں کے لئے اور پاک باتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک باتوں کے لئے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کے اس اصول کے ماتحت ہر وہ شخص جو پاکبازوں کے متعلق خبیث باتیں کرتا ہے وہ خود خبیث قرار پاتا ہے۔ پاکباز پاک لوگوں کے متعلق پاکیزہ باتیں کرنے والے لازماً پاکباز ہوتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ذات تو اتنی پاکیزہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے انہیں "نور آتا ہے نور" کے الفاظ سے نوازا اور کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ آپ کی شان میں بیان فرمایا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تمام اولاد کو ؎

"ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے"

کہہ کر مبشر اولاد قرار دیا ہے۔ اور پھر اپنے سلسلہ کی تعلیمی۔ تربیتی اور رُوحانی تمام تر ترقیات کی بنیاد اپنی اولاد کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ؎

یہی ہیں پنجتن جن پر بناء ہے

میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ماننے والا حضورؑ کی اولاد کے بارے میں کسی بدگمانی تک کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اُن پر جھوٹے الزام لگائے۔

بیعت کر لینے کے معاً بعد دو نشانات کا ظہور

۱۹۳۰ء میں جب خاکسار نے بیعت کر لی تو دفتر گیریزن انجنیئر کے (جہاں خاکسار ملازم تھا) دو شخصوں نے میرے احمدی ہونے کے بعد مجھے تنگ کرنا شروع کیا۔

ایک اُن میں سے بابو ولی اللہ نامی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں نہایت نازیبا اور

گندے الفاظ استعمال کئے۔ اس پر خاکسار کو بہت رنج ہوا۔ اور اپنے کوارٹر میں جا کر وضو کر کے مصلے پر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کے حق میں بددعا کرنی شروع کی۔ اور رو رو کر یہ دعا کی کہ اے الٰہ العالمین! اس شخص نے تیرے پاک مسیح کی ہتک کی ہے اور اس طرح میرے دل کو زخمی کیا ہے تو خود ہی اسے سزا دے اور ایسی عبرت ناک سزا دے کہ یہ ساری عمر پھر ایسی بری حرکت نہ کر سکے۔

ابھی دفتر کا ٹائم ختم نہ ہوا تھا کہ اس شخص کے سر میں شدید درد کا دورہ پڑا۔ اور وہ چھٹی لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن پھر اس نے چھٹی کی درخواست بھیجی۔ اسی طرح ایک ہفتہ وہ چھٹیاں حاصل کرتا رہا۔ بالآخر جب وہ ایک ہفتہ چھٹیاں گذار کر واپس آیا تو نہایت ہی نحیف و نزار ہو چکا تھا۔ اس نے دفتر میں حاضری لگانے کے بعد مجھے علیحدہ لے جا کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے میرے حق میں بددعا کی ہے۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ آئندہ کبھی میں ایسا نہیں کرونگا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں کہ آپ نے خدا کے پاک مسیح کے حق میں برا بھلا کہا ہے میں نے اسی کے دربار میں فریاد کی ہے۔ اب فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ میرا آپکے کوئی ذاتی قصور نہیں کیا کہ میں معافی دوں۔ اس کے بعد وہ ایک لمبی چھٹی پر دفتر سے چلا گیا۔ اور پھر معلوم نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا۔

اسی طرح محکمہ کے ایک مستری عبدالکریم نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں سخت گستاخی کی اور میرے منع کرنے کے باوجود بھی وہ باز نہ آیا۔ اور گستاخی میں بڑھتا چلا گیا۔ اس پر خاکسار نے اسے بابو ولی اللہ کی حالت سے آگاہ کیا اور تنبیہہ کی کہ اس طرح آپ بھی کہیں خدا کی گرفت میں نہ آجائیں۔ لیکن اس نے اس کا کوئی اثر نہ لیا۔ بالآخر تنگ آکر آخر خاکسار نے اس کے خلاف بھی بددعا کی۔ ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ اس کا سات سالہ اکلوتا بیٹا نمونیا میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

یہ دو نشانات ابتدائے احمدیت میں ہی خود خاکسار کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔ اس کے اکلوتے بیٹے کے مرنے کا خود مجھے بھی افسوس ہوا۔ اس کے بعد میں نے عہد کیا کہ اب کسی کیلئے بددعا نہیں کرونگا

اور خدا تعالیٰ کے اِس وعدہ پر بھروسہ رکھوں گا جو اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق خود فرمایا ہے۔ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ وَاِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ یعنی جو شخص تیری توہین اور تذلیل کا ارادہ کرے گا مَیں اُسے ذلیل اور رُسوا کرونگا۔ اور یقیناً مَیں اُسے مدد دونگا جو تیری مدد کا ارادہ کرے گا۔

مرزا سلطان احمد صاحب خاوند محمدی بیگم سے ملاقات

غالباً ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار جب جامعہ احمدیہ قادیان میں زیر تعلیم تھا تو ایک مرتبہ مرزا محمد حسین صاحبؓ کے ساتھ انکی شادی کے بعد پٹی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر مرزا سلطان احمد صاحب خاوند محمدی بیگم کے مکان پر بھی گیا کیونکہ مجھے مرزا صاحب سے ملنے اور انہیں تبلیغ کرنے کا شوق تھا۔ جب ہم دونوں مرزا صاحب سے جا کر ملے اور مرزا محمد حسین صاحب جو اُن کے رشتہ دار تھے انہوں نے میرا تعارف کرایا۔ تو میرے قادیان سے آنے کا ذکر سُن کر وہ بہت خوش ہوئے اور بہت اخلاق سے پیش آئے اور انہوں نے ہم دونوں کی دعوت بھی کی۔ دورانِ گفتگو میں خاکسار نے اُن سے پوچھا کہ مرزا صاحب! آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی اور اُن کی پیشگوئیوں کی کونسی بات پر شک ہے کہ آپ بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوتے؟ میری مراد اس سوال سے یہ تھی کہ شاید وہ محمدی بیگم والی پیشگوئی کا ذکر کرینگے جیسا کہ مخالف علماء بالعموم اس پیشگوئی پر اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن میرا یہ سوال سُنتے ہی انہوں نے پُریقین انداز میں یہ جواب دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب پر پورا اعتقاد ہے اور مَیں انہیں صادق سمجھتا ہوں۔ صرف خاتم النّبیین کا مسئلہ ایسا ہے جو مجھے ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا خاکسار نے اِس پر انہیں خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے سمجھایا کہ ہم لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین یقین کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اِس کے یہی معنے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کے کمالات ختم ہیں اور اب ہر کمال خواہ وہ صالحیت کا ہو یا صدیقیت کا ہو یا نبوت کا ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیوض و برکات سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ کافی دیر تک اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں کے آجانے کی وجہ سے یہ گفتگو بند ہوگئی۔ خاکسار کا اس موقعہ پر یہی تاثر تھا کہ مرزا سلطان احمد صاحب کو سلسلہ احمدیہ سے اُنس ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت بھی اُنکے نزدیک مسلّم ہے لیکن خاتم النبیین کا مسئلہ اُن کے لئے آگے آنے میں روک ہے۔ ممکن ہے کہ یہ مسئلہ اُن کی سمجھ سے بالا ہو۔ یا اور کوئی وجہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مولوی صاحب سے مسئلہ نبوت پر دلچسپ گفتگو

اسی پٹی ہی کا واقعہ ہے کہ وہاں خاکسار کی کئی تقریریں ہوئیں۔ بعض لوگوں نے وہاں کے ایک بڑے مولوی صاحب سے تبادلہ خیالات کرنے کی تحریک کی۔ چنانچہ مرزا محمد حسین صاحب اور خاکسار وقت مقررہ پر مولوی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ اور بھی کئی لوگ وہاں موجود تھے۔ گفتگو کا موضوع "مسئلہ نبوت" تھا۔ میں نے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ آپ قرآن شریف کی کوئی ایسی آیت بتائیں جس میں صراحتہً یہ ذکر موجود ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا؟

مولوی صاحب بار بار خاتم النبیین کی آیت پیش کرتے رہے جس سے میرا مطالبہ پورا نہیں ہوتا تھا۔ اس پر اُس نے یہ مطالبہ کیا کہ اچھا پھر آپ ہی کوئی ایسی آیت بتائیں جس سے بالوضاحت یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں کوئی نبی اور رسول آئیگا۔

اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (آل عمران ع۱۸ آیت ۸)

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ ایمان والوں کو ایسی مخلوط حالت پر

چھوڑے رکھے جس پر تم ہو - یہاں تک کہ پاک اور پلید کو الگ الگ نہ کر دے۔
اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شایاں شان نہیں کہ وہ تم میں سے ہر ایک کو امورِ غیبیہ پر اطلاع دے۔ لیکن امورِ غیبیہ پر اطلاع دینے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کروگے تو تمہارے لئے بڑا اجر ہو گا۔

میں نے کہا۔ مولوی صاحب! دیکھیئے! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ پانچ باتیں بیان کی ہیں۔

اوّل یہ کہ ایمان کا دعویٰ رکھنے والوں میں کچھ لوگ پاک اور کچھ ناپاک ہونگے اور آپس میں ملے جلے ہونگے۔

دوم۔ اللہ تعالیٰ ناپاک لوگوں کو پاک لوگوں سے علیحدہ کر دے گا اور انہیں آپس میں ملا جلا نہیں رہنے دیگا۔

سوم۔ چونکہ پاک اور ناپاک کا پتہ چلانا بجز وحی الٰہیہ کے ممکن نہیں اس لئے ہر ایک کو تم میں سے وحی نہیں ہوگی۔

چہارم۔ ہاں! اللہ تعالیٰ اپنا کوئی رسول اس کام کے لئے منتخب کرے گا جسے غیب پر اطلاع دی جائیگی۔ پھر اس کے ذریعہ پاک عنصر سے ناپاک عنصر علیحدہ کر دیا جائے گا۔

پنجم۔ پس اس رسول پر ایمان لانا اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر چلنا تمہارے لئے ضروری ہو گا۔ اور جو اس ہدایت پر عمل کریگا تو اس کیلئے بہت بڑا ثواب ہو گا۔

مولوی صاحب! دیکھیئے کتنی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آئندہ ہونے والے واقعات اور مومنوں میں پیدا ہونے والی خرابیوں اور پھر ان کا سدّباب بذریعہ رسول ذکر فرمایا ہے۔ میرے نزدیک یہ آیت اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں پیدا ہونیوالی خرابیوں کا

سدّباب بذریعہ رسول کرے گا۔ اب بتائیے آپ کو اس بات پر کیا اعتراض ہے؟ کہنے لگے یہ تم نے اپنی طرف سے من گھڑت معنے کئے ہیں۔ یہ تو پچھلے لوگوں کے متعلق ذکر ہے نہ کہ آئندہ کسی رسول کو بھیج کر کسی خرابی کو دور کرنے کا ذکر ہے۔ میں تمہارے معنے اس وقت تک قبول نہیں کر سکتا جب تک تم کسی پرانی تفسیر سے اپنے معانی کی تائید میں کوئی حوالہ نہ دکھاؤ۔

میں جب کبھی اپنے تبلیغی سفر پر روانہ ہوتا تھا تو اپنے ساتھ حوالہ جات کی بعض ضروری کتب بھی لے لیتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی میرے پاس علاوہ دوسری کتب کے تفسیر جلالین بھی تھی۔ میں نے جھٹ تفسیر جلالین نکال کر اس کو اسی آیت کی تفسیر میں مندرجہ ذیل الفاظ سنائے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ - يَخْتَارُ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَيُطْلِعُهٗ عَلٰى غَيْبِهٖ كَمَا اَطْلَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَالِ الْمُنَافِقِيْنَ - (ترجمہ) اور لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہیگا منتخب کرے گا تو اسے بھی غیب پر اطلاع دیگا اسی طرح جس طرح اس نے منافقین کی حالت کے بارہ میں آنحضرت صلعم کو اطلاع دی ہے۔

علامہ جلال الدینؒ کی یہ تفسیر سنکر مولوی صاحب سخت حیران اور ششدر رہ گئے۔ یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ ان کی مسلّمہ اور متداولہ تفسیر میں ایسی وضاحت موجود ہوگی اور الامام العلّامہ المحقق المدقق جلال الدین محمد ابن احمد سن پیدائش ۷۹۱ ہجری اور سن وفات ۸۶۴ھ یعنی پانچسو برس قبل قرآن مجید کی اس آیت کی ایسی تفسیر لکھ جائیں گے جو احمدیہ عقائد کے عین مطابق ہوگی۔ اس وقت ان کا اضطراب اور پریشانی قابلِ دید تھی۔ تھوڑی دیر سرنگوں ہونے کے بعد یکایک انہوں نے سر اٹھایا اور کہا یہ تفسیر ضرور قادیان میں چھپی ہوگی۔ میں نے کہا نہیں حضرت یہ تو دہلی میں چھپی ہے اور اسے ٹائیٹل پیج کھول کر دکھایا۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے اور بحث ختم ہوگئی۔ اور ہم لوگ اٹھ کر چلے آئے۔ خاکسار نے اس حوالہ کو تفسیر جلالین کی اس تشریح کے ساتھ جہاں کہیں بھی پیش کیا ہے۔ وہاں اسے بہت ہی مؤثر پایا ہے اور ہر مخالف کو لاجواب اور مبہوت دیکھا ہے۔

شہادت دربارہ واقعہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم آف پٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جولائی ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ جب میرا نکاح مسماۃ عنایت بیگم بنت مرزا محمد بیگ ساکن پٹی ضلع امرتسر سے ہوا۔ مسماۃ مذکورہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم خاوند محمدی بیگم کی بھانجی ہے جب رخصتانہ لے کر پٹی سے چلنے لگا تو مرزا سلطان احمد نے مجھے تاکیداً کہا کہ بیٹا! جب آپ ایک ہفتہ بعد لڑکی کو لے کر واپس آئیں تو قادیان سے ایک اچھا عالم جو مقرر بھی ہو اپنے ساتھ لے کر آئیں۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا۔

چنانچہ قادیان میں ایک ہفتہ ٹھہر کر جب میں اپنی بیوی کو اس کے میکے پہنچانے کے لئے تیار ہوا تو میں نے مکرم ومحترم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ وتبلیغ سے مرزا سلطان احمد صاحب کی خواہش کا بھی تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت تمام مبلّغین باہر گئے ہوئے ہیں آپ میرا رقعہ لے جائیں اور جامعہ احمدیہ کے پرنسپل صاحب کو دکھا کر مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر کو اپنے ساتھ لے جائیں وہ آپ کے منشاء کے مطابق کام کرینگے۔ اس پر میں پرنسپل صاحب کی اجازت سے مولوی صاحب کو اپنے ہمراہ پٹی لے گیا۔

دوسرے دن مرزا سلطان احمد صاحب نے ہماری دعوت کی اور کھلے میدان میں بعد از نماز عشاء منادی کرا کر ایک جلسہ منعقد کرایا جس میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشّر نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر نہایت مؤثر تقریر کی۔ مرزا صاحب موصوف اتنے خوش ہوئے کہ اُسی جگہ اختتامِ جلسہ پر دوسرے دن تقریر کا اعلان کرا دیا۔ دوسرے دن مولوی صاحب نے احمدیت کے مسائل کے بارے میں تقریر کی جسے سامعین نے بہت توجہ سے سُنا اور پسند کیا۔ اور خود مرزا سلطان احمد صاحب سے بھی بعد میں مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں جس کا مفصّل ذکر مولوی صاحب نے اپنے واقعہ

میں کیا ہے بعض باتیں دریافت کیں جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کوئی اعتراض نہیں صرف مسئلہ خاتم النبیین ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا یہ مسئلہ مولوی صاحب کافی دیر تک انہیں سمجھاتے رہے۔

اسی جگہ بعض لوگوں کے اصرار پر ایک مولوی صاحب سے مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر کی مسئلہ نبوت پر گفتگو بھی ہوئی تھی۔ جس کا ذکر انہوں نے اپنے واقعہ میں کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ میں خود اس گفتگو کے وقت وہاں موجود تھا۔ غیر احمدی مولوی صاحب لاجواب ہو گئے تھے اور سامعین اس تبادلہ خیالات سے بھی بہت متاثر تھے۔

میری یہ بیوی جس کا اوپر میں نے ذکر کیا موصیہ تھیں جو ۳۰ مارچ ۱۹۳۷ء کو فوت ہو گئیں اور ۳۱ مارچ ۳۷ء کو مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئیں۔ فقط

خاکسار مرزا محمد حسین ولد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب آف ترگڑی المعروف چھٹی مسیح والے ۶۶-۷-۱۱

ایک شیعہ عالم سے گفتگو

نظارت دعوۃ وتبلیغ کے حکم سے خاکسار اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بارہا آنریری تبلیغی خدمات سرانجام دیتا رہا ہے ایک دفعہ ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ کے حکم سے خاکسار کو ایک ہفتہ کے لئے دریام کملانہ (مکرم محترم مہر شیر محمد صاحب حال سشن جج کا گاؤں ہے) ایک تبلیغی مہم کے سلسلہ میں جانا پڑا۔ اس گاؤں کی اکثریت شیعہ اصحاب پر مشتمل ہے۔ مختلف مسائل کے بارہ میں وقتاً فوقتاً تبلیغ ہوتی رہی۔ بالآخر وہاں کے شیعہ اصحاب اپنے ایک عالم کو بڑی دور سے میرے ساتھ متنازعہ مسائل پر بحث کرنے کے لئے لے آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر گفتگو ہوئی۔ خاکسار نے ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت میں مندرجہ ذیل آیات کو پیش کیا ہے۔ اور انہیں بڑا مؤثر پایا ہے۔

(۱) فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ (یونس ع ۲ پ ۱۱)

یعنی اے میرے منکرو! کیا تم اتنا نہیں سوچتے کہ میں نے تم میں ایک لمبا عرصہ (چالیس سال)

گذارا ہے۔ کیا میری چالیس سالہ زندگی اس بات پر گواہ نہیں ہے کہ میں نے کبھی کسی انسان پر جھوٹ نہیں باندھا غلط بیانی نہیں کی۔ افتراء یا الزام نہیں لگایا۔ تو اب مجھے یکایک کیا ہو گیا کہ میں خدا تعالیٰ پر افترا باندھنے لگ گیا ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس چیلنج کے جواب میں اشد ترین مخالف بھی عاجز آ گئے اور مجبوراً انہیں کہنا پڑا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا الصِّدْقَ کہ ہم نے آپ سے بجز سچائی کے اور کوئی تجربہ نہیں کیا۔ یہی دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور چیلنج اپنے مخالفین کے سامنے پیش کی لیکن آپ کے اشد ترین مخالف کو بھی آپکی دیانت۔ امانت اور سچائی کا اعتراف کئے بغیر اور کوئی چارہ نہ رہا۔ حوالہ کیلئے دیکھو آپکا چیلنج تذکرۃ الشہادتین ص۶۲ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"اب دیکھو خدا نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے۔ اور تم کوئی عیب۔ افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے۔ یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں سے ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے؟ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔"

(۲) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس ع۲)

کہ اس شخص سے بڑھ کر زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرے۔ یقیناً مجرم کامیاب نہیں ہوتے۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں صادقوں کی نصرت کرتا ہوں:۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المومن ع۶)

ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اُن کے مددگار ہونگے۔ جیساکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(۴) وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ - لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ - ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ - فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ - (الحاقة ع ۲)

(ترجمہ) اور اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم یقیناً اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگِ گردن کاٹ دیتے۔ سو اس صورت میں تم میں کوئی بھی نہ ہوتا جو اسے خدا کے عذاب سے بچا سکتا۔

اور احادیث میں خصوصی طور پر یہ حدیث نہایت ہی مسکت اور لاجواب ثابت ہوئی ہے۔

اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَنْخَسِفُ الْقَمَرُ لِأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ (الدارقطنی ص ۱۸۸)

یقیناً ہمارے مہدی کے لئے خاص دو نشان مقرر ہیں اور جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں کسی اور کے لئے ظاہر نہیں کئے گئے۔ ایک یہ کہ رمضان کے مہینہ میں چاند کو گرہن کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات (یعنی ۱۳ رمضان) کو گرہن لگے گا۔ اور دوسرے سورج کو بھی اُسی رمضان کے مہینہ میں سورج گرہن کے لئے مقررہ دنوں میں سے درمیانی دن (یعنی ۲۸ رمضان) کو گرہن لگے گا۔

چنانچہ یہ دونوں نشان ۱۳۱۱ھ ہجری مطابق ۱۸۹۴ء ماہ رمضان میں پورے ہوئے۔ پہلے سال کرۂ مشرقی میں اور دوسرے سال کرۂ مغربی میں یہ گرہن کا نشان ظاہر ہوا ؎

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر جب یہ زبردست دلائل پیش کئے

تو اِن کا کوئی معقول جواب دینے کی بجائے اُس نے اپنی طرف سے یہ سوال کیا کہ اگر مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو مجھے یہ بتاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جس طرح آپ سے پہلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کا نام لے کر یہ پیشگوئی کی ہے کہ میرے بعد احمد نبی آئے گا۔ کیا اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت مرزا صاحب کا نام لے کر کوئی پیشگوئی کی ہے۔ اُس کے اِس سوال پر حاضرین مجلس میری طرف دیکھنے لگے۔ اور مہر صاحب موصوف بھی جو اس وقت مجلس میں موجود تھے انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب جس قسم کا یہ وزنی سوال ہے آپ بھی اِسی قسم کا وزنی جواب دیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اُس وقت فی الفور مندرجہ ذیل جواب سمجھایا۔ مَیں نے کہا ٹھیک ہے اِسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آنے والے موعود کا نام ابن مریم رکھ کر پیشگوئی فرمائی ہے۔ اُس نے کہا کہ اُس کا نام تو غلام احمد ہے۔ اُن کا نام ابن مریم کہاں ہے؟ مَیں نے کہا کہ سورۃ صف کی آیت میں بھی احمدؐ نام ہے محمدؐ نہیں ہے۔ آپ کے دادا نے آپ کا نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ اِسی نام سے سارا عرب آپ کو جانتا اور پکارتا تھا۔ حتیٰ کہ قیامت تک کے لئے کلمہ میں بھی آپ کا نام محمدؐ ہی شامل کیا گیا ہے۔ آپکے پاس کیا ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمدؐ بھی ہے۔ کہنے لگا آپ کا نام آسمان پر احمدؐ ہے۔ مَیں نے کہا بس بات صاف ہوگئی۔ اِسی طرح مرزا صاحب کا نام بھی آسمان پر ابن مریم ہے۔ معلوم ہوا کہ مبشر موعود کا نام اگر زمین پر کچھ اور ہو تو آسمان پر کچھ اور ہوتا ہے اس سے پیشگوئی کا مصداق ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بعینہٖ اگر مرزا صاحب کا نام زمین پر غلام احمد ہے تو آسمان پر ابن مریم ہے۔ اور پھر کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود فرمایا ہے کہ مَیں احمد ہوں۔ مَیں نے جواباً کہا۔ اِسی طرح حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنے آپ کو ابن مریم والی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے بلکہ آپنے الہامِ الٰہی سے ایسا دعویٰ کیا۔ کہ جَعَلْنٰكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ کہ ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنا دیا ہے۔

سیرت النبی صلعم پر ایک لیکچر

۱۹۳۸ء کا ذکر ہے کہ نظارت دعوۃ و تبلیغ نے جن دنوں خاکسار جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھا حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ آپ کسی ہوشیار طالب علم کو اکھنور ریاست جموں میں بھجوائیں۔ وہاں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ ہے۔ جس پر حضرت میر صاحبؓ نے میرا انتخاب فرمایا۔ یہ جلسہ وہاں کی اسلامیہ انجمن اور جماعت احمدیہ کے مشترکہ پروگرام کے ماتحت تجویز ہوا تھا۔ نظارت کی طرف سے ہدایت یہ تھی کہ وہاں کی انجمن کی خواہش یہ ہے کہ جب تک یہ جلسہ بخیر و خوبی ختم نہ ہو جائے احمدی مقرر اپنے متعلق کسی سے ذکر نہ کرے کہ وہ احمدی ہے یا قادیان سے آیا ہے۔ کیونکہ وہاں احراری اور دوسرے مقرر بھی بلائے گئے تھے۔ تاکہ کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ جب خاکسار جموں سے بذریعہ لاری اکھنور کیلئے لاری سے اترا تو دریا کو بذریعہ کشتی عبور کر کے پرلے کنارے پہنچا تو وہاں کی انجمن کے رضا کار استقبال کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ خاکسار کے ساتھ دو اور عالم بھی اس کشتی میں بیٹھ کر آئے تھے۔ چنانچہ رضا کاروں نے ہمیں ایک مکان پر پہنچایا۔ جسے علماء کرام کیلئے سجایا گیا تھا۔ ہمارے ساتھ ضلع سیالکوٹ کے ایک پیر صاحب بھی اور ایک سُنی عالم بھی تھے۔ خاکسار نے ایک علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر تقریر کی تیاری شروع کر دی تقریر کے لئے تیاری اس لئے بھی ضروری تھی کہ جماعت احمدیہ اور انجمن اسلامیہ کا یہ پہلا مشترکہ جلسہ تھا اور جلسہ کا انتظام کرنے والوں نے تمام مقررین کی تقاریر کا ایک موازنہ بھی کرنا تھا کہ کونسے فرقہ کا عالم نہایت عمدگی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ بیان کر سکتا ہے اور کونسا مقرر عمدہ اثر ڈال سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے بہت سے ڈوگرے افسر اور بہت سے غیر مسلم افسروں اور ہندو سکھ معززین کو جلسہ میں مدعو کیا ہوا تھا۔ اور جلسہ گاہ کو نہایت عمدگی سے سجایا ہوا تھا۔ غرضیکہ سیرۃ النبیؐ کے جلسہ کی اہمیت کے پیش نظر پنڈال بھی نہایت شاندار تیار کیا گیا تھا۔

دوسرے دو مقرر تو آتے ہی آرام سے لیٹ گئے اور میں تقریر کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔

مجھے بھی انہوں نے آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ میرے انکار پر طنزیہ کہنے لگے کہ اتنا آسان موضوع ہے جو ہمیں ازبر یاد ہے اور تمہیں کچھ بھی یاد نہیں۔ میں نے عرض کیا آپ بڑے عالم فاضل لوگ ہیں۔ میں ایک طالب علم ہوں مجھے بہر حال تیاری کرنی چاہیئے۔

اس کے ایک گھنٹہ بعد رضا کار کھانا لے کر آ گئے۔ خاکسار کی کھانے کی طرف قطعاً رغبت نہیں تھی۔ دو چار لقموں سے زیادہ نہ کھا سکا۔ زیادہ تر تیاری کی طرف متوجہ تھا۔ کھانے سے جلد ہی فارغ ہو کر دوبارہ نوٹ لینے لگ گیا۔ کھانا نہایت پُر تکلف اور متنوع اقسام کا تھا۔ ہر دو مولوی صاحبان بڑی دیر تک کھانا تناول فرماتے رہے اور آپس میں چہ میگوئیاں بھی کرتے رہے کہ معلوم ہوتا ہے اسے کچھ بھی نہیں آتا۔ کھانا چھوڑ کر چلا گیا ہے۔

جلسہ کا ٹائم دو بجے سے چھ بجے تک مقرر تھا۔ نماز ظہر پڑھنے کے بعد رضا کار علماء کرام کو لے کر جلسہ گاہ کی طرف چل پڑے۔ خاکسار چونکہ ابھی نوٹس مکمل کر رہا تھا رضا کاروں کے ہمراہ نہ جا سکا اور انہیں کہا کہ مجھے اپنی باری پر بلا لیا جائے۔ جلسہ کی صدارت کے فرائض سُنّی عالم کو سونپے گئے۔ اور پہلی تقریر پیر صاحب کی رکھی گئی۔ پیر صاحب کی تقریر اتنی بھونڈی اور غیر مربوط سی تھی کہ منتظمین جلسہ حاضرین جلسہ سے سخت شرمندہ اور ندامت محسوس کرنے لگے اور ابھی اُن کو آدھ گھنٹہ تقریر کرتے گذرا تھا کہ منتظمین نے رضا کار بھیجکر خاکسار کو بلوایا اور کہا کہ آپ آکر تقریر کریں جلسہ میں بڑی بدمزگی پیدا ہو رہی ہے۔ میں نے کہا۔ ابھی تو آپ نے جلسہ شروع ہی کیا ہے کیا بات ہو گئی ہے۔ رضا کاروں نے کہا۔ کہ آپ چل کر دیکھیں تو سہی کہ کیا بات ہو گئی۔ موقعہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے میں دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا مانگ رہا تھا کہ اے الہ العالمین! تیرے محبوب اور پیارے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مقدسہ پر یہ جلسہ ہے اور بہت سے غیر مسلم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ سُننے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ منتظمین جلسہ نے بڑے شوق سے جلسہ کا اہتمام کیا ہے۔ مجھے مرکز نے اس مقدس فرض کی ادائیگی کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے تو ہم سب کی لاج رکھنا اور میری رُوح القدس سے

مدد فرمانا تاکہ میں حضورؐ کی شان ایسے رنگ میں بیان کر سکوں جو معقول ہو۔ مؤثر اور دلنشین ہو۔ یہ دعا کرتے ہوئے جب خاکسار رضاکاروں کی معیت میں جلسہ گاہ کے گیٹ پر پہنچا تو رضاکاروں کے سالار نے آگے بڑھ کر میرے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور نعرہ ہائے تکبیر سے میرا استقبال کیا گیا۔ میں جو کبھی اس قسم کی نمائش کا عادی نہیں تھا کچھ گھبرا سا گیا اور جب تک رضاکار مجھے اسٹیج تک نہ لائے پنڈال نعرہ ہائے تکبیر سے برابر گونجتا رہا۔ صدر جلسہ کے دائیں طرف مجھے بٹھا دیا گیا۔

صدر جلسہ نے پیر صاحب سے کہا کہ آپ کے دس منٹ باقی ہیں اس کے بعد آپ اپنی تقریر ختم کر دیں۔ پیر صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ پانچ منٹ تقریر کر چکے تو اس میں بھی اس نے کچھ ایسی بودی اور غیر متعلق باتیں کیں جو اس مجلس کے شایان شان نہیں تھیں۔ اس پر صدر جلسہ نے کہا کہ آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ پیر صاحب نے غضبناک لہجہ میں کہا۔ ابھی میرا وقت ختم نہیں ہوا۔ اور صدر صاحب نے جب انہیں گھڑی دکھائی تو پیر صاحب نے فرمایا۔ تم بھی بے ایمان اور تمہاری گھڑیاں بھی بے ایمان۔ یہ فقرہ کہہ کر وہ اسٹیج سے اترے اور پنڈال سے باہر نکل گئے۔ اس کے بعد صدر جلسہ نے خاکسار کا مختصر سا تعارف کرایا اور تقریر کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور ساتھ ہی آہستہ سے مجھے کہا کہ اس جلسہ کی اصل تقریر تو آپ ہی کی ہے۔

خاکسار نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ پڑھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا کئی شقوں میں بیان کرنا شروع کیا مثلاً خاکسار نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام کا وجود مبارک عرب کے لئے رحمت عجم کے لئے رحمت۔ پہلوں کے لئے رحمت پچھلوں کے لئے رحمت۔ اپنوں کے لئے رحمت اور بیگانوں کے لئے رحمت۔ نباتات کے لئے رحمت حیوانات کے لئے رحمت۔ اہل زمین کے لئے رحمت اور اہل سماء کیلئے رحمت اہل اسلام کے لئے رحمت اور غیر مسلموں کے لئے رحمت تھا۔ غرضیکہ ایسی تفصیل کے ساتھ مؤثر اور دلنشین انداز میں تقریر کا آغاز ہوا۔ لحہ بلحہ آواز بلند سے بلند تر ہوتی جاتی تھی ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ جس طرح دریا کا پانی بلندی سے نشیب کی طرف تیزی سے چلتا ہے۔ اسی روانی کے ساتھ دلائل اور واقعات دماغ سے زبان پر اُترتے فضاء میں بکھرتے کانوں سے ٹکراتے اور دلوں میں اُترتے چلے جاتے تھے اور اہل جلسہ اتنے مسحور ہو رہے تھے کہ بار بار نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے تھے اور درود شریف کا تو ایک غلغلہ برپا تھا۔ اُس وقت مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حمد و ثناء یہ تعریف و توصیف خاص تائید ایزدی سے میری زبان سے جاری ہو رہی ہے۔ تقریر کی روانی اور دلچسپی کو دیکھتے ہوئے صدر جلسہ نے اپنا وقت بھی مجھے دے دیا۔ تقریباً تین گھنٹے تک پوری روانی کے ساتھ اور پورے دلنشین اور زوردار انداز میں تقریر جاری رہی اور جب تقریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف پر ختم ہوئی تو اسوقت بھی کتنی دیر تک فضاء میں نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوتے رہے صدر جلسہ نے اپنے تمام اختتامی الفاظ میری تقریر کی تعریف و توصیف میں صرف کر ڈالے اور اُس نے یہاں تک کہا کہ میں نے آج تک کسی جلسہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح رحمۃ للعالمین ہونا اور اس رنگ میں اور اس انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق کا بیان کبھی نہیں سُنا جیسا کہ اس دفعہ مجھے سُننے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کے بعد دُعا پر جلسہ برخواست ہوا۔

منتظمین جلسہ بھی بہت خوش تھے اور احمدی احباب تو خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور غیر مسلم حاضرین بھی بہت متاثر نظر آتے تھے۔ جب ہم اپنی قیام گاہ پر واپس پہنچے تو رضاکاروں اور حاضرین جلسہ نے جلوس کی شکل میں ہمیں فرودگاہ تک پہنچایا۔ اس کے بعد احمدی احباب برملا تمام لوگوں کو بتانے لگے کہ یہ ہمارے قادیان سے آئے ہوئے مبلغ ہیں۔

جب صدر جلسہ کو معلوم ہوا کہ میں احمدی ہوں تو انہوں نے بتایا کہ میں نے تقریر سے ہی معلوم کر لیا تھا کہ آپ احمدی معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے دن ہمیں منتظمین جلسہ نے شہر کے تاریخی مقامات دکھائے اور بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔

خاکسار نے اِس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جہاں کہیں بھی مقابلۃً احمدی اور غیر احمدی علماء کی کسی موضوع پر تقاریر ہوئی ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے احمدی علماء کی رُوح القدس سے مدد کی ہے اور خاکسار اس کا عینی شاہد ہے۔ پھر یہ بھی کہ جب کبھی ہمیں ایسا موقعہ میسّر آئے تو اس موقعہ کو بڑی اہمیت دینی چاہیئے اور اپنی طرف سے پوری تیاری کے ساتھ تقریر کرنی چاہیئے ظاہر ہے کہ کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے اس موقعہ پر اپنی تیاری اور علم پر ناز کرنے کی بجائے بارگاہِ ایزدی میں عجز و انکسار کے ساتھ دُعا کرنا ہی کامیابی کا بڑا وسیلہ ہے۔

کھڑے ہو کر درود و سلام بھیجنے کا مسئلہ اور اس کا جواب

۱۹۴۷ء (ملکی تقسیم کے بعد) کا ذکر ہے۔ خاکسار قادیان سے ہجرت کر کے اپنے سابقہ وطن ڈیرہ غازیخاں میں آ کر رہائش پذیر ہُوا تو یہاں کے ریسیلٹیشن افسر (افسر بحالیات) جناب محمد عبدالحی خانصاحب پٹیالوی نے اپنے مکان واقعہ بلاک جی پر ایک جلسہ میلاد النبیؐ کا انتظام کیا۔ اپنے دفتر بحالیات کے کارکن مکرم ماسٹر حسن خانصاحب احمدی عجائب حال عرائض نویس کو جلسہ کا انتظام سپرد کیا۔ مکرم حسن خان صاحب نے انہیں کہا جہاں آپ اپنا عالم اس غرض کے لئے منگوا رہے ہیں وہاں ہمارے عالم کو بھی تقریر کرنے کا موقعہ دیں۔ انہوں نے کہا۔ آپ اپنا عالم بھی ضرور لے کر آئیں۔ چنانچہ وقت مقررہ پر بعد نماز مغرب خاکسار مع احمدی احباب اُن کے مکان پر شریک جلسہ ہُوا۔ ہمارے علاوہ حاضرین جلسہ بعض معززین آفیسرز اور بعض اہل محلہ اور کارکنانِ محکمہ بحالیات تھے۔ جلسہ کے صدر بلکہ اصل بڑے مقرر ایک مقامی مولوی صاحب تھے۔ تلاوتِ کلامِ پاک اور نعتیہ کلام کے بعد جب مولوی صاحب تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو چند آیات تلاوت کر کے اور اُن کا ترجمہ سُنا کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ اب دُعا خیر کریں جو جلسہ کے اختتام کی علامت ہوتی ہے۔ ہم سب حیرت زدہ تھے کہ کیا ماجرا ہے کہ مولوی صاحب جو بڑے لسان ہیں چند منٹ سے زیادہ

نہیں ہوئے اور یکدم جلسہ ختم کرنے کے درپئے ہوگئے ہیں۔ اسی حیرت کے عالم میں اہل خانہ نے خاکسار سے تقریر کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ خاکسار نے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ الیٰ آخرالآیۃ (سورۃ نور) کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی وجود مبارک پر چسپاں کرتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک تقریر کی جو سامعین جلسہ کے لئے بالکل نئی اور انوکھی تفسیر تھی۔ بڑی دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ حاضرین جلسہ تقریر سنتے رہے اور خود مولوی صاحب بھی میری تقریر سے بہت متاثر نظر آتے تھے۔

تقریر ختم ہونے کے بعد ایک اور عجیب واقعہ یہ ہوا کہ نعت خوانوں کی ایک پارٹی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اور سب حاضرین جلسہ سے کہا کہ سب حاضرین جلسہ اُٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اب ہم درود شریف اور سلام پڑھتے ہیں۔ اس موقعہ پر بالعموم وہ لوگ یہ بھی تاثر دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام خود اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں احتراماً سب کو کھڑا ہونا چاہیئے اس پر سب حاضرین جلسہ مع بڑے مولوی صاحب کے اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ لیکن خاکسار بیٹھا رہا۔

خاکسار کے نزدیک اوّل تو یہ بات شرعاً غلط تھی کہ آنحضرت صلعم ایسی کسی مجلس میں خود تشریف لاتے ہوں۔ اور حاضر ناظر ہو کر درود و سلام سنتے ہوں۔ کہاں ہماری یہ مجلس اور کہاں شہنشاہ دو عالم۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"۔ اور پھر وفات یافتہ وجود کس طرح ہر مجلس میں حاضر ناظر ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی زندگی میں بھی بیک وقت ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہو سکتے تھے چہ جائیکہ وفات کے بعد ہر جگہ حاضر ناظر ہوتے پھریں۔ دوسرے یہ کہ سلام و درود کا یہ طریق خود حضور علیہ السلام کے سکھائے ہوئے آداب کے بھی خلاف تھا اور محض رسم کے طور پر نعت خوان ہم سے ایک عبث فعل کروانا چاہتے تھے۔ اس لئے خاکسار تو بیٹھا رہا۔ اس پر نعت خوانوں نے کہا۔ سب لوگ تو کھڑے ہو گئے ہیں۔ آپ کیوں کھڑے نہیں ہوتے۔ میں نے کہا۔ میں سب کا تو پابند نہیں اور نہ ہی ان کے کسی فعل کا ذمہ دار ہوں

البتہ شریعت کا ضرور پابند ہوں۔ اگر شریعت میں اس قسم کی کوئی سند ہے تو آپ مجھے بتائیں۔ میں بھی اُٹھ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ اس پر انہوں نے کہا۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور دوسرے علماء بھی درود و سلام کے موقعہ پر اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا یہ بھی کوئی سند نہیں ہے اور نہ ہی میں اُن کا مقلّد ہوں۔ اس پر منتظم جلسہ یعنی افسر بحالیات نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ درود و سلام بیٹھ کر ہی ادا کرنا چاہیئے اور تعظیماً اُٹھ کر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ خاکسار نے عرض کی کہ میرے پاس بہت بڑی سند موجود ہے۔ اور خود ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کا طریق ہمیں سکھایا ہے۔ کہنے لگے۔ بتائیے۔ میں نے کہا۔ آپ پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں۔ ہر نماز میں قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ کے ارکان بجا لاتے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ قیام کی حالت میں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے نہ ہی رکوع و سجود میں بلکہ التحیات میں بیٹھے ہوئے درود و سلام پڑھنے کا حکم ہے۔ اگر حضور علیہ السلام کی تعظیم کا تقاضا کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے کا ہوتا۔ تو حضورؐ بحالتِ قیام درودِ و سلام پڑھنے کا حکم صادر فرماتے۔ میری یہ دلیل سُنکر سب نعت خوان لاجواب اور مبہوت رہ گئے۔ اور تمام اہل مجلس جو کھڑے تھے بیٹھ گئے اور بڑے مولوی صاحب نے بھی میری اس دلیل کی تائید کی۔ صرف اہل خانہ اور نعت خوان کھڑے رہے۔ اور اہل خانہ نے بھی یہ عذر کیا کہ چونکہ میں نے انہیں بلایا ہے اس لئے میں اِنہی کے ساتھ کھڑا رہنا مناسب سمجھتا ہوں تا ان کی دلشکنی نہ ہو۔ بعد درود و سلام یہ جلسہ برخواست ہوا۔ خاکسار نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ احمدی احباب کو حق و صداقت کو مقدم رکھنا چاہیئے اور کسی بڑے سے بڑے آدمی سے بھی مرعوب نہیں ہونا چاہیئے۔

<u>تصدیق</u>:۔ یہ مندرجہ بالا واقعہ از اوّل تا آخر بالکل صحیح اور درست ہے۔ میں خود اس جلسہ کا منتظم تھا اور آخر تک جلسہ میں موجود رہا۔ اور یہ سارا واقعہ میرے سامنے ہوا۔

حسن خان حجابانہ عرائض نویس بقلم خود ۳۰-۱-۶۹

عیسائی حضرات سے گفتگو کے چند واقعات

۱۔ ایک دفعہ نظارت دعوت و تبلیغ کے حکم کے ماتحت خاکسار اور مولوی علی محمد صاحب اجمیری

جو اُن دنوں سلسلہ کے ہیڈ مبلغ تھے۔ ایک ماہ کے لئے دھرمسالہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر عیسائیوں کا ایک مشن بھی تھا۔ خاکسار ایک مقامی احمدی دوست کے ہمراہ اُن کے مشن ہاؤس میں پادری صاحب سے گفتگو کے لئے حاضر ہوا۔ پادری صاحب سے حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے پر بحث چھڑ گئی۔ دوران گفتگو خاکسار نے اوّل قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح پوزیشن بیان کی اور انجیل کے حوالہ جات سے اس کی تائید کر کے یہ واضح کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے پاک نبی تھے نہ کہ خدا کے بیٹے۔ اگر عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا ان معنوں میں قرار دیں جیسا کہ بائیبل میں اور بھی کئی برگزیدوں کو خدا کے بیٹے سے یاد کیا گیا ہے۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو نہ صرف بیٹا بلکہ پلوٹھا بیٹا بائیبل میں کہا گیا ہے یعنی خدا کا برگزیدہ تو پھر چنداں قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ لیکن پادری صاحب مصر تھے کہ نہیں حضرت مسیح ان کی طرح کے بیٹے نہیں تھے بلکہ سچ مچ کے بیٹے بلکہ اکلوتے بیٹے ہیں۔ اور مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ تم بائیبل سے کوئی ایسا حوالہ بتاؤ جس سے خدا کے اور بیٹے بھی اس اکلوتے بیٹے کی طرح ہوں۔ اس پر خاکسار نے بائیبل سے مندرجہ ذیل حوالہ پیش کیا:۔

> "تو خدا کے بیٹوں نے۔ آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں۔ اُن سبھوں میں سے جسے جو پسند آئیں اپنے لئے جورو ئیں لیں۔" (پیدائش باب ۶ آیت ۲)

مَیں نے کہا۔ دیکھیئے پادری صاحب! اس حوالہ میں صاف لکھا ہے کہ خدا کے بیٹوں نے جب آسمان سے آدم کی بیٹیوں پر نگاہ کی۔ تو اس میں خدا کے بیٹوں کا ذکر آدم کی بیٹیوں کے مقابل پر ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا کے اور بیٹے بھی حضرت مسیح سے بہت پہلے موجود تھے۔ پھر یہ اکلوتے بیٹے کیسے ہوئے اور حقیقی کیونکر ٹھہرے۔ اس حوالہ کو سُنکر پادری صاحب بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ اچھا! مَیں اپنے بڑے پادری صاحب سے لکھ کر دریافت کرونگا

کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں۔

پادری صاحب کے اس جواب سے یہ ضرور ثابت ہے کہ ان لوگوں کا برملا اعترافِ شکست مباحثات کے بارے میں کم ازکم بلندیٔ اخلاق کی ضرور دلیل ہے۔ اس کے برعکس ہمارے غیر احمدی علماء کرام اپنی بات پر اڑے رہتے ہیں۔ اور شکست خوردہ ہونے کی حالت میں بھی اعترافِ شکست نہیں کرتے بلکہ تنگ آمد بجنگ آمد کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ الّا ماشاء اللہ

۲ - ایک دفعہ چوہدری نورالدین صاحب مرحوم اپنے چک ۶ ضلع منٹگمری میں تبلیغی اغراض کے لئے مجھے قادیان سے ہمراہ لے گئے۔ اُن کے غیر احمدی رشتہ داروں کو بھی تبلیغ کی گئی ایک دن انہوں نے مجھے کہا۔ کہ یہاں ہمارے عیسائی کامے (کام کرنیوالے) رہتے ہیں۔ اُن کے ہاں ایک اٹالین پادری صاحب آئے ہوئے ہیں۔ اُن سے چل کر گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں اُن کے گھروں میں چلے گئے۔ وہاں ایک چھپڑ کے نیچے پادری صاحب فرد کش تھے اور عیسائیوں کو جن میں مرد عورتیں اور بچے بھی شامل تھے حضرت مسیح کی الوہیت کے بارہ میں کچھ باتیں اردو زبان میں سمجھا رہے تھے۔ ہم بھی وہاں جاکر بیٹھ گئے۔ اختتام تقریر پر مَیں نے کہا۔ پادری صاحب اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی کچھ عرض کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ضرور۔ مَیں نے حاضرینِ مجلس کو مخاطب کر کے کہا کہ پادری صاحب نے حضرت مسیح کی الوہیت کے متعلق جو کچھ کہا ہے۔ وہ انجیل کی تعلیم کے خلاف ہے۔ حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے آپ کو کہیں بھی خدائی کے دعوٰی کے ساتھ پیش نہیں کیا۔ بلکہ ہر جگہ اپنے آپ کو ابن آدم یعنی آدم زادہ کے طور پر پیش کیا ہے اور ایک شخص کے دریافت کرنے پر کہ ہمیشہ کی زندگی کیا ہے " آپ نے فرمایا کہ

"ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ تُو خدا کو واحد اور مجھے اس کا بھیجا ہُوا جانے۔"

اور یہی اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام اُسکے رسول ہیں۔ اس پر پادری صاحب فوراً بول اٹھے کہ نہیں نہیں۔ ظاہر میں تو وہ انسان نظر آتے تھے لیکن اندر سے خدا تھے۔ مَیں نے اُن عیسائیوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھو اگر کوئی شخص

تمہارے سامنے پیتل کے ٹکڑے پر سونے کا پانی چڑھا کر بطور سونا فروخت کرے تو کیا تم اُس کو اچھا آدمی سمجھو گے اور وہ ملمع شدہ پیتل سونے کے بھاؤ خرید لو گے ؟ کہنے لگے ۔ نہیں میں نے کہا کہ اس پادری صاحب سے یہ ملمع شدہ عقیدہ کیوں قبول کرتے ہو ۔ پادری صاحب نے جب دیکھا کہ میری اس بات کا ان پر بڑا اثر ہوا ہے ۔ تو پادری صاحب جوش میں آکر کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے ۔ اور کہنے لگے ۔ تم لوگ ان پڑھ ہو ۔ یہ تم کو دھوکا دیتا ہے ۔ دھوکا دیتا ہے جاؤ سب اپنا اپنا کام کرو ۔ چنانچہ اس پر وہ اُٹھ کر چلے گئے ۔ ہم پادری صاحب کی اس ملمع سازی اور چالاکی پر انہیں دجالی فرقہ کا ایک فرد مشاہدہ کرتے ہوئے واپس آگئے ۔

حدیث میں دجّال کا لقب دراصل اسی گروہ کے متعلق ہے جو دجل اور فریب سے لوگوں کو دھوکا دیکر گمراہ کرتا ہے ۔ اور اس سے بڑا اور کیا دھوکا ہو سکتا ہے کہ ایک اچھے بھلے کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے انسان کو خدا بنایا جائے ۔ اور اسے خدا منوایا جائے ۔ العیاذ باللہ

پادری میلا رام سے الوہیت مسیح پر مباحثہ

تقسیم ملک سے پہلے کا واقعہ ہے کہ عبدالمجید خان صاحب آف ویرووال جو ایک نہایت مخلص احمدی ہیں قادیان سے خاکسار کو اپنے گاؤں ویرووال ضلع امرتسر لے گئے ۔ وہاں پر جناب پادری میلارام صاحب سے جو عیسائیوں کے مشہور مناد اور مناظر تھے الوہیت مسیح پر مناظرہ قرار پایا تھا ۔ محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب مرحوم آف موگا (جو احمدیت کے غیر مذاہب کے مقابلہ میں ایک نہایت نڈر مرد میدان اور پہلوان تھے) ہماری طرف سے جلسہ کے صدر مقرر ہوئے ۔ اور خاکسار اس میں مناظر تھا ۔ دوران مناظرہ میں خاکسار نے الوہیت مسیح کے خلاف بائیبل سے ہی نہایت قوی دلائل پیش کئے ۔ ایک عجیب لطیفہ یہ بھی ہوا کہ پادری میلارام صاحب نے لوگوں کو الوہیت مسیح کا مسئلہ سمجھانے کے لئے ایک غبارہ جس سے بچّے کھیلتے ہیں اور جس میں ہوا بھری ہوئی ہوتی ہے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو جس طرح اس غبارہ میں ہوا بھری ہوئی ہے اور اوپر سے فقط ایک جھلّی ہے ۔ اسی طرح حضرت مسیح میں الوہیت

سرایت کئے ہوئے تھی۔ اور یہ کوئی اتنا پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہ آسکے۔ اس دلیل کو سُن کر عیسائی بہت خوش ہوئے اور گردنیں اٹھا اٹھا کر ہماری طرف دیکھنے لگے کہ اس آسان اور عمدہ دلیل کا احمدی مناظر پر کیا اثر ہوتا ہے۔

خاکسار نے اپنی ٹرن میں اُسی طرح کا ایک غبارہ حاصل کر لیا۔ اور اپنی باری آنے پر اُسے اونچا کرتے ہوئے لوگوں سے کہا۔ کہ بس یہی ایک دلیل ہے جو پادری صاحب نے تصویری رنگ میں الوہیت کے متعلق دی ہے۔ مَیں نے اس غبارہ کو اپنے ہاتھ پر زور سے مارا اور وہ پھٹ گیا۔ اب وہ پھٹا ہُوا خالی غبارہ پکڑا کر لوگوں کو دکھایا کہ دیکھو جس طرح اس غبارے کا حشر ہُوا وہی ان کی دلیل کا حشر ہُوا بلکہ الوہیت مسیح کا وہی حشر ہُوا۔ یعنی جس طرح غبارہ پھٹنے سے ہوا نکل گئی۔ اسی طرح بقول عیسائیاں اُن کے مسیح کے صلیب پر مرنے سے الوہیت بھی ختم ہوگئی۔ اس کا حاضرین مجلس پر بہت بڑا ہُوا۔ اور جناب پادری صاحب اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پادری صاحب کی طرف سے یہ کوئی وزنی دلیل نہیں تھی۔ صرف وقتی طور پر ایک تماشہ تھا جو انہوں نے لوگوں کو دکھایا۔ اور مَیں نے بھی اُسی وقت اُن کا توڑ سوچ لیا۔ درحقیقت عیسائیوں کے پاس الوہیت مسیح کے عقیدہ کی تائید میں کوئی بھی پختہ دلیل نہیں۔ حضرت مسیح کو خدا کہنا عیسائیوں کی ایک بناوٹ ہے اور بناوٹ کبھی صداقت نہیں بن سکتی۔

شہادت دربارہ مناظرہ ویرووال :۔ مناظرہ مابین جماعت احمدیہ و عیسائیان مولوی عبدالرحیم اشرف حال اڈیٹر المنبر ہوشیارپوری نے مکتی فوج کے کمانڈر جس کا نام یاد نہیں کے ساتھ طے کرایا تھا۔ عیسائیوں کی طرف سے اُن کا مشہور مناظر میلارام پادری تھا۔ اور ہمارے مناظر جناب مولنا عبدالرحمن صاحب مبشر اور صدر جناب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب آف موگا مرحوم تھے۔ مناظرہ کیلئے جناب مولوی صاحب موصوف کو میری درخواست پر نظارت دعوۃ و تبلیغ

قادیان نے بھجوایا تھا۔

عیسائیوں کی مکتی فوج ہمارے قریب رعیہ میں اپنا سنٹر مقرر کر کے سب سنٹر ڈیرووال کے ملحقہ دیہات میں مقرر کئے تھے۔

مناظرہ میں ہمارے مناظر (جناب مولنا عبدالرحمن صاحب مبشر) کے زبردست دلائل اور پُر زور طرز بیان اور شیریں کلام کا اتنا اثر تھا کہ مناظرہ کے درمیان ہی ایک معزز شیعہ دوست سید محسن علی شاہ مرحوم نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہارے مناظر صاحب کے ہاتھ چوم لوں۔

اس مناظرہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مکتی فوج کے کمانڈر کے رعیہ سے اپنا مرکز توڑ کر کسی اور جگہ منتقل کر لیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام کے ذریعہ اُس علاقہ میں واضح طور پر کسر صلیب کا نظارہ دیکھنے میں آیا۔ اور ہمیں تمام مسلمانوں مخالف اور موافق کے سامنے شاندار سُرخروئی حاصل ہوئی۔ فالحمد للہ

خاکسار عبدالمجید خان آف ڈیرووال حال دارالنصر غربی۔ ربوہ ۳ ۱۱/۶۶

جلسہ سیرۃ النبیؐ اور جالندھر کا ایک مباحثہ

قبل از تقسیم ملک کا ہی ایک واقعہ ہے کہ جالندھر کے احمدی احباب نے نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان کو لکھا کہ ہم یہاں سیرۃ النبی صلعم کا جلسہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر ہمارے پاس کوئی عالم بھجوائیں۔ جب کبھی مرکز میں مبلغین کی کمی ہوتی تو جناب ناظر صاحب خاکسار کو ارشاد فرما کر بلوا لیتے تھے۔ چنانچہ اُن کے ارشاد کے ماتحت مجھے جالندھر جانا پڑا۔

اُن دنوں جالندھر میں میاں محمد عالم صاحب (جو ان دنوں راولپنڈی مقیم ہیں) پولیس انسپکٹر متعین تھے۔ وہاں جماعت کے کسی عہدیدار کے مکان پر میٹنگ ہوئی اور جلسہ کیلئے مشورہ لیا گیا کہ کہاں جلسہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ تھا جو وہاں جماعت کی طرف سے کیا جا رہا تھا اور مولویوں کی طرف سے وہاں مخالفت کا بھی بڑا زور تھا۔ کسی نے

کوئی مکان تجویز کیا اور کسی نے کوئی حویلی - اپنی مسجد تو جماعت کے پاس تھی ہی نہیں بالآخر خاکسار نے جماعت کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کسی کھلے میدان میں جلسہ کریں اور محدود چار دیواری میں نہ کریں ورنہ آپ کے جلسہ میں کوئی نہیں آئیگا - البتہ کھلا میدان وہ ہو جو اپنی جماعت کا ہو - محلہ بہار باغ میں مسجد کے لئے جماعت نے ایک کھلی جگہ خرید رکھی تھی وہاں جلسہ ہونا قرار پایا - شہر میں منادی کرادی گئی - اور مقررہ جگہ پر شامیانے لگا کر اسٹیج لگادی گئی - شہر میں ہمارے جلسہ کا خوب چرچا تھا - اور مخالفین بھی ہمارے جلسہ کو درہم برہم کرنے کیلئے پوری تیاری میں مصروف تھے - کھلی جگہ میں جلسہ کرنا ان دنوں بیں سخت مشکل اور دشوار تھا -

جب تمام احباب خاکسار کے ہمراہ دعا کر کے جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوئے تو مَیں گرد و پیش کا جائزہ لیتا چلا جا رہا تھا - راستہ میں ہمارے جلسہ گاہ سے ایک فرلانگ ورے ایک پختہ مسجد بنی ہوئی تھی جس میں شہر کی دیگر مساجد کے مولوی اور طالب علم اور بعض دوسرے لوگ جوق در جوق جا رہے تھے - جب ہم مسجد کے قریب سے گذرے تو وہاں مسجد کے اندر ایک مجمع علماء اور طالب علموں کا نظر آیا - مَیں نے احباب جماعت کو کہا کہ یہ سب لوگ ہمارا جلسہ درہم برہم کرنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں - احتیاط کے طور پر ہمیں پولیس میں اطلاع کر دینی چاہیئے - چنانچہ ہماری اطلاع پر ایک پولیس پارٹی ہمارے جلسہ میں پہنچ گئی - تھوڑی دیر بعد وہ تمام لوگ جو مذکورہ مسجد میں جمع ہو رہے تھے وہ بھی آکر ہمارے جلسہ میں بیٹھ گئے - اس طرح سارا پنڈال بھر گیا - مَیں نے اُن کے چہروں سے شرارت اور فساد کی لکیریں پڑھ لی تھیں - اور احباب جماعت کی کمزوری اور قلت کا بھی مجھے اندازہ تھا - اس لئے جلسہ کی صدارت کے لئے کسی دوسرے کو تجویز کرنے کی بجائے مَیں نے اپنے متعلق صدارت کا اعلان کروایا - اور تقریر کا بھی -

چنانچہ صدارت کی کرسی پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے مَیں نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ معزز حاضرین مجلس آج ہم جس غرض کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ ایک نہایت مقدس

غرض ہے۔ یعنی ایک ایسی ہستی کا یہاں ذکر خیر ہوگا اور ایک ایسے مقدس وجود کے محاسن بیان ہونگے جس کا وجود ہی تخلیقِ عالم کا سبب اوّل ہے یعنی رحمۃ للعالمین۔ خاتم النّبیین۔ سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک سیرۃ بیان کی جائیگی۔ اور اس موقعہ اور محل کا یہ تقاضا ہے کہ اس مقدّس تحریک کو پورے احترام سے منایا جائے یہاں کسی کو دورانِ تقریر بولنے یا شور و شر مچانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے بلکہ اگر یہاں کوئی اِس نیّت سے آیا ہے تو اُسے بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اب بھی وقت ہے اگر کوئی اس نیت سے آیا ہے تو وہ فوراً اُٹھ کر چلا جائے کیونکہ ہم نے اُسے مدعو نہیں کیا۔ ورنہ وہ اپنی حرکت کا خود ذمہ وار ہوگا۔

اِس پر جلسہ میں سے ایک ٹولہ جن کے کندھوں پر پیلے رُمال تھے اور بعض اُن میں سے مولوی حضرات معلوم ہوتے تھے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا اور شور مچاتا ہوا جلسہ گاہ سے باہر نکل گیا

خاکسار نے اپنی تقریر شروع کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کا موضوع آپ کی مقدس زندگی بچپن سے لیکر جوانی اور بڑھاپے تک کے تمام واقعات یکے بعد دیگرے بیان کرنے شروع کئے۔ اور حضور علیہ السلام کو اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا پیکر ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے شروع کئے۔ تقریر گاڑی کی رفتار کی طرح پہلے آہستہ اور پھر لحظہ بلحظہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ جو مجمع اُٹھ کر باہر چلا گیا تھا اُن میں سے کچھ لوگ پھر واپس آکر بیٹھ گئے لیکن شریر عنصر جلسہ کو ناکام بنانے کی تدابیر سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بیل گاڑی جسے پنجاب میں "گڈا" کہتے ہیں کہیں سے کھینچ کر لے آئے اور ہماری جلسہ گاہ کی پاس والی سڑک کی پرلی طرف اُسے لاکر کھڑا کر دیا اور اس کے اوپر چڑھ کر ہمارے خلاف تقریر شروع کر دی۔ اللہ تعالےٰ کا یہ خاص فضل و احسان ہے کہ جب کبھی بھی اس قسم کا کوئی مقابلہ ہو تو اللہ تعالےٰ اپنے کمزور بندوں کی خاص نصرت فرماتا ہے۔ چنانچہ اُس نے مجھے اُس وقت اتنی طاقت عطا فرمائی کہ لاؤڈ سپیکر نہ ہونے کے باوجود لاؤڈ سپیکر جتنی طاقت ور آواز

کے ساتھ تقریر جاری رہی اور اُن کے مقرّر کی آواز پر بھی تقریر غالب رہی - وہاں جو ان کے پاس مجمع ہو گیا تھا میں نے دیکھا کہ وہ بھی ہماری طرف کان لگائے بیٹھا ہے - اسوقت اُن کے کئی مقرر یکے بعد دیگرے گڈے پر جسے انہوں نے اسٹیج بنا لیا تھا چڑھتے تھے اور اُترتے تھے اور ہر ایک کی آواز میری آواز کے نیچے دبتی چلی جاتی تھی - بالآخر عاجز آ کر انہوں نے ایک میراثی کو کھڑا کیا یعنی گویّے کو - وہ بھی گلا پھاڑ پھاڑ کر تھک گیا - اور آخرکار چُپ ہو کر بیٹھ گیا - غالباً کسی شریف آدمی نے انہیں سمجھایا ہو گا کہ یہ کیا حرکت ہے تم لوگوں کو دین کا نام دیکر کیا تماشہ دکھا رہے ہو - انہوں نے جو مجمع ہمارے خلاف اکٹھا کیا تھا اب وہ بھی آہستہ آہستہ ہمارے قریب آ کر بیٹھ گیا - اور اس طرح ہماری جماعت جالندھر کا جلسہ سیرۃ النبی صلعم نہایت کامیاب و کامران رہا - اور جلسہ کو درہم برہم کرنے والے مخالف خود ناکام و نامراد رہے - فالحمد للہ علیٰ ذالک

جلسہ کے اختتام پر میں نے پولیس اور حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ دُعا پر برخواست ہوا - پولیس کی جمعیت نے ہمیں کہا کہ اگر آپ لوگوں کو کوئی خطرہ ہو تو ہم آپکو گھروں تک پہنچا آئیں - جس پر ہم نے کہا کہ آپ کی مہربانی کا شکریہ - ہمارے لئے ہمارا مولیٰ ہی نگہبان ہے وہی کافی ہے - جب ہم وہاں سے اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو چند شریر طبع لوگوں نے دُور تک ہمارے پیچھے نعرہ بازی کا شغل جاری رکھا - اور ایک جگہ سے گذرتے ہوئے جہاں اوپلوں کا بڑا ذخیرہ رکھا ہوا تھا جسے پنجابی میں "گہیرا" کہتے ہیں - وہاں سے اُپلے اکھیڑ کر اور گوبر اٹھا کر ہمیں مارنا شروع کیا - اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے ہوئے پُر وقار طریق پر گھر پہنچ گئے اور مخالف خائب و خاسر اور ناکام و نامراد واپس لوٹ گئے -

ہمارا جلسہ گو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری طرح کامیاب رہا اور احباب جماعت کا بھی حوصلہ بہت بڑھ گیا - لیکن جس بات کا مجھے افسوس ہے اور جسے میں ہمیشہ محسوس کرتا ہوں -

وہ علماء کے اس طبقہ پر ہے جو ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار ہیں اور دوسری طرف کوئی اس قسم کی تقریب جماعت احمدیہ کی طرف سے منعقد کی جاتی ہے تو اس میں روڑے اٹکانا بلکہ اُسے بند کرانا اور اس سلسلہ میں قانون تک کو ہاتھ میں لینا ضروری سمجھتے ہیں اور عام مسلمانوں کو جو ایسی باتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے اپنے ساتھ ان بُری حرکات کے لئے اشتعال دلا کر گھسیٹ لاتے ہیں۔ اور ان بے گناہوں کا گناہ بھی اپنے سر لیتے ہیں۔ آخر ان نازیبا حرکات سے جو خلافِ اخلاق بھی ہیں خلاف قانون بھی ہیں اور خلافِ اسلام بھی ہیں کب یہ لوگ باز آئیں گے۔ اے احکم الحاکمین اور مالک الملک خدا! تُو ہی ان لوگوں کو ہدایت دے اور اپنے پیارے اور محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی عشق اور سچی محبت جیسا کہ تُو نے ہم احمدیوں کو عطا کی ہے انہیں بھی عطا کر۔ آمین

جناب مولانا عبدالحق عباس سے تبادلہ خیالات

دوسرے دن ایک طالب حق دوست کے ایماء پر خاکسار کا جناب مولوی عبدالحق عباس بانی مدرسۃ البنات سے اُن کے مکان پر تبادلۂ خیالات ہُوا۔ مولوی صاحب موصوف کی شخصیت مباحثات میں پڑنے کی نہ تھی۔ دینی تعلیم لڑکیوں میں عام کرنے کے لئے وہ جدوجہد کر رہے تھے اور یہ ایک بڑا نیک کام تھا۔ بہرحال جب گفتگو کا آغاز ہُوا تو سب سے پہلے وفات مسیح کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ خاکسار نے آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ الخ (مائدہ آخری) کی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تشریح فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ الخ بخاری کتاب التفسیر سے مشرح اور مدلل طریق سے بیان کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں جہاں اور جواب دیئے وہاں آخری جواب یہ دیا کہ میں جب تک اُن میں رہا اُن کا نگران رہا اور جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تُو ہی اُن کا نگران تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ:-

اوّل حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تک اپنی قوم میں رہے اُنکی قوم گمراہ نہیں ہوئی۔
دوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم کی گمراہی کا ذاتی مشاہدہ کے لحاظ سے علم نہیں تھا۔
سوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم سے جدائی بذریعہ وفات ہوئی نہ کہ آسمان پر جانے سے جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔
چہارم اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جُدائی اپنی قوم سے بذریعہ رفع الی السماء ہوتی جیسا کہ غیر احمدی علماء کا خیال ہے تو پھر یہاں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کی بجائے فَلَمَّا رَفَعْتَنِيْ اِلَى السَّمَآءِ ہوتا جو یہاں نہیں ہے۔
پنجم اس آیت کے حقیقی معنے وہی ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود پر چسپاں کرکے بیان فرما دیئے ہیں۔ یعنی حضور نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب کچھ لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جائیگا تو میں کہونگا اُصَيْحَابِيْ اُصَيْحَابِيْ کہ یا اللہ! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ اس کے جواب میں مجھے کہا جائیگا۔ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ تجھے علم نہیں کہ تیرے بعد کیا کیا نئی بدعتیں انہوں نے جاری کی تھیں اور اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ کہ جب سے آپ ان سے جُدا ہوئے یہ دین سے پھر گئے تھے۔ تب حضور صلعم فرماتے ہیں کہ میں کہونگا فَسُحْقًا فَسُحْقًا انہیں میرے سامنے سے دُور لے جاؤ دُور لے جاؤ۔ اور ساتھ ہی حضورؐ فرماتے ہیں کہ اپنی بریّت کے طور پر میں بارگاہ ایزدی میں خدا کے نیک بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام والا عذر پیش کرونگا کہ جب تک میں اُن میں رہا اُن کی نگرانی کرتا رہا اور جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی انکا نگہبان تھا۔

میں نے کہا۔ مولوی صاحب! فرمایئے کیا قرآن مجید کی اس آیت اور حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس واضح تشریح کے بعد بھی یہ گنجائش رہ جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر مانا جائے اور قوم سے اُن کی جدائی بذریعہ وفات نہیں بلکہ بذریعہ رفع الی السماء تسلیم کی جائے۔

وفاتِ مسیح کے مسئلہ کے لئے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ وقت مقرر تھا۔ مگر آدھ گھنٹہ میں ہی مولوی صاحب لاجواب ہو گئے۔ اُن کا گلا بیٹھ گیا۔ اُن کے بعض حامی اور معتقد لوگ جو وہاں بیٹھے تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ مولوی صاحب اس وقت مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہیں اور تم تیاری کر کے آئے ہو۔ اس لئے پھر کسی موقعہ پر تبادلہ خیالات کیا جائیگا۔ اس پر یہ گفتگو ختم ہو گئی اور ہم لوگ اُٹھ کر چلے آئے۔

خاکسار نے جہاں کہیں بھی قرآن مجید کی اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے تائیدی رنگ دیکر بیان کیا ہے وہاں ہر مخالف کو لاجواب حیران و ششدر پایا۔ میرے نزدیک یہ آیت حضرت مسیحؑ کی وفات پر ایک مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتی ہے اور قطعیۃ الدلالت ہے۔

جناب منشی غلام جیلانی صاحب جالندہری کی شہادت :۔ منشی غلام جیلانی صاحب جو اس جلسہ سیرۃ النبیؐ اور مجلس مباحثہ جالندہر میں موجود تھے وہ اس گفتگو اور جلسہ کا تاثر یہ بیان کرتے ہیں کہ

مولوی عبدالحق صاحب عباسؔ نے اسی مجلس میں ہی یہ اعتراف کر لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی وفات یافتہ ہیں اور مَیں پہلے سے ہی یہ عقیدہ رکھتا ہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احمدیت کی مخالفت میں بعض علماء کو وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر اپنی ضمیر کے خلاف لوگوں کے مجبور کرنے پر بھی بحث کرنی پڑتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے صحیح اور سچا عقیدہ وہی ہے جس پر انسان واضح بُرہان کی بناء پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہو۔ صاحب خانہ جس نے مولوی عبدالحق صاحب عباسؔ کو برائے مباحثہ بلایا ہُوا تھا کہا کہ بس ہماری تسلّی ہو گئی ہے اور مَیں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ہمارا جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑا کامیاب رہا۔ فقط

خاکسار غلام جیلانی خوشنویس جالندہری حال ننکانہ صاحب ۶/۱۱/۶۶

واقعہ جلسہ دھاریوال

غالباً ۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے کہ دھاری وال (ضلع گورداسپور) کی مسجد کے امام مولوی دین محمد صاحب جو احمدیہ جماعت سے اچھے تعلقات رکھتے تھے اور جماعت کی اسلامی خدمات کے معترف تھے انہوں نے قادیان آکر نظارت دعوۃ و تبلیغ میں بیان کیا کہ وہاں ہم اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کا ایک مشترکہ جلسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر کر رہے ہیں۔ مہربانی فرما کر آپ ہمیں اپنا کوئی ایسا عالم دین جو نہایت عمدگی سے اس فرض کو نبھا سکے۔ محترم جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے خاکسار کو دفتر میں بلوا کر فرمایا کہ اس وقت ہمارے مبلغین باہر گئے ہوئے ہیں۔ آپ مولوی دین محمد کے ساتھ چلے جائیں اور پوری تیاری کے ساتھ تقریر کر آئیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں خاکسار دھاریوال پہنچا۔ برلب سڑک اُن کی مسجد کے سامنے شامیانے لگا کر جلسہ گاہ تیار کی گئی تھی۔ رات کو قریباً آٹھ بجے جلسہ کا آغاز ہوا۔ یاد نہیں جلسہ کا صدر کون تھا۔ شیعہ سنّی حضرات کثیر تعداد میں جلسہ میں حاضر تھے اور احمدی صرف دو چار ہی تھے۔ سب سے پہلی تقریر شیعہ مقرر کی تھی۔ جو لاہور کے کسی کالج کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کی بجائے زیادہ تر اہل بیت کی فضیلت بیان کی اور سارا وقت قریباً انہی کی تعریف و توصیف میں صرف کیا۔ جب وہ تقریر ختم کر چکے تو خاکسار نے اپنی تقریر کا آغاز اس طرح کیا۔ کہ حضرات! آپ نے جناب پروفیسر صاحب کی تقریر فضائل اہل بیت پر سُنی ہے یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا ہی حصّہ ہے کیونکہ یہ سب کمالات جو بیان کئے گئے ہیں وہ سب ہادیٔ برحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کے نتیجہ میں ہی ان حضرات میں پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے یہ حضرات آسمانِ روحانیت کے ستارے بن کر چمکے۔ لیکن حضور علیہ السلام کی سیرت اور تربیت کا پہلو ابھی ادھورا ہے جس کی میں تکمیل کرنا چاہتا ہوں حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق تمام دنیا کے لئے ہادی اور رہبر کامل بنکر آئے۔

جیسا کہ فرمایا قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا - اِس لئے آپ کا مخاطب نہ صرف عرب تھا بلکہ سارا عجم بھی - اسلئے آپ کی تعلیمات کا دائرہ وسیع تھا اور اس کے اثرات بھی وسیع تر تھے - چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوّتِ قدسیہ تمام انبیاء سے بڑھ کر تھی - بلکہ تمام انبیاء کی مجموعی قوت سے بھی بڑھ کر تھی - اِس لئے اُس کا اثر ہدایت اور نور کے لحاظ سے ایک خلقِ کثیر پر پڑا - خود حضور علیہ السلام کی اپنی زندگی میں سارا عرب نورِ اسلام سے منوّر ہوا اور حضور علیہ السلام کے حواری خواہ انصار ہوں یا مہاجر ہوں سب مقدس ترین وجود بن گئے - جیسا کہ بائیبل میں اُن کے متعلق آتا ہے :-

" اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا - اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا - فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا - دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا - اور اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی - "[۱]

اِس پشگوئی میں حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فاران سے جلوہ گر ہونا اور پھر حضور علیہ السلام کے ساتھ حضور کی معیت میں دس ہزار پاک باز لوگوں کا ہونا یہ فتح مکّہ کی طرف اشارہ ہے - جیسا کہ تاریخ سے یہ امر ثابت ہے کہ اُسوقت حضور علیہ السلام کے ساتھ دس ہزار تربیت یافتہ صحابہ تھے - جنہیں پاکباز قرار دیا گیا ہے -

اِس پیشگوئی کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد خاکسار نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلے ایمان لانا اور پھر اپنی ساری جائیداد کا اسلام کے لئے دے دینا - اور ہجرت کے موقعہ پر فدائیت کا اظہار اور آپ کے دورِ خلافت کے بعض اہم واقعات وغیرہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے اور مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے لئے قربانیاں اور اُن کے دورِ خلافت کے بعد اہم اور چیدہ واقعات اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے واقعات کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] کتاب استثناء باب ۳۳ آیت ۲

کی وَیُزَکِّیْھِمْ آپؐ کے مزکّی ہونے کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوا اور عرب کے وحشیوں میں جو اتنا عظیم الشان انقلاب آیا کہ وہ حیوان سے انسان اور پھر انسان سے باخدا انسان بن گئے یہ سب حضور علیہ السلام کی پاکیزہ سیرۃ اور حضورؐ کے پاکیزہ اخلاق کا پرتو تھا۔

شیعہ حضرات پر میرا یہ بیان ضرور گراں گذرا لیکن سُنی حضرات بہت خوش تھے۔ کیونکہ جلسہ میں پہلی تقریر کے بعد دوسری تقریر نے توازن پیدا کر دیا تھا۔ اور مشترکہ جلسہ کا مقصد پورا ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ پروفیسر صاحب بھی میری تقریر سے کچھ خفا ہیں۔ غالباً انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں نے اُن کی تقریر کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

دوسرے دن علی الصباح مولوی دین محمد صاحب کے مشورہ کے مطابق خاکسار مولوی صاحب موصوف کی معیت میں پروفیسر صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ وہ قریب ہی اپنے ایک شیعہ دوست کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ علیک سلیک کے بعد سب سے پہلے انہوں نے میری رات کی تقریر کا شکوہ کیا اور کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ خواہ مخواہ ایسے لوگوں کا ذکر کیا جنہیں ہم پسند نہیں کرتے۔ میں نے کہا آپ پسند کریں یا نہ کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے جنہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا اور جنہیں تا قیامت حضورؐ کے روضۂ مبارک میں حضورؐ کے پہلو بہ پہلو جگہ ملی وہ آپ کی پسند یا ناپسند کے محتاج نہیں ہیں۔ کہنے لگے ان باتوں کو چھوڑیئے کسی اور موضوع پر تبادلہ خیالات کریں۔ مولوی دین محمد صاحب نے خواہش کی کہ اگر ماتم کے مسئلہ پر گفتگو ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے۔ میں نے کہا۔ بہت بہتر۔ چنانچہ خاکسار نے پروفیسر صاحب سے یہ سوال کیا کہ کیا آپ قرآن مجید میں سے اپنے مروّجہ ماتم کے حق میں کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں؟

انہوں نے کہا۔ ہاں سُنیئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے متعلق آتا ہے

فَصَکَّتْ وَجْھَھَا۔ کہ اس نے اپنے منہ کو پیٹا۔ معلوم ہوا۔ کسی معاملہ پر کسی کو افسوس یا حیرت ہو تو وہ پیٹ سکتا ہے جب حضرت سارہ نے ایک معمولی بات پر منہ پیٹا۔ تو کیا ہم اتنے بڑے اہم واقعہ پر جو شہادتِ حضرتِ امام حسینؓ سے تعلق رکھتا ہے نہیں پیٹ سکتے اور ماتم نہیں کر سکتے۔

میں نے جواباً کہا کہ جناب من! ذرا غور تو فرمایئے۔ کہاں آپ کا مروّجہ ماتم اور کہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کا بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری پر اظہار تعجب۔ اور اگر اسے بالفرض کوئی ماتم کی ہی شق قرار دیا جائے۔ تو کیا یہ کسی رسول کا اُسوہ حسنہ ہے۔ جس کی پیروی کی جائے۔ آپ کوئی قرآن مجید سے ایسا حکم دکھائیں جس میں یہ وضاحت ہو کہ جب غم کا کوئی موقعہ آئے تو اس طرح رونا اور پیٹنا چاہیئے۔

کہنے لگے اچھا آپ ہی کوئی اس کے خلاف اپنی دلیل پیش کریں۔ میں نے کہا سنیئے! قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے غم اور مصیبت کے وقت رونے اور پیٹنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فقط اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ہے:۔

"...... وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ ۔ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۝"

یعنی ان لوگوں کو خوشخبری دے دو کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ تو (واویلا کرنے کی بجائے) فقط یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ فرمایا۔ ایسے لوگوں پر خدا تعالےٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

پروفیسر صاحب دیکھیئے! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مصیبت زدہ لوگوں کو جو تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مصیبت کے وارد ہونے پر واویلا نہ کریں اور بے صبری نہ دکھائیں۔ بلکہ اپنی ہر عزیز سے عزیز چیز کو خدا ہی کی ملکیت سمجھیں۔ اور ایسا طریق اختیار کرنے والوں کو بطور

انعام و اکرام اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں اور برکتوں کے وارث ہونے کے علاوہ ہدایت یافتہ ہونا بیان فرمایا ہے۔

ہاں قرآن مجید میں ایک جگہ ماتم کرنے اور رونے کا ضرور ذکر ہے۔ سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ منافقین کو مخاطب کر کے فرماتا ہے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ (توبہ ع۱۱) فرمایا۔ پس انہیں چاہیئے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں بہت۔ یہ بدلہ ہے اُن کے اُن افعال کا جن کے وہ مرتکب ہو رہے ہیں۔

اب اس آیت میں صرف ایسے لوگوں کو رونے کا حکم ہے جو بداعمال اور منافق ہوں۔ مگر آپ لوگ تو ماشاء اللہ مومن کہلاتے ہیں۔ اب اگر آپ حضرات اس آیت کے حکم کے مطابق روتے اور رُلاتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں بھی حضرت امام ہمام سید الشہداء حسین علیہ السلام سے کامل محبت ہے۔ اور اُن کے واقعۂ شہادت پر ان کی مظلومیت اور ظالموں کے جور و ستم پر گہرا افسوس ہے لیکن اُن کے غم میں حقیقی طور پر شریک ہونے کا ہمارے نزدیک ان کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ہے نہ کہ رسمی طور پر سال میں ایک دو دفعہ رو پیٹ لینا۔

اس پر پروفیسر صاحب نے جواب دینے کی بجائے سلسلۂ گفتگو ختم کر دیا۔ خاکسار نے متعدد مواقع پر اس دلیل کو پیش کیا ہے۔ لیکن کسی شخص نے آج تک اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا۔

واقعہ ملاقات قائد اعظم

غالباً ۱۹۴۴ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار نے ایام تعطیلات جو مدرسہ احمدیہ میں مدرس ہونے کی حیثیت سے ملے تھے تبلیغ کے لئے وقف کئے۔ مکرم محترم گیانی واحد حسین صاحب اور خاکسار کو نظارت دعوۃ و تبلیغ نے تبلیغی دورہ کے لئے کشمیر بھجوایا۔ ہم وہاں سری نگر میں محترم چوہدری عبدالواحد صاحب ایڈیٹر اخبار اصلاح کے دفتر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن مولوی عبدالوحد صاحب

کشمیری مبلغ اور خاکسار نے قائد اعظم سے جو اُن دنوں دریائے جہلم (جو سری نگر کے درمیان بہتا ہے) کے ایک ہاؤس بوٹ میں ٹھہرے ہوئے تھے ۔ اور مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے جگہ بہ جگہ دورے کر رہے تھے ملاقات کا پروگرام بنایا ۔ چنانچہ ہم جب اُن کی رہائش گاہ پر پہنچے تو اُن کے سیکرٹری صاحب نے ہمارے نام لکھ کر قائد اعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ قائد اعظم نے دوسرے دن دس بجے کا وقت مقرر فرمایا اس پر ہم واپس چلے آئے ۔ دوسرے دن وقتِ مقررہ پر ہم اُن کی فرودگاہ پر پہنچ گئے ۔ میں اپنے ساتھ دو کتابیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام (انگریزی) تصنیف لطیف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور اپنی نئی تالیف کتاب "موعود اقوام عالم" انہیں تحفۃً دینے کے لئے ساتھ لے گیا ۔ جب ہماری آمد کی انہیں اطلاع ہوئی تو آپ ہاؤس بوٹ کے دروازہ پر ہمارا استقبال کرنے کیلئے تشریف لائے آپ کے ساتھ آپکی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح صاحبہ بھی تھیں ۔ بڑی خندہ پیشانی سے مصافحہ کیا اور ہمیں کمرے میں لے جاکر صوفہ پر بٹھایا ۔ سب سے پہلا فقرہ جو اُن کے مُنہ سے نکلا یہ تھا ۔ "میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوا" ہم نے بھی جواباً کہا ہم بھی آپ سے مل کر بہت خوش ہوئے ہیں ۔ اس کے بعد خاکسار نے اُن کی خدمت میں تحفۃً دونوں کتابیں پیش کیں ۔ جو انہوں نے خوشی سے قبول کیں ۔ اس واقعہ کا ذکر محض انکے اخلاق کریمہ کے اظہار کے لئے کیا ہے ۔

ریل گاڑی میں سفر کا ایک عجیب واقعہ

اکتوبر ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار ملتان سے بذریعہ کوئٹہ پسنجر لاہور جا رہا تھا ۔ اوپر پھٹے پر بستر لگا کر سو گیا ۔ جب گاڑی خانیوال پہنچی تو ایک شخص جو غالباً ریلوے کا کوئی ریٹائرڈ گارڈ معلوم ہوتا تھا ہاتھ میں تھیلا لئے ہمارے ڈبہ میں آگیا ۔ آتے ہی اُس نے احمدیت کے خلاف تقریر شروع کر دی اور کہا کہ میں نے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنا یہ مشن بنا لیا ہے کہ مرزائیت کے پول کھولوں گا ۔ اور اُسے شکست خوردہ ثابت کرونگا ۔ میں ہمیشہ مرزائیوں سے دو سوال کرتا رہتا ہوں ۔ ایک تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں اور قرآن کی کسی آیت سے

یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ فوت چکے ہیں اور آئندہ زمانہ میں نازل نہیں ہونگے بلکہ میں انکی زندگی کے متعلق ایسا سوال کرتا ہوں جن کا مرزائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں بلکہ میرا سامنا کرنے سے بھی گھبراتے ہیں۔ دوسرا سوال اُن سے یہ کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کو وہ نبی مانتے ہیں اور کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا درجہ کسی اور کو بھی مل سکتا ہے میں اُنکے جواب میں یہ آیت پیش کیا کرتا ہوں۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (الحدید) یعنی تم میں سے کوئی اُس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے فتح مکّہ سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کیا اور لڑائی کی۔ یہ لوگ اُن لوگوں سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں جنہوں نے فتح مکّہ کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی۔ اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔ اِس آیت سے صاف واضح ہے کہ بڑے سے بڑا درجہ فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں کو مل چکا۔ بعد میں آنے والوں کو نہیں ملے گا۔ تو جب بعد میں آنے والے صحابہ کو بڑے سے بڑا درجہ نہیں مل سکتا تو مرزا صاحب کو اتنا بڑا درجہ کس طرح مل سکتا ہے۔

اِس پر اُس نے فخریہ انداز میں کہا کہ اوّل تو کوئی مرزائی میرے سامنے آنے کی جرأت نہیں کر سکتا اور اگر کرے بھی تو اُس کا جواب نہیں دے سکتا۔ آپ لوگ بھی میرے اِس سوال کو یاد کریں اور مرزائیوں سے پوچھیں وہ کبھی اس کا جواب نہیں دے سکیں گے اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس ڈبہ میں بھی کوئی مرزائی ہے تو میرے سامنے آکر جواب دے۔

اتفاق سے اُس وقت ڈبہ میں میرے علاوہ ایک دو اور احمدی دوست بھی موجود تھے۔ جن میں جناب مبارک اسمٰعیل صاحب مرحوم بی اے۔ بی ٹی ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر بھی تھے۔ خاکسار اپنی سیٹ پر لیٹے ہوئے اُس کی یہ باتیں سُن رہا تھا۔ جب وہ اپنا چیلنج سُنا چکا تو میں نے کہا۔ مولوی صاحب! میں احمدی ہوں اور آپ کی ہر بات کا جواب دے سکتا ہوں۔

ڈبہ میں بیٹھے ہوئے تمام لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگے۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے فخریہ انداز میں کہا کہ لوجی میرا شکار میرے قابو میں آ گیا۔ اب میں تماشا دکھاتا ہوں۔ انہوں نے کہا نیچے اتر آؤ۔ اور میرے سوالوں کا جواب دو۔ میں فوراً نیچے کود گیا۔ سب بیٹھی ہوئی سواریوں نے ہم دونوں کو آمنے سامنے بیٹھنے کے لئے جگہ دے دی۔ اب تمام لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔ بڑا کھلا اور فراخ ڈبہ تھا ۷۵ کے قریب سواریاں ہونگی۔

میں نے کہا سنئیے مولوی صاحب! سب سے پہلے میں آپ کے دوسرے اعتراض کا جواب دیتا ہوں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اَعْظَمُ دَرَجَةً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے صرف ان دو گروہوں سے تعلق رکھتا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ تک جہاد کیا۔ اور دوسرا گروہ جو فتح مکہ کے بعد اسلام لا کر جہاد میں شامل ہوا اور پہلے آنحضرت صلعم کی مخالفت کرتا رہا۔ یہ تقابل صرف انہی دو گروہوں تک محدود ہے اور قیامت تک کیلئے نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ اسے قیامت تک آنے والوں کے لئے مانیں تو پھر آپ کو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بنی اسرائیل کے متعلق جو آتا ہے کہ اِنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ میں بنی اسرائیل کو جو تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی وہ بھی قیامت تک کے لئے ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک مختص زمانہ کے لئے ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا ہے کہ اَبُوْبَكْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَبِيٌّ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صٓ اور کنز العمال جلد ۶ صٓ ۱۳۷)

کہ حضرت ابوبکرؓ اس امت کے افضل ترین فرد ہیں۔ ہاں اگر کوئی نبی ہو تو پھر وہ افضل ہوگا۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ سید الاولین والآخرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خود دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے چار درجات عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۔ (نساء ع ۹)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی پیروی کریگا تو ایسے لوگ ان لوگوں میں سے ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبیوں میں سے صدیقوں میں سے شہداء اور صالحین میں سے اور یہ کیا ہی اچھے ہیں رفاقت کے لحاظ سے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کافی ہے جاننے کے لحاظ سے۔

مَیں نے حاضرین سے کہا کہ اس اُمت میں نیک لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چار درجات دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اوّل صالحیت کا درجہ۔ اس سے بڑھ کر شہادت کا درجہ اور پھر صدیقیت کا درجہ اور پھر سب سے بڑھ کر نبوت کا درجہ۔ قرآن مجید کی ہر آیت کا مطلب نکالتے وقت یہ امر ضروری ہے کہ ایسا مطلب نہ نکالیں جو قرآن مجید کی دوسری کسی آیت سے ٹکراتا ہو اور خلاف پڑتا ہو۔

وہ کہنے لگے اچھا پھر میرے پہلے سوال کا جواب دیں۔ اور ثابت کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ تمہارے ان جوابات کا مَیں اکٹھا جواب دونگا۔ اس کے بعد خاکسار نے وفاتِ مسیح پر قرآن اور احادیث سے قریباً دس دلائل دیئے۔ درمیان میں وہ کبھی کبھی بولتا اور شور مچاتا رہا۔ لیکن وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ شخص کوئی عالم فاضل نہیں ہے بلکہ چند رٹی رٹائی باتوں کو ہی دہراتا رہتا ہے۔ اور جب مَیں نے دلائل ختم کئے تو اُس نے اپنی نوٹ بک نکالی اور بل رفعہ اللہ الیہ پیش کرتا رہا۔ اور خاکسار ساتھ ساتھ اس کی پوری وضاحت کرتا رہا۔ اتنے میں منٹگمری کا سٹیشن آگیا اور وہاں بیٹھی ہوئی سواریوں نے کہا کہ مولوی صاحب اب آپ تھک گئے ہیں آپکے دلائل بھی ختم ہو گئے ہیں آؤ اب آپ کو چائے پلائیں۔ ہم نے جو سمجھنا تھا سمجھ لیا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے ان مرزائیوں کا علاج دلائل نہیں ہیں اور یہ دلیل ماننے والے نہیں انہیں تو ختم کر دینا چاہیئے۔ مَیں نے کہا پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ نے کتنے احمدیوں کو ختم کیا ہے کہ دوسروں کو اسکی تلقین کر رہے ہیں۔ ہم خدا کے فضل وکرم سے روئے زمین پر پھیل چکے ہیں۔ اور ہر جگہ دین اسلام کی سچی خدمت کر رہے ہیں ہمارے اور آپکے درمیان یہی فرق ہے کہ ہم امن اور صلح چاہتے ہیں اور آپ باہمی جنگ وجدل اور فساد۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ دلائل کے ذریعہ تمام دنیا پر اسلام کا سکہ بٹھا دینگے اور آپ لوگ اسی طرح منہ دیکھتے رہ جائینگے۔ اس کے بعد یہ شخص اپنا تھیلا اٹھا کر گاڑی سے اُتر گیا۔

اِن کے علاوہ اور بھی کئی واقعات ہیں جنہیں میں طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں - اور کتاب میں اتنی گنجائش نہیں - مَیں اپنی تبلیغی اور دینی خدمات کی رپورٹیں گو نظارت سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان کو بھجواتا رہا ہوں لیکن اخبارات میں انہیں شائع کرانے کی کوشش نہیں کی - کیونکہ مَیں نے کبھی شہرت حاصل کر کے ثواب سے محروم رہنا پسند نہ کیا اور ہمیشہ آزیری طور پر خدمات سلسلہ بجالاتا رہا -

"برہان ہدایت" میں یہ واقعات شائع کرنا اس لئے ضروری سمجھا کہ جب مَیں دوسرے علماء کرام کو تحریک کر کے اُن کے واقعات کو افادہ عام کے لئے شائع کر رہا ہوں تو پھر مجھے اپنے واقعات بھی جو پڑھنے والوں کے لئے یقیناً مفید ہو سکتے ہیں کیوں نہ لکھوں ورنہ اندیشہ تھا کہ کہیں لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کی زد میں نہ آجاؤں - اور سچی بات تو یہ ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اعمال کا دارومدار نیتیات پر ہے -

مندرجہ بالا واقعات چونکہ میرے پاس تحریر شدہ نہیں تھے اسلئے صرف یاداشت کی بناء پر ان کی کڑیاں آپس میں ملائی گئی ہیں - ہوسکتا ہے کہ کسی بات میں کچھ کمی رہ گئی ہو یا کچھ زیادتی ہوئی ہو تو اُس کے لئے مَیں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اے ارحم الراحمین خدا! لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا الٰہی ہمیں ہماری بھول چوک پر گرفت نہ فرمائیو وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ہمیں معاف فرما ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما - اللّٰھم آمین

جو کچھ مندرجہ بالا واقعات کی بناء پر لکھا گیا ہے اپنی کارکردگی دکھانے یا علمی تفوّق یا اپنی بڑائی کے اظہار یا کسی کی تحقیر کے لئے نہیں ہے مقصد صرف اتنا ہے کہ ع

اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

واللہ علیٰ ما نقول وکیل - فالحمد للہ اوّلاً و آخراً　　۳۱ ۱۰/۶۶

دلچسپ حالات اور مفید واقعات

از

مکرّم و محترم مولانا محمد صادق صاحب فاضل سابق مبلّغ سماٹرا

اپنے مختصر حالات

میرا نام محمد صادق ہے۔ میرے والد مرحوم کا نام برکت اللہ تھا۔ مَیں چغتائی خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ آباؤ اجداد چنیوٹ کے رہنے والے تھے۔ مگر میری پیدائش سے پہلے کُنجاہ ضلع گجرات میں منتقل ہو گئے۔ میری پیدائش ۱۹۰۸ء میں کُنجاہ میں ہی ہوئی۔

میرے والد صاحب مرحوم غالباً ۱۹۱۴ء میں احمدیت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں مَیں نے مولانا امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ ساکن گولیکی سے پڑھنا شروع کیا۔ اور کچھ عربی وغیرہ کی تحصیل کے بعد ۱۹۲۲ء میں والد مکرم نے مجھے قادیان مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے بھیج دیا۔ ۱۹۲۸ء میں مولوی فاضل پاس کیا۔ اُسی سال جامعہ احمدیہ کا افتتاح ہوا۔ اور مبلّغین کلاس میں داخلہ لیا۔ ۸ر نومبر ۱۹۳۰ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت مولانا رحمت علی صاحب مرحوم کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لئے روانہ سماٹرا ہوا۔

پانچ سال تک پیغام حق پہنچا کر ۲۳ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو قادیان دارالامان واپس آیا۔ پھر ۲۳ر مارچ ۱۹۳۸ء کو دوبارہ مع اہل و عیال روانہ سماٹرا ہوا۔

اس کے بعد سماٹرا میں انقلاب آیا۔ ڈلندیزی حکومت ختم ہو کر ۶ر مارچ ۱۹۴۲ء کو اُس کی جگہ جاپانی حکومت قائم ہوئی۔ وہ بھی ۱۴ر اگست ۱۹۴۵ء میں تباہ ہوئی۔ اور ۲۹ر اپریل ۱۹۴۶ء کو مَیں دوبارہ بخیر و عافیت قادیان دارالامان پہنچا۔

اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا۔ قادیان شریف سے ہجرت کی۔ ربوہ شریف آباد ہوا اور ۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو ربوہ سے سنگاپور روانہ ہوا۔

واضح رہے کہ خاکسار ہی وہ مبلّغ ہے جو ربوہ سے سب سے پہلے بیرونِ ملک روانہ ہوا۔ اور سب سے آخری مبلّغ ہے جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اسٹیشن پر تشریف لا کر الوداع کہا۔

۸ر مارچ ۱۹۵۸ء کو خاکسار سنگاپور سے ربوہ پہنچا اور پھر ابتداء دسمبر ۱۹۵۸ء کو سنگاپور اور ملایا بھیجا گیا۔ ۱۷ر اگست ۱۹۶۲ء کو خاکسار ربوہ واپس آگیا۔ وسط ۱۹۵۶ء میں میرے والد ماجد وفات پا گئے اور ریاست بہاولپور میں مدفون ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو پورے ۲۵ سال تک بیرونی ممالک میں خدمتِ اسلام کا موقعہ عطا فرمایا۔ فالحمد للہ اوّلاً و آخراً

۱۹۶۳ء میں جنوری سے لیکر نومبر تک کراچی میں رہا۔ پھر نومبر سے لیکر اپریل ۱۹۶۴ء تک ملتان میں۔ ۲ر مئی ۱۹۶۴ء کو ملتان سے کوئٹہ روانہ ہوا۔ وہاں چھ ماہ گذارنے کے بعد نومبر ۱۹۶۴ء واپس ربوہ آگیا۔ ۲۵ر اگست ۱۹۶۴ء کو کوئٹہ میں میری والدہ مکرّمہ وفات پا گئیں اور وہیں مدفون ہیں۔ ۲۲ر مارچ ۱۹۶۵ء کو خاکسار انچارج صیغہ زود نویسی مقرر ہوا۔ اور اب تک یہی کام کر رہا ہے۔

۲۵ سال کے لمبے عرصہ میں سینکڑوں دفعہ نہیں ہزاروں دفعہ علماء سے مختلف مسائل کے متعلق تبادلہ خیالات ہوا۔ عیسائیوں سے گفتگوئیں ہوئیں۔ دہریوں اور دیگر لوگوں سے بات چیت ہوئی۔ کئی دُعائیں اللہ تعالےٰ کی جناب میں کیں اور سُنی گئیں۔ کئی نشانات ربّانی ظاہر ہوئے۔ ان سب کو ضبط تحریر میں لانا آسان کام نہیں۔ لیکن مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشّر کے ارشاد کے مطابق اُن میں چند ایمان افروز واقعات درج کر دیتا ہوں اور وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ شاید کوئی پیاسی رُوح اپنی پیاس بُجھا سکے۔ وباللہ التوفیق۔

عیسائی پادری حیران رہ گیا

ایک دفعہ میں ایک Seventh day Adventist گرجے میں گیا۔ وہاں ایک بڑے پادری کا لیکچر تھا۔ میرے ساتھ دو غیر احمدی دوست تھے جب ہم گرجا میں داخل ہوئے اور آخری صف میں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

تو اس پادری نے اپنے لیکچر کا رُخ بدل دیا - اور اسلام پر تنقید اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر اعتراض کرنے لگا - کہنے لگا ایک سے زائد بیویاں کرنا نبی کے لئے جائز نہیں بلکہ زنا کے مترادف ہے - میرے دوستوں نے اشارہ کیا کہ اُٹھو اور جواب دو - میں نے کہا لیکچر ختم ہو جائے تو بات کرونگا -

لیکچر ختم ہونے پر میں نے اجازت لی - اور کہا کہ پادری صاحب کا یہ کہنا کہ نبی ایک سے زائد بیویاں نہیں رکھ سکتا - خود بائیبل کے خلاف ہے - کیونکہ بعض انبیاء نے ایک سے زائد بیویاں رکھیں -

پادری صاحب کہنے لگے - وہ کون کون سا نبی ہے ؟

مَیں نے کہا - نبی ابراہیم اور نبی داؤد علیہم السلام نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھیں - آپ کے بائیبل میں ایسا ہی لکھا ہے -

پادری صاحب نے میرے قریب آ کر میرے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو جائیں گے تلاش کرتے کرتے لیکن آپ کو بائیبل سے یہ نہ مل سکیگا کہ داؤد اور ابراہیم نبی ہیں -

مَیں نے بائیبل ہاتھ میں لیا اور اُسی وقت اعمال الرسل [1] سے حضرت داؤد علیہ السلام اور پیدائش [2] سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نبی ہونا دکھلا دیا - اس پر وہ پادری حیران رہ گیا - اور موجود عیسائی مردوں میں سے بعض نے علی الاعلان کہا کہ ہم مانتے ہیں کہ نبی ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے - غرض اس گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ ان دو غیر احمدی دوستوں نے بیعت کر کے احمدیت کو قبول کر لیا -

ایک عیسائی مسلمان

ایک دفعہ میں چند عیسائیوں سے گفتگو کر رہا تھا - تو ایک نوجوان عیسائی مسمّٰی برہان آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ عیسائیت

---

[1] اعمال الرسل فصل ۲ آیت ۳۰ [2] استثنا فصل ۲۰ آیت ۷ -

کے سوا کسی اور مذاہب میں حقیقی خوشی اور سچا اطمینان حاصل ہونا ناممکن ہے - میں پہلے مسلمان تھا آخر عیسائی ہو گیا ہوں -

مَیں نے اُسے کہا - برہان وہ کونسی خوبی ہے جو عیسائیت میں ہے لیکن اسلام میں نہیں ہے - جس کی وجہ سے تم نے اسلام کو چھوڑا اور عیسائی بن گئے - کہنے لگا - مَیں یہاں نہیں بتانا چاہتا - مَیں آپ کے گھر میں آکر بتاؤں گا - مَیں نے کہا - کب آؤ گے ؟ کہنے لگا - آج ہی عصر کے بعد - دوسرے عیسائیوں نے اُسے منع کیا - لیکن اُس نے مجھ سے پختہ وعدہ کیا کہ وہ ضرور آئیگا -

چنانچہ وہ آیا اور اس نے بتایا کہ اس کی ماں مسلمان ہے لیکن باپ چینی غیر مسلم ہے - اس لئے لوگ اُسے حرامزادہ کہتے تھے (واقعہ لمبا ہے مختصر کرتا ہوں) اس کی وجہ سے اُسے بڑا دُکھ ہوتا تھا - شکایت کرنے پر مسلمان علماء نے کہا کہ اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے - آخر ایک دن وہ گرجے میں پہنچا - تو پادری سے اُس نے سوال کیا کہ حرامزادوں کے لئے بھی عیسائیت میں اطمینان حاصل کرنے کا کوئی راستہ ہے - پادری نے جواب دیا کہ ہاں ! جو شخص یسوع مسیح پر ایمان لے آئے وہ پاک ہوجاتا ہے اور اس میں اور دوسروں میں کوئی امتیاز نہیں رہتا - یہ بیان کرکے کہنے لگا پھر مَیں نے گرجے میں باقاعدہ آنا شروع کیا اور عیسائی بن گیا -

یہ ساری باتیں سُنکر مَیں نے اُسے کہا کہ کیا تم نے سارا بائیبل پڑھا ہے ؟ کہنے لگا - نہیں ! مَیں نے کہا - اسی لئے تم عیسائی بھی بن گئے - اگر تم بائیبل کو پڑھ لیتے تو تم کبھی عیسائی نہ بن سکتے تھے اور پادری صاحب نے تمہیں دھوکا دیا ہے -

حیران ہو کر کہنے لگا - کیوں ؟ مَیں نے کہا - بائیبل کی کتاب استثناء کی فصل ۲۳ آیت ۳ میں لکھا ہے کہ حرامزادہ دسویں پشت تک پاک نہیں ہوسکتا اور نہ وہ خدا کی جماعت میں داخل ہوسکتا ہے - اس کے ساتھ ہی مَیں نے بائیبل سے وہ حوالہ نکال کر اُسے دکھا دیا

دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا - اور بائیبل بغل میں دبائے ، اپنے پادری کے پاس گیا - اور وہ حوالہ اسے دکھا کر کہنے لگا - ذرا مجھے سمجھائیے کہ بائیبل کیا کہتی ہے -

پادری صاحب بولے - کیا مَیں نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ محمد صادق سے تعلق نہ رکھو - اور یہ کہتے ہوئے اُس نے بُرہان کو گرجے سے نکل جانے کا حکم دے دیا -

بُرہان پھر میرے پاس آیا - اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا - فالحمدللہ

دہریوں کو ایمان نصیب ہوا

بڑا لمبا واقعہ ہے مختصر کر کے لکھتا ہوں کہ ایک دفعہ مجھے ایک مسلمان سے (جو دراصل دہریہ تھا) ملنے کا موقعہ ملا - اُس نے کہا - مَیں علماء سے بہت ڈرتا ہوں - کیونکہ جب اُن کے سامنے کوئی سوال پیش کیا جائے تو وہ بجائے تسلی بخش جواب دینے کے فوراً کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں - مَیں نے اُسے کہا کہ مَیں اُن علماء میں سے نہیں ہوں جو کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں - مَیں آپ کے سوالات کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں فتویٰ ہرگز نہ لگاؤں گا - تو اس نے کہا - مجھے کوئی ایسی دلیل دیں جس سے ثابت ہو کہ خدا تعالیٰ واقعی موجود ہے - مَیں اور میرے گیارہ اَور ساتھی دراصل خدا پر ایمان نہیں رکھتے - دلیل ہو تو مان لیں گے - مَیں نے اُسے نرمی اور محبت سے سمجھایا - حتیٰ کہ خدا تعالیٰ نے اُسے انشراح بخشا - اور کہنے لگا مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے - آپ کے دلائل واضح بھی ہیں اور مضبوط بھی ہیں - مَیں چاہتا ہوں کہ کوئی دن مقرر کریں - بہتر ہو گا ہفتہ اور اتوار کی رات ہو - تاکہ ہم سب آپ سے سیر کن تبادلہ خیالات کر سکیں - رات مقررہ پر وہ سارے میرے گھر آ گئے عشاء سے پو پھٹنے تک گفتگو ہوتی رہی اور خدا تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اُن میں سے ۱۱ کس نے صبح کی نماز میرے ساتھ ادا کی اور پھر مخلص احمدی مسلمان بن گئے - فالحمدللہ علیٰ ذالک

پادری بھاگ نکلا

ایک دفعہ ایک (Menado) مناڈو قوم کا عیسائی پادری ہمارے دارالتبلیغ میں آیا - اور ہمیں تبلیغ کرنے لگا - کہنے لگا

مَیں گونگا تھا۔ یسوع مسیح نے میری زبان کھولی۔ اور اب رُوح القدس میرے ساتھ ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ عیسائی مذہب سچّا ہے۔ دوسرا کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مَیں نے کہا۔ کیا آپ نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے؟ کہنے لگا۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ مَیں نے کہا۔ ضروری ہے ورنہ آپ عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ کہنے لگا۔ میرے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ اس پر اُسی وقت شرائط مباحثہ۔ موضوع مناظرہ اور وقت کا فیصلہ ہو گیا۔ مباحثہ "الوہیت مسیح" کے متعلق تھا۔

جب مباحثہ ہُوا۔ تو بڑا حیران و پریشان ہُوا۔ اور مبہوت ہو کر کہنے لگا:—

"یہ شخص (خاکسار محمد صادق) جنّوں پر قابض ہے۔ اور اُنہی کے ذریعہ اس نے میری زبان بند کر دی ہے۔"

ساری مجلس پر سناٹا چھا گیا۔ اور پادری جان چھڑا کر مجلس سے بھاگ گیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوقًا۔

ایک عالم سے گفتگو

ایک دفعہ مجھے اچانک ایک جگہ بلایا گیا۔ معلوم نہ تھا کہ کسی عالم سے گفتگو ہو گی۔ جب مَیں وہاں پہنچا۔ تو ایک عرب شیخ بیٹھے تھے۔ اُن کے ساتھ چند اور دوست بھی تھے۔ گفتگو شروع ہوئی تو کہنے لگے۔ کیا تم مانتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں۔

مَیں نے کہا۔ ہاں! مَیں ایمان لاتا ہوں کہ صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم النّبیّین ہیں۔ اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

کہنے لگا۔ خاتم کے کیا معنے ہیں؟

مَیں نے کہا۔ آپ عرب ہیں۔ خوب جانتے ہیں۔ پوچھنے کا کیا مطلب؟

کہنے لگا۔ ہم تو خاتِم کے معنے "ختم کرنے والا" "بند کرنیوالا" جانتے ہیں۔

مَیں نے کہا۔ پھر خاتم النّبیین کے کیا معنے ہوئے؟

کہنے لگا۔ سب انبیاء کو "ختم کرنے والا" سب کو "بند کرنے والا"

مَیں نے کہا۔ آپ مانتے ہیں کہ تمام انبیاء وفات پاکر ختم ہو چکے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے وہ تو ختم نہ کئے جا سکے اور نہ بند کئے جا سکے۔ کیونکہ آپ کے عقیدہ کے مطابق وہ آئندہ زمانہ میں نازل ہونگے۔ پھر خاتم النبیین بننے کا کیا فائدہ؟

کہنے لگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام نبیوں کو بند کرنے والا۔ آئندہ کوئی نیا نبی نہ آئیگا۔

مَیں نے کہا۔ یہ بھی مطلب غلط ہے۔ کیونکہ نبی بھیجنا یا نبی بھیجنے بند کر دینا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا۔

کہنے لگا۔ اس کے معنے ہیں "آخری نبی" ۔ مَیں نے کہا۔ آپ کے کہنے کے مطابق آخری نبی تو عیسیٰ علیہ السلام ہونگے۔ کیونکہ آخری زمانہ میں وہ آئے گا۔

کہنے لگا۔ خاتم النبیین کے معنے ہیں "آخر میں بننے والا نبی"

مَیں نے کہا۔ اپنے خیال کو ثابت کرنے کے لئے آپ کو کتنی تاویلیں کرنی پڑی ہیں۔ اور وہ بھی غلط۔ عربی محاورہ میں خاتم النبیین کے معنی ہیں۔ "سب انبیاء سے افضل نبی" اس محاورہ کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ لیکن آپ کے معنے صحیح ثابت کرنے کے لئے ایک بھی مثال موجود نہیں۔ نفس کی پیروی نہ کریں۔ تا ہدایت پائیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

پادریوں سے مباحثہ

دسمبر ۱۹۵۸ء میں مجھے پھر سنگاپور بھیجا گیا۔ وہاں میتھوڈسٹ عیسائی فرقہ کا زور ہے۔ ۱۹۶۰ء کے وسط میں مجھے معلوم ہُوا کہ (Geylang) گیلانگ کے علاقہ میں عیسائی پادری ہر تیسرے روز بعد از مغرب لیکچر دیتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مَیں نے اپنے ایک دوست مسمّٰی شہاب الدین کو کہا کہ آج تم پادری صاحب کے لیکچر میں ضرور جانا۔ اور لیکچر کے بعد اُن سے پوچھنا کہ کیا آپ سچے عیسائی ہیں اور آپ کے دل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سچا ایمان ہے؟ اگر وہ کہے کہ ہاں! تو اُسے انجیل مرقس فصل ۱۶ آیت ۱۷-۱۸ دکھانا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول درج ہے کہ جو لوگ مجھ پر ایمان لاتے ہیں وہ

جنوں کو نکالیں گے۔ زہر پئیں گے تو اُن پر اثر نہ ہوگا۔ جس مریض پر ہاتھ رکھیں گے وہ شفایاب ہوگا پھر ان سے پوچھنا کہ کیا یہ نشانات تم میں پائے جاتے ہیں؟

چنانچہ ہمارا دوست پادری صاحب کے لیکچر میں حاضر ہوا۔ اور لیکچر ختم ہونے کے بعد اُس نے سب لوگوں کی موجودگی میں پادری صاحب سے مذکورہ بالا سوال کر دیا۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ پادری صاحب اس سوال کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔ اس گفتگو کا غیر از جماعت دوستوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اُسی وقت ہمارے دوست نے پادری صاحب سے کہا۔ کہ کیا آپ ہم سے مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پادری نے کہا کہ ہاں! ہم تیار ہیں۔

اس پر میں نے پادری صاحب سے خط و کتابت کی۔ مباحثہ کی شرائط طے ہوئیں۔ اور ۲۴-۲۵ ستمبر ۱۹۶۰ء کی دو راتوں میں دو موضوع پر مباحثہ ہوا۔ پہلی رات دو سو آدمی مدعو تھا۔ اور موضوع زیر بحث یہ تھا۔ "کیا یسوع واقعی خدا ہے" اور دوسری رات تین سو کس کی حاضری تھی۔ اور بحث کا موضوع تھا۔ "کیا یسوع واقعی بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوا۔" بفضلہ تعالیٰ! اس مباحثہ کا اثر نہایت ہی اچھا ہوا۔ حتّٰی کہ ایک معزز غیر احمدی عرب مسمّی الشیخ علوی بن الشیخ الہادی نے اخبارات میں شائع کرایا۔ کہ میری عمر اس وقت قریباً ستر سال کی ہے۔ میری زندگی میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ عیسائیوں کا مقابلہ خود ان کی کتاب بائیبل کے دلائل کے ساتھ کیا گیا۔ اہل اسلام کی طرف سے مولوی محمد صادق صاحب مبلغ جماعت احمدیہ پیش ہوئے۔ اور عیسائیوں کی طرف سے مسٹر میتھو فینلے صاحب Mr. Mathew Finlay اور دو اور پادری تھے۔ اور اس مباحثہ کے صدر شہزادہ اسماعیل بن عبدالرحمٰن صاحب سکنہ ریاست جوہور تھے۔

باوجودیکہ یہ معاہدہ تھا کہ یہ مباحثہ شائع کیا جائیگا مگر مباحثہ کے بعد دوسرے دن ہی Mr. Mathew Finlay نے پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سنگاپور برادرم عبدالمجید ساکین سے کہا کہ یہ مباحثہ شائع نہ کیا جائے۔

ایک تبلیغی سفر

سنہ ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے کہ اچیہ (Achch) کے علاقہ میں واقع ایک گاؤں لہوسوکن Lhoesukun کے چند دوستوں نے بیعت کی اور مجھے لکھا کہ ہمارے گاؤں میں تبلیغ کا اچھا موقعہ ہے۔ آپ آئیں تاکہ تبلیغ کی جائے۔ میں وہاں پہنچ گیا۔ لیکن دوسرے دن ہی مجھے وہاں کے راجا صاحب نے وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ گو میں سمجھتا تھا کہ یہ حکم ظالمانہ ہے اور بالکل ناجائز تاہم میں نے وہاں سے روانہ ہو جانا ہی مناسب سمجھا۔

جب میں گھر سے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ تو ہمارے بعض مخالفین نے ہنسی کی اور مذاق اڑایا۔ اس وقت میں نے اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ احمدی دوستوں سے کہا کہ میں انشاءاللہ پھر یہاں آؤنگا۔

میں اپنے ہیڈکوارٹر شہر کوتا راجا (Kota Raja) میں پہنچا اور دوسرے ہی دن اچیہ کے ڈچ گورنر (VAN-AKIN) وان آکن سے ملنے چلا گیا۔ ملاقات میں میں نے سارے حالات بیان کئے اور درخواست کی کہ مجھے لہوسوکن دوبارہ جانے اور پھر وہاں دو چار دن تک رہنے کا موقعہ دیا جائے۔ گورنر صاحب نے میری درخواست کو منظور کیا۔ اور پوچھا کہ آپ کب وہاں جائیں گے؟ اور گاڑی سے جائینگے یا بس سے۔ اور کتنے دن وہاں ٹھہریں گے۔ میں نے کہا کہ میں کل ہی چلا جاؤنگا۔ اور ٹرین سے جاؤنگا اور دو چار روز وہاں رہونگا۔ گورنر صاحب کہنے لگے میں اس لئے پوچھتا ہوں کہ آپ کی حفاظت کی جائے اور آپ کے ساتھ C.I.D کے دو تین آدمی بھجوائے جائیں۔ میں ابھی وہاں کے ڈچ کنٹرولر کو فون بھی کر دیتا ہوں کہ وہ تمہارا خیال رکھے۔ تم وہاں پہنچکر سب سے پہلے اس کے پاس رپورٹ کرنا۔ چنانچہ میرے سامنے ہی انہوں نے کنٹرولر کو فون کر دیا۔ اس پر میں واپس آگیا اور گھر آکر ضروری سامان تیار کیا۔ اور صبح سویرے گھر سے روانہ لہوسوکن ہو گیا۔ اسٹیشن پر پہنچکر میں نے بکنگ آفس سے پوچھا کہ لہوسوکن تک کرایہ کتنا ہے۔ اس نے رقم بتائی۔ میں نے اپنی رقم شمار کی۔ تو

معلوم ہوا ایک پیسہ کم ہے ۔ اس خیال سے کہ کسی کو علم نہ ہو کہ احمدی مبلغ کے پاس پورا کرایہ بھی نہیں ۔ مَیں نے کلرک سے پھر پوچھا کہ ہوسوکن سے ورلے اسٹیشن تک کا کرایہ کیا ہے ؟ اُس نے بتایا کہ دس پیسے کم ہیں ۔ مَیں نے رقم ادا کی اور ٹکٹ خرید لیا ۔ شکر کیا کہ ۹ پیسے بچ گئے جس سے کچھ کھانے کے لئے کھانا خرید ا جا سکیگا ۔ اتنے میں C.I.D کا ایک آدمی آگے بڑھا اور کہنے لگا ۔ آپ تو ہوسوکن جا رہے تھے ۔ آپ نے ورلے اسٹیشن کا ٹکٹ کیوں لیا ہے ۔ ہم آپکی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتے ۔ مَیں خاموش رہا اور اپنے رب سے دُعا کرنے لگا کہ اے اللہ ! درحقیقت تُو ہی ذمہ دار ہے تو ہی میرا حافظ و ناصر ہے ۔ بھلا انسان کی کیا طاقت کہ وہ کسی کا ذمہ دار بن سکے اور کسی کی حفاظت کر سکے ۔ آخر گاڑی اس اسٹیشن پر پہنچی جہاں کا ٹکٹ تھا مَیں گاڑی سے اُترا ہی تھا کہ اُسی راجا کے دو سپاہی میرے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ کو راجا صاحب نے اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا ہے ۔ میرا ماتھا ٹھنکا مگر مَیں اُن کے ساتھ ہو لیا ۔ اور ساتھ ساتھ دعا کرتا گیا کہ اے میرے مولیٰ ! مَیں اسوقت بے بس اور بے کس ہوں ۔ تیرے سوا میرا کوئی نہیں ۔ مَیں تیرے ہی آستانہ پر جھکتا ہوں اور تیری ہی مدد کا طالب ہوں ۔ واضح ہو کہ یہ وہی راجا تھا جس نے مجھے ہوسوکن سے نکلنے کا حکم دیا تھا ۔ اس لئے اُس نے یہ خیال کیا کہ مَیں اُسے چڑانے کے لئے وہاں اُترا ہوں ۔ ان راجوں کے لئے کسی کو قتل کروا دینا بالکل معمولی بات تھی ۔ چونکہ راجا صاحب کے پاس اس وقت کوئی اور آدمی بیٹھا تھا اس لئے پولیس نے مجھے ویٹنگ روم میں بٹھا دیا ۔ اور کہا ذرا ٹھہرو ۔ وہ آدمی باہر آجائے تو پھر تمہیں حاضر کیا جائیگا ۔ میں ابھی ویٹنگ روم میں بیٹھا تھا کہ ایک دوسرے علاقہ کے راجہ صاحب بمع اپنی رانی کے آگئے ۔ میرے لئے گویا فرشتۂ رحمت آپہنچا کیونکہ میں انہیں پہلے تبلیغ کر چکا تھا اور وہ مجھ سے بے تکلف ہو چکے تھے ۔ آتے ہی مجھے دیکھکر السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا اور پوچھا کہ آپ یہاں کیسے آگئے ؟ مَیں نے بالاختصار انہیں بتایا کہ مَیں دراصل ہوسوکن جانا چاہتا ہوں ۔ کسی مجبوری سے یہاں اُترا ہوں اور یہاں کے راجا نے مجھے بُلا لیا ہے ۔ وہ کہنے لگے ۔ مَیں بھی ہوسوکن کی طرف جا رہا ہوں آپ میرے ساتھ میری کار میں بیٹھکر ہوسوکن تک چلے چلیں ۔

مَیں نے کہا - بہت اچھا - پھر وہ اندر راجا کے پاس گئے - اور چند منٹ کے بعد باہر آکر مجھے کہنے لگے کہ "آئیے میرے ساتھ کار میں بیٹھ جائیے - اور چلیں -" مَیں نے کہا - ابھی اِن راجا صاحب سے ملنا ہے -" پولیس نے بھی کہا - کہ انہیں راجا صاحب کے پاس حاضر ہونا ضروری ہے -" راجا صاحب نے کہا -" مَیں نے اِن راجا صاحب سے مولوی محمد صادق صاحب کے متعلق بات کرلی ہے اب انہیں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں -" چنانچہ پولیس نے اندر جا کر راجا صاحب سے پوچھا اور باہر آکر مجھے جانے کی اجازت دیدی -

مَیں دوسرے راجہ صاحب کی کار میں سوار ہو کر مغرب سے کچھ پہلے ہوسوکن پہنچ گیا - اُسی وقت بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک راجا صاحب نے مجھے یہاں سے نکل جانے کا حکم دیا تو دوسرے راجا صاحب مجھے خود اپنی کار میں بٹھا کر پھر ہوسوکن لے آئے - فالحمد للہ علیٰ ذالک

دوسرے راجا صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ راجا صاحب آپ سے بہت ناراض تھے مگر مَیں نے انہیں سمجھایا اور اُن کے غصّے کو ٹھنڈا کر دیا ہے - اور انہیں بتایا ہے کہ مولوی محمد صادق صاحب کسی کو چڑانے والے نہیں اور نہ ہی وہ اسلام کے مخالف ہیں بلکہ اسلام کے مبلّغ ہیں - اور عیسائیوں اور دیگر مذاہب کا مقابلہ کرتے ہیں - اس طرح ایک پیسہ کم کر کے اللہ تعالےٰ نے مجھے بھوک سے بچا لیا - کیونکہ نو پیسے میرے کھانے کے کام آئے - دوسرا فضل اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ مجھے عام گاڑی کے مسافروں کی طرح نہیں بلکہ خاص مسافر کی طرح جو کار میں سفر کرتا ہے ہوسوکن تک پہنچایا - پھر دوسرے راجہ صاحب کو عین موقعہ پر بھیجدیا جو میرے لئے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے اور میری جان بچ گئی - اور مزید اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ راجہ صاحب کے بہت سے شکوک کا ازالہ فرما دیا - یہ محض میرے رحیم و کریم مولیٰ کا فضل و کرم ہے - فالحمد للہ اوّلاً و آخراً -

میرے قتل کا حکم اور خدائی تائید

۶ر مارچ ۱۹۴۲ء تک جاپان سارے انڈونیشیا پر مسلط ہو چکا تھا - اور اپنی من مانی کارروائیاں کرنے لگا تھا کسی کے متعلق کوئی شکایت پہنچے تو اس کی موت کا یہی بہانہ بن جاتی - کوئی تفتیش ہوتی نہ تحقیقات فیصلہ سنا دیا جاتا بلکہ عموماً اُسے سُنانا بھی ضروری نہ سمجھا جاتا فوراً اُسے

نافذ ہی کر دیا جاتا - میرے متعلق بھی جاپانی حکومت نے قتل کا فیصلہ کیا - اطلاع دینے والے نے بتایا کہ میرے متعلق دو شکایات بھیجی ہیں - (۱) یہ کہ جماعت احمدیہ انگریزی حکومت کی مداح ہے - (۲) تمام علماء اسلام سماٹرہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جاپان کی انگریزوں اور امریکہ سے یہ جنگ "جہاد فی سبیل اللہ" ہے - مگر میں نے ایسا فتویٰ دینے سے انکار کیا ہے - بلکہ اس کے خلاف ایک مضمون لکھا ہے -

اطلاع دینے والے نے مجھ سے اور جنرل سیکرٹری صاحب طاہر سوتن مہاراجو سے یہ پختہ عہد لیا کہ یہ بات کسی کو نہ بتائی جائیگی - چنانچہ ہم بالکل خاموش رہے - البتہ میں نے جماعت پاڈنگ کو تحریک کی کہ نماز تہجد کی ادائیگی کا التزام کیا جائے اور دُعا کی جائے - کسی کو کوئی خواب یا کشف یا کوئی نظارہ نظر آئے تو مجھے بتایا جائے - اس تحریک کے بعد میں خود ہمہ تن دُعا بن گیا - اور ہر آن اپنے حقیقی مولا پر نظر تھی -

مجھے خوب یاد ہے کہ چوتھی رات تہجد کی نماز کے بعد فجر سے پہلے میں ذرا لیٹا تو ایک دیوار پر مجھے موٹے حروف میں لکھا ہوا دکھائی دیا کہ "دانی ایل نبی کی کتاب کی پانچویں فصل پڑھو" اذان ہوئی - نماز فجر کے لئے اُٹھا - دوستوں کو جو حاضر تھے اپنی خواب سے مطلع کیا - دانی ایل نبی کی کتاب کی پانچویں فصل دیکھی - اس میں کیا تھا؟ لکھا تھا کہ

"بخت نصر کے بعد اس کا بیٹا بلشضر (Belshazzar) بادشاہ ہوا - یہ بت پرست تھا اور ظالم بھی - اُس نے خواب میں دیکھا کہ کسی آدمی کے ہاتھ کی انگلیاں ظاہر ہوئیں - اور انہوں نے شمع دان کے مقابل بادشاہی محل کی دیوار کے گچ پر لکھا - اور بادشاہ نے ہاتھ کا وہ سرا جو لکھتا تھا دیکھا - تب بادشاہ کا چہرہ متغیر ہوا - اور اس کے اندیشوں نے اسے گھبرایا - ... اور ... بادشاہ نے بڑی آواز سے چلّا کر فرمایا - کہ نجومیوں - کسدیوں اور فالگیروں کو حاضر کرو - بادشاہ نے بابل کے

حکماء کو یہ کہہ کر فرمایا - کہ جو کوئی اس لکھے کو پڑھے اور اس کا مضمون مجھ سے بیان کرے - سوار غوانی خلعت پائے گا - اور اُس کی گردن میں سونے کی زنجیر ڈالی جائے گی - اور وہ مملکت میں تیسرے درجہ کا حاکم ہوگا -

تب بادشاہ کے سارے حکماء حاضر ہوئے - پر اس لکھے کو نہ پڑھ سکے - اور نہ بادشاہ پر اس کا مضمون ظاہر کر سکے - آخر دانی ایل بادشاہ کے حضور حاضر کیا گیا - اور اس نے کہا - اے بادشاہ! اس (قادر خدا) کی طرف سے اس ہاتھ کا سرا بھیجا گیا - اور یہ نوشتہ لکھا گیا - اور وہ نوشتہ جو لکھا گیا سو یہ ہے :- منے منے - تقیل - اوفریسین - اور لفظ منے کے یہ معنے ہیں - کہ خدا نے تیری مملکت کا حساب کیا اور اسے تمام کر ڈالا - تقیل کے یہ معنے ہیں کہ تو ترازو میں تولا گیا - اور کم نکلا - اور فریس کے یہ معنے ہیں کہ تیری سلطنت منقسم ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دی گئی - جس دن نبی دانی ایل نے یہ تعبیر بتائی اُسی دن بلشضر قتل ہوا اور دارا مادی نے باسٹھ برس کی عمر میں مملکت لے لی -

یہ مضمون ہے جو دانی ایل کی پانچویں فصل میں ہے - اس سے بالوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ جاپانی حکومت کا بھی وہی حشر ہوگا جو بلشضر حکومت کا ہوا میرا یہ خواب اپریل ۱۹۴۵ء کے آخر یا مئی کے ابتداء کا ہے - اور اس وقت کئی سکھ اور ہندو دوستوں کو بھی یہ خواب سُنا دیا گیا تھا -

چنانچہ اُسی سال ۱۴ ماہ اگست کو ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم برسائے گئے اور جاپانی حکومت کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا گیا -

انہی دنوں جاپانی حکومت کے کاغذات میں سے ایک خط نکلا جس میں ۲۳/۲۴ اگست ۱۹۴۵ء کی رات ۱۵۰۰ آدمیوں کے قتل کا فیصلہ درج تھا - اور

سرفہرست خاکسار کا نام تھا۔

گویا اس فیصلہ کے نافذ ہونے میں صرف دس دن باقی تھے کہ خدائے قادر و قیوم نے جو اپنے عاجز و بے کس بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے جاپانی حکومت کو تباہ کر دیا۔ اور قبل اس کے کہ خدا کے اس عاجز بندے پر ہاتھ ڈالے ان کے ہاتھوں بلکہ تمام قویٰ کو شل کر کے رکھ دیا۔ فالحمد للہ فی الاولیٰ والاٰخرۃ ان فی ذالک لعبرۃ لمن یخشیٰ۔

خوب یاد رکھیئے کہ یہ جو کچھ ہوا وہ میری کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ جو کچھ ہوا وہ حضرت مسیح الزمان مہدیٔ دوران مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے اظہار کے لئے بطور نشان آسمانی ظاہر ہوا۔ کیونکہ اسی پیارے کی پیروی کی وجہ سے مجرم گردانا جا رہا تھا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

خاکسار محمد صادق احمدی سماٹری

الہامی شعر

قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

(مسیح موعود)

(منقول از اخبار بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۶ء)
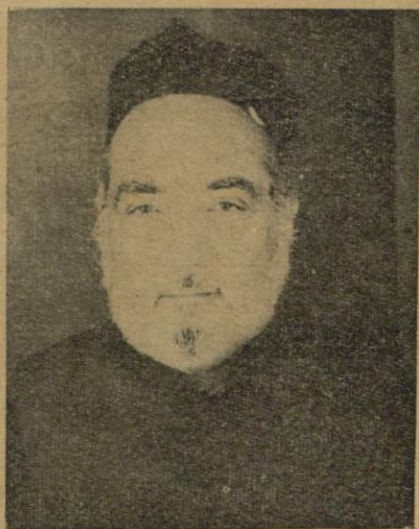
حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب
بقا پوری رض
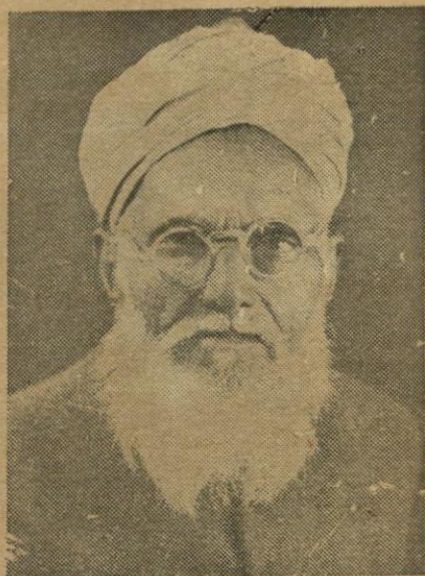
واقعات از صفحہ ۹۹

جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ
یورپین مبلغ اسلام گی آنا

واقعات از صفحہ ۲۳۰

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب
سنوری مصنف ''تجلی قدرت''

واقعات از صفحہ ۲۶۵

الحاج جناب مولانا عبدالکریم صاحب
آف کراچی
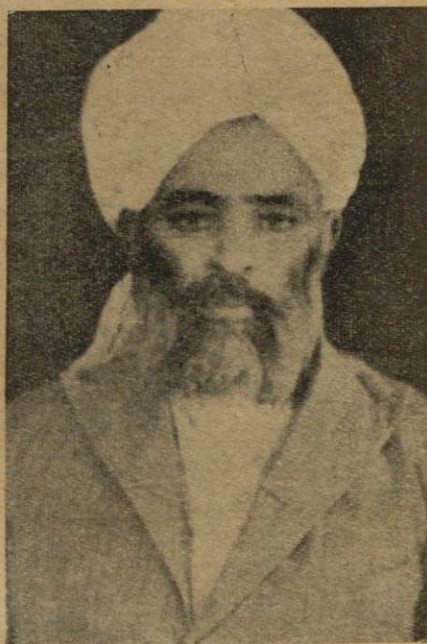
واقعات از صفحہ ۳۰۵

مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ بلادِ عربیہ و انگلستان

واقعات از صفحہ ۱۰۵

مکرم و محترم جناب نسیم سیفی صاحب رئیس التبلیغ مغربی افریقہ

ربوہ
۶۵-۱۰-۲۶　　　مکرم و محترم مولینا صاحب!　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی - تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہوں - ہوا یہ کہ میں نے ۱۰/۶۵ ۲ کو یہ مضمون آپ کو ارسال کرنے کے لئے دفتر میں دے دیا تھا - کل میرے کارکن رخصت پر تھے - مجھے اُن کی میز کی دراز دیکھنے کی ضرورت پیش آئی - تو معلوم ہوا یہ مضمون بھی اپنی دراز ہی میں بند کر رکھا تھا. اب آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں - اگر کام آسکے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا -

والسلام -　　　خاکسار نسیم سیفی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے مسیح و مہدی کے سانس سے کافروں کا مرنا مقدّر تھا - پہلے تو لوگ یہ سمجھتے رہے کہ واقعی جس طرف مُنہ کر کے مسیح و مہدی سانس لے گا ایک لمبے فاصلہ تک جتنے بھی کافر ہونگے وہ مرجائینگے اور لوگ یہ اس لئے سمجھتے رہے کہ جب تک کسی پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت قریب نہ آجائے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جب تک پیشگوئی واقعی پوری نہ ہو جائے - اُسے صرف ظاہر پر ہی محمول کیا جا سکتا ہے - کم از کم عامۃ الناس اُسے ظاہر پر ہی محمول کرتے ہیں لیکن جب پیشگوئی پوری ہوتی ہے تو اس کی صحیح شکل و صورت سامنے آجاتی ہے -

مسیح و مہدی کے سانس سے کافروں کا مرنا بھی ایک ایسی ہی پیشگوئی تھی - اب جبکہ یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے تو ساری دنیا پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ کسی کے سانسوں سے کسی کا مرنا یہ معنے رکھتا ہے کہ اس کا علم کلام دوسروں پر غالب آجائے اور اس کے پیش کردہ دلائل ناقابلِ تردید سمجھے جائیں - آنے والے مسیح و مہدی کے ذریعہ کفار کی موت کا وقوع پذیر ہونا بھی دراصل اس مسیح و مہدی کے علم کلام کی برتری کا ثابت ہونا تھا - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے - عیسائیت کی جس رنگ میں

حضور پُر نور علیہ السلام نے دھجیاں اُڑا دی ہیں۔ اب خود عیسائی اسکے معترف ہوتے جا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس علم کلام کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ جس کتاب کو کوئی شخص اپنا مذہبی صحیفہ مانتا ہو اُس کی رُو سے اپنے عقیدہ کو پیش کرے۔ اور کہ دوسرے مذاہب والوں کو بھی اسے ملزم گردانتے کے لئے اس کتاب کا حوالہ دینا چاہیئے۔ حضور علیہ السلام نے عیسائیوں کے خلاف بائیبل ہی سے ایسے دلائل مہیا فرمائے جن سے موجودہ عیسائیت کی بیخ کنی ہو گئی۔ اور کسیر صلیب کا کام جس کے لئے حضور مبعوث ہوئے تھے پورا ہوا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کلام کی بدولت احمدی مبلّغین نے دنیا بھر میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے۔ عیسائیت کے مراکز میں اس بات کا کھلم کھلا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اسلام کا یہ حملہ عیسائیوں کے لئے ایک زبردست سر دردی ہے اور کہ معلوم نہیں کہ اس حملے کے نتیجہ میں عیسائیت پر کیا گذرے گی۔ خاکسار اس سلسلہ میں اپنے حلقۂ عمل سے تعلق رکھنے والی ایک دو باتیں درج ذیل کرتا ہے۔

عیسائی دنیا کا موجودہ وقت میں سب سے زیادہ مشہور مناد ڈاکٹر بلی گراھم ہے آج سے چار پانچ سال قبل انہوں نے افریقہ کا دورہ کیا۔ اُن کے دورے کا مقصد عیسائیوں کو اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم کرنا اور مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کو عیسائی بنانا تھا۔ یہ دورہ ایک طوفانی دورہ تھا۔ اس کی تشہیر کے لئے بے انداز روپیہ خرچ کیا گیا تھا۔ اور اُن کا خیال یہ تھا کہ وہ اس دورے کو اپنی زندگی کی ایک بہترین کوشش شمار کر سکیں گے۔ لیکن ان کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ احمدی مبلّغین نے ان کو ایسے آڑے ہاتھوں لیا کہ وہ عمر بھر یاد رکھیں گے۔ اور اپنی ناکامی پر ہزار آنسو بہائینگے۔ جب ان کی نائیجیریا میں آمد کی خبر ہمیں ملی تو ہم نے انتہائی کوشش کی کہ اُن سے ملاقات یا مناظرے کا انتظام ہو سکے لیکن انہوں نے ایسے بودے بہانے کئے کہ عیسائی بھی پکار اُٹھے

کہ یہ مسلمانوں کے لیڈروں سے ملاقات کرنے سے جان بوجھ کر گریز کر رہے ہیں۔ اس گریز کی ایک وجہ یہ بھی کہ نائیجیریا آنے سے قبل اُن کو ہماری طرف سے شائع کردہ ایک پمفلٹ "یاد رکھنے کے قابل پانچ باتیں" مل چکا تھا۔ اس میں بائیبل ہی کے حوالوں سے مندرجہ ذیل پانچ باتیں ثابت کی گئی تھیں:—

(۱) عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے۔

(۲) وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔

(۳) وہ مُردوں سے جی نہیں اُٹھے تھے۔

(۴) وہ آسمان پر نہیں گئے تھے۔

(۵) وہ بذات خود واپس دنیا میں نہیں آئیں گے۔

نائیجیریا پہنچنے کے بعد ان باتوں کا جواب تو انہوں نے کیا دینا تھا اُلٹا انکی پارٹی نے یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ پمفلٹ اُن کی جلسہ گاہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور اسطرح گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اِن پانچ باتوں والے پمفلٹ کو جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی نے سب سے پہلے اس زمانہ میں پیش کیا اس قدر اہمیت حاصل ہوئی کہ امریکہ کے میگزین "ٹائم" (TIME) نے جو دنیا بھر کے میگزینوں میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اپنے "مذہب" کے کالموں میں ان کا ذکر کیا۔ اور لکھا کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک ایسا پمفلٹ شائع کیا گیا تھا جس میں یہ یہ پانچ باتیں تھیں۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ "ٹائم" (TIME) میگزین میں احمدیہ لٹریچر میں سے کسی کتاب یا پمفلٹ کا ذکر شائع کیا گیا ہو۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی بے جا نہ ہو گا کہ امریکہ کے میگزین لائف (LIFE) نے لکھا کہ بلی گراھم کو اس سارے دورے میں سب سے زیادہ مخالفت کا سامنا نائیجیریا میں ہوا۔ درحقیقت یہ مقابلہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمِ کلام سے۔

اور حضور علیہ السلام کا علم کلام ایک ایسی چٹان کی طرح ہے جس سے عیسائی سر تو ٹکراتے ہیں لیکن اس کے نتیجہ میں اپنا سر ہی پھوڑتے ہیں۔ اس چٹان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ امریکہ کے بعض دوسرے رسالوں نے بھی گر آھم کی نائیجیریا میں شکست کے متعلق اداریئے لکھے اور انہیں نصیحت کی کہ اسلام سے ٹکر لینے کے لئے انہیں اسلام کے مزید مطالعہ کی اشد ضرورت ہے۔

(۲)

نائیجیریا کے صدر مقام لیگوس میں ایک دفعہ عیسائیوں کے تمام فرقوں نے فیصلہ کیا کہ وہ متحد ہو کر ایک ایسا ہفتہ منائیں جس کے دوران ایک ہی پلیٹ فارم سے وہ اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق عیسائیت کی تبلیغ کریں۔ اور اس طرح مسلمانوں کو اپنے اتحاد کے ذریعہ اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کریں۔ چونکہ یہ جلسے ایک پبلک ہال میں کئے جا رہے تھے۔ اس لئے خاکسار بھی ان میں شرکت کرتا رہا۔ ایک روز ریورنڈ چارلس ہاولز جو بعد میں لیگوس کے بشپ بھی بن گئے تھے تقریر کر رہے تھے۔ ان کی تقریر کا موضوع یہ تھا کہ بائیبل میں جو واقعات لکھے ہوئے ہیں وہ سب یسوع مسیح کی امن پسندی اور خاکساری وانکساری کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ سوالات کے وقت خاکسار نے ہاولز کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اگر یسوع مسیح اتنے ہی امن پسند تھے جتنے کہ آپ نے ان کو ظاہر کیا ہے تو انہوں نے اپنے حواریوں سے یہ کیوں کہا تھا کہ اپنے کپڑے بیچ کر بھی تلواریں خرید لیں۔ ہاولز صاحب کہنے لگے یہ سب باتیں تشبیہاتی ہیں۔ وہ درحقیقت امن پسندی تھے اور ان کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ لوہے کی تلواریں خریدی جائیں۔ اس پر میں نے ان سے پوچھا کہ جو تلوار کسی انسان کا کان کاٹ سکے وہ تشبیہاتی ہوتی ہے یا لوہے کی۔ اس پر وہ جھٹ بولے ایسی کسی تلوار کا ذکر بائیبل میں نہیں ہے۔ خاکسار نے فوراً لوقا کی انجیل کھول کر متعلقہ آیات پڑھ دیں۔ بات ذرا آگے نکلی۔ تو عیسائیوں کی ایمانی کیفیت تک جا پہنچی۔

خاکسار نے اپنی بائیبل ہاتھ میں لے لی اور اوپر اٹھائی - اور ہاورڈ صاحب سے کہا کہ پہاڑ کا ہلا دینا تو ایک طرف رہا آپ اپنے ایمان کے ذریعہ یہ کتاب ہی میرے ہاتھ سے گرا دیجیئے - اس پر لوگوں نے ایک قہقہہ لگایا - اور صدر مجلس نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا - "آپ بیٹھ جائیے آپ سوال پوچھنا نہیں چاہتے بلکہ شور و شر پیدا کرنا چاہتے ہیں" اس کے معاً بعد جلسہ ختم ہو گیا -

لیکن بہت سے عیسائی دوست چاروں طرف سے میرے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ وہ آیات ذرا پھر نکال کر دکھایئے جہاں کان کاٹنے والا واقعہ لکھا ہوا ہے چنانچہ جلسہ کے مقررین تو جلسہ ختم کر کے ہال سے باہر نکل گئے اور خاکسار عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد کو بائیبل میں سے بعض ضروری حوالے نکال کر دکھاتا رہا -

(۴۳)

لنڈن سے ایک اخبار شائع ہوتا ہے جس کا نام ہے "SOON" یعنی "جلد" - یہ اخبار ایک مذہبی ادارے کی طرف سے شائع ہوتا ہے - اور زیادہ تر مغربی افریقہ میں (خاص طور پر گیمبیا میں) تقسیم ہوتا ہے - اس اخبار کے نام کا مطلب یہ ہے کہ یسوع مسیح جلد ہی دنیا میں واپس آنے والے ہیں - خاکسار نے اپنے اخبار (TRUTH) "ٹروتھ" میں اس اخبار (SOON) کے متعلق ایک اداریہ لکھا جس کا عنوان یہ تھا - "SOON But How SOON" یعنی "جلد لیکن کتنی جلد" - اس پر نائیجیریا میں متعین ایک یوروپین پادری (مسٹر پریشر) نے اخباروں میں اعلان کروایا کہ وہ مسیح کی آمد کے متعلق چھ لیکچر دیں گے - انہی صاحب نے اس سے قبل ایک پمفلٹ "میں کونسی راہ اختیار کرونگا" بھی شائع کر کے تقسیم کیا تھا - جس کا جواب خاکسار نے اپنے اخبار "ٹروتھ" میں شائع کیا تھا - لیکن جب ہم نے اخبار "ٹروتھ" اور اپنا لٹریچر اُن کو بھیجا - تو انہوں نے اخبار واپس کرتے ہوئے ہمیں ایک خط کے ذریعہ اپنی اس خواہش

خواہش کا اظہار کیا تھا چونکہ ہمارے خیالات ان کے خیالات کے بالکل مختلف ہیں بلکہ متضاد ہیں۔ اس لئے آئندہ یہ اخبار ان کو ہرگز نہ بھیجا جائے۔

بہرحال جب انہوں نے لیکچر دینے شروع کئے تو خاکسار بھی جماعت کے بعض دوستوں کو ساتھ لے کر اُن کے "گرجا ہال" میں پہنچ گیا۔ تقریر کے بعد انہوں نے سوالات کی اجازت کا اعلان تو کر دیا لیکن ساتھ ہی کہہ دیا کہ اب تمام دوست جا سکتے ہیں۔ خاکسار نے اُٹھ کر اُن سے پوچھا کہ اگر آپ سب لوگوں کو جانے کے لئے کہہ رہے ہیں تو سوالات کا موقعہ کس کو دے رہے ہیں۔ اور مَیں نے حاضرین سے مخاطب ہو کر انہیں بیٹھے رہنے کی تلقین کی۔ مَیں نے سب سے پہلے اپنا تعارف کرایا کہ مَیں وہی ہوں جس کا اخبار آپ نے واپس کر کے غیر مسیحی بات کی تھی۔ یہ بات سُنتے ہی انہوں نے سوال و جواب کا سلسلہ شروع کرنے سے انکار کر دیا۔ خصوصاً مجھے تو وہ سوال کرنے ہی نہیں دینا چاہتے تھے۔ بہرحال پہلے میرے ساتھیوں نے ایک دو سوال کئے۔ پھر مَیں نے بھی ایک سوال داغ دیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ انسان کی ہر خطا اور ہر گناہ کی اُسے سزا ملے گی اور وہ سزا ابدی ہوگی۔ مَیں نے پادری صاحب سے پوچھا کہ اُمید ہے وہ شادی شدہ ہونگے اور آپ کے بچّے بھی ہونگے۔ آپ لوگ خدا کو باپ کہتے ہیں۔ آیئے اب دیکھیں وہ کیسا باپ ہے؟ اگر آپ کے بچّے سے کوئی خطا سرزد ہو اور آپ اس کو سزا دیں۔ مثال کے طور پر یوں کہہ لیجیے کہ اُس سے ایک شلنگ گم ہو جائے تو آپ کہیں کہ تم کو اس کی سزا کے طور پر ایک ہزار بید لگائے جائیں گے تو کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص ہے جو آپ کو عقلمند کہے۔ ایک شلنگ کے گم ہونے پر ایک ہزار بید۔ اگر اس صورت میں آپ عقلمند نہیں کہلا سکتے تو اس خدا کے متعلق آپ کیا کہیں گے جو ہر غلطی کی سزا اس رنگ میں دیگا کہ وہ ابدالآباد تک جاری رہے گی۔ یعنی کبھی ختم ہی نہ ہوگی کیا آپ کا خدا "باپ" اِس طرح اپنے "باپ" ہونے کا ثبوت دے گا؟

اس کا بھلا انہوں نے کیا جواب دینا تھا۔ کہنے لگے۔ بہر حال بائیبل کی یہی تعلیم ہے۔ اور چاہے آپ کچھ ہی کہیں ہم تو یہی مانیں گے کہ خدا باپ ہر خطا کی سزا دے گا۔ اور وہ سزا ہمیشہ ہمیش کے لئے جاری رہے گی۔

پادری صاحب کہنے کو تو یہ بات کہہ گئے لیکن سننے والے حیران تھے کہ آخر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جب حاضرین میں سے بعض لکھے پڑھے نوجوانوں نے میری ہاں میں ہاں ملانی چاہی تو پادری صاحب نے سلام کیا اور ہال میں سے نکل گئے۔

غرض ہمارے احمدی مبلغین میں سے ہر ایک کو ایسے بیشمار واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ جن سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام نے کفار کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ خاکسار نے اختصار کے پیش نظر یہ دو تین واقعات پیش کر دیئے ہیں۔ والسلام

"نسیم سیفی"

نشانِ الٰہی

ہر قدم پر میرے مولا نے دیئے مجھ کو نشاں

ہر عدو پر حجتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار

(مسیح موعود)

کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وحیٔ الٰہی

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیٔ خدا مفقود ہے

اب قیامت تک ہے اس امت کا قصّوں پر مدار

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم

اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے کرتا ہے پیار

گوہرِ وحیٔ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر

اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّو افتخار

یہ وہ گُل ہے جسکا ثانی باغ میں کوئی نہیں

یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اسپہ ہو مشکِ تتار

یہ وہ مفتاح ہے کہ جس سے آسماں کے در کھُلیں

یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار

بس یہی اک ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہو

بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار

از مکرم مولانا بشارت احمد صاحب امروہی مبلغ اسلام شمالی بورنیو

یہ عاجز بشارت احمد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۶۲ء تک غانا (مغربی افریقہ) میں فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی کی توفیق ملی۔ مارچ ۱۹۶۳ء سے شمالی بورنیو میں مقیم ہوں۔ میرے والد صاحب کا نام حافظ عبد السمیع صاحب ہے۔ آبائی وطن امروہہ ہے۔ جو ہندوستان میں ہے۔

میری عمر کا بیشتر حصہ قادیان زیر تعلیم گذرا ہے اور اس کے بعد وقفِ زندگی کی صورت میں مرکز احمدیت قادیان اور ربوہ اور پھر بیرون ممالک میں فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی پر گذرا ہے۔ اس ملک میں یہ عاجز ایک ہی فرد ہے جو مصروف فریضۂ تبلیغِ اسلام ہے۔ اور اسلام اور احمدیت کی مخالفت کرنے والے احباب اگرچہ اعتراضات تو بہت ہی کیا کرتے ہیں لیکن یہاں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو یونہی برملا اعتراض کریں۔ اور اُن سے مباحثہ یا مناظرہ کی کوئی طرح پڑ جائے۔ البتہ ہماری طرف سے ہی پیغام حق پہنچانے کی خاطر ایسے تمام لوگوں سے خواہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں یا اَن پڑھ اُن کے معتقدات پر روشنی ڈالنے اور ان کے حقائق از روئے عقل و نقل پیش کر کے انہیں سنجیدگی سے اُن پر غور کرنے کی انکو دعوت دی جاتی ہے۔ اس ذیل میں اختصاراً چند واقعات پر روشنی ڈالتا ہوں اور وہ یہ ہیں:—

اوّل۔ گذشتہ سال جیسلٹن شہر شمالی بورنیو میں ایک عیسائی دوست کی تحریک پر اُن کی بائیبل کلاس میں شمولیت کی۔ اٹلی سے آئے ہوئے ایک پادری صاحب نے ان عیسائی مرد وزن کو جو اس کلاس میں شامل تھے اپنے مجوزہ طریق پر عبادت کرائی۔ اور دورانِ عبادت بائیبل کے نئے عہد نامہ سے بعض عبارتیں بھی پڑھیں۔ جب اُن کی کلاس

ختم ہوئی تو میں نے اپنے مدعو کرنے والے دوست کی معرفت پادری صاحب سے چند سوالات کئے جن میں سے ایک یہ تھا :-

آپ نے اپنے لیکچر میں بیان کیا ہے کہ یسوع مسیح ابن اللہ نے باپ خدا کے ساتھ مل کر زمین اور آسمان بنائے اور کہ وہ پہلے سے ہی خدا باپ کے ساتھ تھا ۔ کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ آیا خدا باپ نے بیٹے یسوع کو بھی پیدا کیا تھا یا نہیں یا خدا کی طرح وہ بھی قدیم سے خود بخود تھا ؟ اس پر پادری صاحب نے فرمایا ۔ نہیں باپ خدا ہی نے اُس پیدا کیا تھا ۔ اس پر خاکسار نے پھر سوال کیا کہ کیا خدا اس امر پر قادر تھا کہ بغیر کسی امداد کے زمین و آسمان پیدا کر سکتا ۔ فرمانے لگے ہاں ضرور قادر تھا ۔ اس پر پھر عاجز نے سوال کیا کہ پھر خدا کو یہ ضرورت کیوں پیش آئی کہ زمین و آسمان کی پیدائش میں یسوع مسیح بیٹے کی مدد کا محتاج ہو ۔ جبکہ اس کو بھی اُسی نے پیدا کیا تھا ۔ اور اس کے پیدا کرنے کے بعد خدا کے قویٰ مضمحل نہ ہو گئے تھے ۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ اکیلا بھی زمین و آسمان پیدا کرنے پر قادر تھا ۔ اسپر پادری صاحب خاموش ہو گئے ۔

میں نے مزید سوال کیا کہ اس امر کا کیا ثبوت ہے ؟ کہ یسوع مسیح زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت موجود تھے ۔ کیا وہ مریم کے بطن سے نہیں پیدا ہوئے ؟ فرمانے لگے ہاں مریم کے بطن سے بغیر باپ پیدا ہوئے ۔ اس پر میں نے عرض کیا ۔ جو شخص آج سے انیس سو (۱۹۰۰) سال پہلے صرف ایک عورت کے بطن سے پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق ہم یہ کس طرح باور کریں کہ وہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت خدا کے ساتھ تھا ۔ آپ کی کتاب نیا عہد نامہ یا پرانا عہد نامہ اس پر کیا روشنی ڈالتا ہے ؟ پادری صاحب خاموش رہے ۔

میں نے پھر پادری صاحب اور کلاس کے تمام مرد و زن کو مخاطب کر کے کہا ۔ کہ اس ڈیسک پر جو میرے سامنے ہے ۔ میری ٹوپی پڑی ہے ۔ پادری صاحب ! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں اپنی یہ ٹوپی اس ڈیسک پر سے اُٹھا کر اس کو اپنے سر پر رکھ سکتا ہوں ؟ فرمانے لگے یقیناً

اِس پر مَیں نے پادری صاحب سے سوال کیا کہ اگر مَیں آپ سے یہ درخواست کروں - کہ پادری صاحب ذرا میری مدد فرمایئے اور اس ٹوپی کو میرے ساتھ مل کر اٹھوا دیجیئے اور میرے سر پر رکھوا دیجیئے تو آپ میرے متعلق کیا خیال فرمائیں گے؟ بے اختیار ہنس کر فرمانے لگے - یہی کہ آپ پاگل ہوگئے اِس پر خاکسار نے عرض کیا - تو کیا پادری صاحب آپ کا یہ عقیدہ کہ خدا اگرچہ زمین و آسمان پیدا کرنے پر قادر تو تھا - لیکن اُسنے بیٹے کی مدد ضروری خیال کی بعینہٖ یہ صورت نہیں بن جاتی جس صورت میں آپ مجھے پاگل کہنے پر مجبور ہوگئے کیا خدا کے متعلق آپ ایسا ہی خیال کرتے ہیں - پادری صاحب مبہوت ہوگئے - اِس کلاس کے تمام مرد و زن کو بھی مَیں نے مخاطب کیا کہ پادری صاحب کی مدد کرو - اور جواب دو لیکن کوئی نہ بولا -

دوسرا سوال پادری صاحب سے مَیں نے حضرت مسیح کے ابن اللہ ہونے کے بارے میں کیا - مَیں نے کہا - پادری صاحب! ہم سب کا مشاہدہ یہی ہے کہ مخلوق کی جتنی جنسیں ہیں اُن میں توالُد اپنی جنسوں تک محدود ہوتی ہے - مثلاً انسان کا بچہ انسان کہلاتا ہے - جانور کا بچہ جانور - اور پرندہ کا بچہ پرندہ - کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ گھوڑے اور بکری کے ملنے سے کوئی خرگوش جنم لے لے - پادری صاحب کہنے لگے - نہیں - اِس پر خاکسار نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو یہ تسلیم ہے کہ مریم ایک انسان تھیں؟ فرمانے لگے - ہاں اِس پر خاکسار نے عرض کیا کہ کیا فرشتہ بھی انسان کہلا سکتا ہے فرمانے لگے - نہیں مَیں نے کہا - کیا خدا بھی انسان کہلا سکتا ہے؟ فرمانے لگے - نہیں -

اِس پر مَیں نے دریافت کیا کہ پھر ایک عورت نے جو انسان تھیں کسی خدا کے بیٹے کو کس طرح جنم دیا؟ آپ کی کتاب کے رُو سے ہی اُس نے فرشتہ دیکھا - اگر پیدا ہونا تھا تو پھر فرشتہ ہی پیدا ہوتا - اگر خوابوں کی بناء پر پیدائش بھی ہو جاتی ہے تو فرشتہ بھی انسان کی جنس سے نہیں - پس مسیح کے ابن اللہ ہونے کا وہ کونسا اصول ہے جس کی

بناء پر یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ اگر محض بن باپ کے ہونے پر آپ نے اُن کو ابن اللہ تسلیم کر لیا ہے تو حضرت آدم اور حوا علیہم السلام کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ جن کے نہ صرف باپ نہ تھے بلکہ مائیں بھی نہ تھیں؟

فرمانے لگے آپ بائیبل کلاس میں آتے رہیں یہ سوال سب خود بخود ہی حل ہو جائیں گے اور اس پر بات ختم کر دی۔

اسی طرح ایک تبلیغی سفر میں اس ملک کے علاقہ تھبونن کے رومن کیتھولک چرچ مشن کے انچارج پادری صاحب سے ایسے ہی امور زیر بحث آگئے۔ قابل ذکر مسئلہ حضرت مسیح کی آمد ثانی تھا۔ میں نے انچارج پادری صاحب سے عرض کیا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ:-

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔"

حضرت مسیح کے دعویٰ کے وقت یہودیوں نے جو اس زمانہ میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ تین رسولوں نے پیدا ہونا ہے۔ اوّل حضرت الیاس نبی جو آسمان پر چلے گئے ہیں (۲-سلاطین باب ۲ آیت ۱۱)

"اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا۔"

اور وہ حضرت مسیح کے آنے سے پیشتر آسمان سے نازل ہونگے (از روئے ملاکی نبی کی کتاب) دوسرے حضرت مسیح۔ تیسرے "وہ نبی"۔

حضرت مسیح پر اعتراض کیا کہ اگر حضرت مسیح ابن مریم اپنے دعویٰ مسیحیت میں سچے ہیں تو بتلائیں کہ ایلیاہ نبی کہاں ہے۔ کیونکہ اُن کے آنے سے پہلے ایلیاہ نبی کا آسمان سے اُترنا ضروری ہے۔ ہماری کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح کے حواریوں نے یہود کے اس اعتراض کو حضرت مسیح کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ متی ۱۷/۱۱ میں اس کا یوں ذکر ہے:-

"اُس کے شاگردوں نے اُس سے پوچھا کہ پھر فقیہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا پہلے آنا ضروری ہے۔"

حضرت مسیح نے اِس کا یہ جواب دیا:۔

"اُس نے جواب میں کہا کہ ایلیاہ البتہ آئیگا۔ اور سب کچھ بحال کریگا۔ لیکن مَیں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انہوں نے اُس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اُس کے ساتھ کیا۔ اِسی طرح ابن آدم بھی اُن کے ہاتھ سے دُکھ اٹھائیگا تب شاگرد سمجھ گئے کہ اُس نے ہم سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی نسبت کہا ہے۔" (متی باب ۱۷ آیت ۱۲-۱۳)

اِسی طرح متی باب ۱۱ آیت ۱۱ تا ۱۵ کی رُو سے حضرت مسیح نے فرمایا:۔

"مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے اُن میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں۔ لیکن جو آسمان کی بادشاہت میں چھوٹا ہے وہ اُس سے بڑا ہے .... ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُن لے۔"

پس بائبل کے ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے نزدیک حضرت الیاس کا آسمان سے اُترنا بے معنے بات تھی۔ اور اِس طرح اُن کا آنا دوبارہ اس دنیا میں بھی ممکن نہ تھا بلکہ اُن کا وجود حضرت یوحنا بپتسمہ دینے والے کے ذریعہ ظاہر ہونا تھا۔ یہی صورت بعینہٖ حضرت مسیح کی آمد ثانی میں ہونی مقدر تھی۔ اِسی لئے حضرت مسیح نے اِس کی اچھی طرح وضاحت کر دی کہ آپ کے معتقدین کو آپ کی آمد ثانی میں یہودیوں کی طرح دقّت پیش نہ آئے اور انکی دوبارہ آمد پر اُن کو قبول کرنے سے محروم نہ رہ جائیں۔

اِس کے بعد یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ تا ۱۵ سے بتایا کہ حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ:۔

"مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم اُن کو برداشت نہیں کر سکوگے

لیکن جب وہ یعنی سچائی کی رُوح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سُنیگا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے ہی حاصل کرکے تمہیں خبر دے گا۔"

اسی طرح اعمال باب ۳ آیت ۲۰ تا ۲۵ میں ہے کہ:۔

"اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ جیسا ایک نبی برپا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اُس کی سُننا۔ اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سُنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔"

یہ سب کچھ سُننے کے بعد پادری صاحب حیران تھے کہ کیا جواب دیں۔ بالآخر اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ یہ سب کچھ میرے لئے نئی چیز ہے۔ اس پر مَیں نے کبھی غور نہیں کیا۔ اب غور کرونگا۔ اور آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے بڑی دلچسپ باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اسی طرح ایک بار عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث ایک تین اور تین ایک کے تعلق میں ایک لطیفہ ہوا۔ ایک عیسائی دوکاندار سے مَیں نے ایک کیلنڈر خریدنا چاہا۔ جس نے اُس کی قیمت تین ڈالر بیان کی۔ اُسے ایک ڈالر جیب سے نکال کر دے دیا گیا۔ کہنے لگا جناب مَیں نے تین ڈالر عرض کئے ہیں۔ ایک نہیں۔ اس پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کی تقلید میں مَیں نے کہا۔ مَیں نے بھی آپ سے قیمت سُنکر اُس کی ادائیگی کیلئے

یہ رقم پیش کی ہے۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ایک تین اور تین ایک ہیں۔ پس تین ڈالر مساوی ہوئے ایک ڈالر کے۔ کہنے لگے نہیں نہیں کاروبار میں اس عقیدہ کے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ اس پر بحث چھڑ گئی۔ اور اسے تسلیم کرنا پڑا کہ یہ عقیدہ درست نہیں ہے۔

حال ہی میں سنگاپور سے آئے ہوئے ایک غیر از جماعت دوست نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے دروازے کو بند رکھنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب (حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام) نبوت کا دعویٰ کر ہی کس طرح سکتے ہیں۔ نبوت تو کسی قسم کی بھی اب باقی نہیں رہی۔ نبی تو جو بھی ہوگا وہ کتاب ہی لے کر آئے گا۔ قرآن کریم کے بعد اب کونسی کتاب نازل ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔

اس پر جب خاکسار نے دریافت کیا کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ سے آپ یہ استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی بھی نہیں ہو سکتا اور کہ نبی تو جو بھی ہوگا وہ کتاب لے کر آئے گا۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں جو صاحب شریعت نبی تھے حضرت ہارون علیہ السلام بھی کوئی کتاب لے کر نازل ہوئے تھے؟ کیا حضرت ہارون علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہیں کرتے تھے؟ پس قرآن شریف کی رُو سے تو ہر نبی کے لئے شریعت لازمی اور ضروری نہ ہوئی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی اتباع میں چودہ سو سال تک انبیاء مبعوث کئے جا سکتے ہیں جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم و تبلیغ کا دائرہ صرف یہود تک محدود تھا تو کیا آپ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی ایسے شخص کی ضرورت نہ رہ گئی جو قرآن کریم پر عمل کرے اور کرائے۔ اسلام ہی اس کا مذہب ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والا ہو۔ اور حضور علیہ السلام ہی کے مشن کے قیام، اشاعت اور غلبہ کے لئے آپ کے نائب کی حیثیت میں کام کرے

جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ ساری اقوام کو اسلام کے قبول کرنے کی دعوت دینا ہو۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ساری دنیا نے اسلام قبول کر لیا تھا؟ اگر نہیں تو کیا آج کے مسلمان اور مسلمان علماء اور مسلمان حکومتیں یہ کام کر رہی ہیں؟ آخر دنیا میں مختلف ممالک میں بسنے والی مختلف اقوام جو غیر مسلم ہیں کس طرح اسلام کی طرف آئیں گی۔ اسلام کا علم انہیں کیونکر ہوگا اور اسلام کی عالمگیر حیثیت کو کیونکر پہچانیں گی؟

کھسیانے سے ہو کر فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ایسی ہی ہوگی۔ اور اس کے بعد سردرد کا بہانہ کر کے مجلس چھوڑ کر تشریف لے گئے۔

واقعات و مشاہدات

از

مکرم و محترم جناب گیانی واحد حسین صاحب

میرا نام مرزا واحد حسین ہے۔ میرے والد صاحب کا نام مرزا حسین بیگ صاحب ہے اصل وطن کلانور ضلع گورداسپور ہے۔ بعض وجوہات کی بناء پر کچھ عرصہ تک میں سکھوں میں رہا اور سکھ مذہب کی تعلیم حاصل کی۔ گرنتھ صاحب اور جنم ساکھیاں اور سکھ تاریخ یعنی سورج پرکاش۔ پنتھ پرکاش۔ گوربلاس وغیرہ کتابیں درشا ترنتارن میں پڑھیں۔

میری عمر قریباً ۱۴ سال تھی اور میں آٹھویں جماعت میں امرتسر مشن ہائی سکول میں پڑھتا تھا کہ سکھوں میں جا کر شامل ہو گیا۔ اور گھر والوں کو اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔

اکالی تحریک کے شروع ایام میں جناب ماسٹر عبدالرحمن صاحب بی۔ اے سابق مہر سنگھ نے مجھے تبلیغ کی اور میں نے احمدیت قبول کر لی۔ مرزا احمد بیگ صاحب جو ان دنوں امرتسر میں بنک کے بڑے افسر لگے ہوئے تھے نے میری بیعت کا خط لکھا غالباً ۱۹۲۸ء کا یہ واقعہ ہے۔ اس کے بعد میں قادیان آگیا۔ اور سلسلہ نے میری خدمات سکھوں میں تبلیغ کے لئے حاصل کر لیں۔ میری طبیعت میں مزاح اور ظرافت کا پہلو نمایاں ہے۔ اس وجہ سے میری طرز تبلیغ ہمیشہ منفردانہ رہی ہے۔ یعنی دوران تقریر و تبلیغ ہمیشہ دلائل کو میں نے ایسا رنگ دیا ہے کہ سننے والا اثر قبول کرنے کے ساتھ ساتھ خوش بھی رہے۔ اسی وجہ سے سلسلہ نے میرے طرز تکلم اور میری تبلیغی جدوجہد کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور میرے ساتھ ہمیشہ عمدہ سلوک کیا ہے۔

میں نے دوران ملازمت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت سے علاقوں کا دورہ کیا اور کئی معرکے سر کئے۔ اور جہاں کہیں بھی گیا ہر مجلس اور ہر جلسہ پر چھا گیا۔ یہ سب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں اور اُن کے دَور خلافت کی برکات ہیں۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

ذیل میں چند ایک تبلیغی واقعات مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل کے اصرار پر انکی کتاب برہان ہدایت کے لئے لکھ کر دے رہا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لنگر خانہ میں میری ڈیوٹی تبلیغ پر مقرر تھی۔ پادریوں کا ایک گروپ ہمارے مہمان خانہ میں آگیا۔ اُن میں امریکن مشن کا بھی ایک پادری تھا۔ وہ میرے پاس آکر مجھے عیسائیت کی تبلیغ کرنے لگا۔ ہم نے انہیں خوش آمدید کہا اور کھانا کھلایا۔ وہ مجھے کہنے لگا گیانی صاحب خداوند یسوع مسیح نے ہماری خاطر جان دی اور ہماری نجات کا موجب بنا۔ مَیں نے جواباً کہا کہ واقعی یہ ہے تو بڑی قربانی۔ مگر بعد میں جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ دوبارہ زندگی واپس لے لی اور پھر زندہ ہو گئے تو اس طرح جو گناہ ان کے مرنے سے ختم ہوا تھا وہ ان کے زندہ ہونے سے دوبارہ زندہ ہو گیا۔ چونکہ گناہ پھر واپس ہو گیا اور دنیا ایک دفعہ چھٹکارا پانے کے بعد پھر گنہگار ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خداوند کی نیت میں پہلے سے فتور تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے۔

"اور ابن آدم جان دیتا ہے کہ اسے واپس پھیرے" (یوحنا باب ۱۰ آیت ۱۷)

یہ ایک سودا تھا۔ یعنی مسیح جان پوری طرح دیتا اور مرا رہتا تب تو دنیا کی طرف واپس نہ آتا لیکن انہوں نے سودا فسخ کر دیا۔ جان واپس لے لی اور گناہ بھی واپس لوٹ آیا۔ پس مسیح کی قربانی کہاں باقی رہی۔ پادری اسپر حیران اور ششدر رہ گیا۔

اس کے علاوہ اور بھی مختلف مسائل پر گفتگو بڑی خوشگوار فضاء میں ہوتی رہی۔ دورانِ گفتگو مَیں نے ایک سوال پادری صاحب سے یہ کیا کہ مسیح کے خون پر ایمان لانے سے ایک دفعہ تو سب پاک ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد اگر کوئی گناہ کرے تو اس کے لئے معافی کی کیا صورت ہے؟ کیا دوبارہ کفارہ کسی اور جان کا ہو گا یا وہی پہلا کفارہ کافی ہے؟ اس نے کہا۔ کہ

خطوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی گناہ کرے تو ہمارے لئے خدا کے پاس ہمارا شفیع یعنی مسیح موجود ہے۔ میں نے جواباً اسے کہا کہ عبرانیوں کے خط میں لکھا ہے کہ:۔

"اگر وہ برگشتہ ہو جائیں تو انہیں توبہ کے لئے پھر نیا بنانا ناممکن ہے اس لئے کہ وہ خدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ صلیب دے کر اعلانیہ ذلیل کرتے ہیں۔" (عبرانیوں ۶/۶)

"کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی۔ ہاں عدالت کا ایک ہولناک انتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مخالفوں کو کھا جائیگی۔" (عبرانیوں باب ۱۰ آیت ۲۶، ۲۷)

یہ حوالہ سنکر اس نے حوالہ دیکھنے کا مطالبہ کیا۔ جب میں نے حوالہ دکھا دیا تو پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اسے تبلیغ شروع کی۔ اسے استثنا، باب ۱۸ آیت ۱۸ کی یہ پیشگوئی اسے سنائی۔ "خدا تیرے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کریگا"۔ اس پر اس نے کہا کہ یہ نبی تو مسیح ہے کیونکہ موسیٰ کے بھائیوں یعنی بنی اسرائیل میں سے آنے والا صرف مسیح ہے نہ کوئی اور۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ساری بائیبل میں از اول تا آخر بنی اسرائیل کے لئے کسی غیر بنی اسرائیل کو ان کے بھائی نہیں کہا گیا۔ اس لئے آپ کا یہ دعویٰ کہ بنی اسمٰعیل کو یہاں بنی اسرائیل کے بھائی قرار دیا گیا ہے غلط ہے۔ یہ بات جو امریکن پادری نے کہی تھی یہ پادری برکت اللہ صاحب نے بھی اپنی کتاب "توریت موسوی اور محمد عربی" میں لکھی ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ جواب اس امریکن پادری نے وہاں سے پڑھا تھا۔ میں نے اس کے دو جواب دیئے۔ پہلا جواب یہ کہ آپ کا یسوع مسیح تو ہرگز "بنی اسرائیل کے بھائیوں" میں سے کہلانے کا مستحق ہی نہیں کیونکہ وہ بن باپ پیدا ہوئے اور بائیبل ماں کی طرف سے شجرہ نسب نہیں مانتی۔ دیکھو ا۔تواریخ کے نسب نامے جو ابراہیمی نسل کے مذکور ہیں۔ البتہ اگر بائیبل میں یہ ذکر ہوتا کہ "میں تجھ سا نبی تیری بہنوں میں سے برپا کرونگا" تب آپ کا یہ اعتراض برمحل تھا۔ کیونکہ مسیح بن باپ تھا۔ میرے اس جواب پر وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ کہنے لگا یہ بڑا ہی انوکھا جواب ہے۔ میں نے آج تک نہیں سنا۔

دوسرا جواب میں نے یہ دیا کہ تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے، بلکہ بائیبل میں بنی ادوم کو اسرائیلیوں کا بھائی کہا گیا ہے حالانکہ وہ غیر اسرائیلی ہیں۔ دیکھو پیدائش باب ۲ آیت ۲۴ تا ۲۶ و استثنا باب ۲ آیت ۸ و باب ۲ آیت ۴ و باب ۲۳ آیت ۷۔

اس پر وہ خاموش ہو گیا اور ایک نیا اعتراض اس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر یہ کیا کہ لکھا ہے کہ وہ گورخر کی مانند ہوگا۔ یہ اعتراض بھی پادری برکت اللہ صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اس کا جواب میں نے یہ دیا کہ گورخر سے مراد "آزاد مرد" ہے۔ جیسا کہ بائیبل میں لکھا ہے کہ "وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا"۔ پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۲۔ اور نیز بتلایا کہ ایوب باب ۱۱ آیت ۱۲ میں لکھا ہے کہ "اگرچہ انسان پیدائش میں گورخر کے بچے کی مانند ہے"۔ اس آیت میں ہر انسانی بچے کو گورخر کی مانند کہا گیا ہے اور حضرت مسیح بھی اس آیت کی رُو سے گورخر کی مانند بنتے ہیں۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر اعتراض کیسا۔ اس پر حیران ہو کر کہنے لگا کہ تم تو سیدھے سادے آدمی معلوم ہوتے ہو تمہیں تو ساری بائیبل ازبر یاد ہے۔

اس نے حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے پر بھی اعتراض کیا۔ اور کہا کہ حضرت اسمٰعیل تو لونڈی زادہ ہے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اول تو سارے بنی اسرائیل بوجہ مصر میں غلام رہنے کے سب ہی غلام ہیں اور لونڈی زادے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل کی چاروں مائیں ہی لونڈیاں تھیں یعنی یعقوب علیہ السلام کی چاروں بیویاں بھی لونڈیاں تھیں۔ میں نے حوالہ دکھایا۔

زلفہ اور بلہا لونڈیاں تھیں۔ پیدائش باب ۲۹ آیت ۲۴

اور دوسری بیویوں لیاہ اور راحل کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ لابن کے متعلق کہا کہ "اُس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا"۔ پیدائش باب ۳۱ آیت ۱۵۔

پس ثابت ہوا کہ یعقوب علیہ السلام کی ساری اولاد لونڈی زادہ ہے۔ اور خود مسیح علیہ السلام بھی لونڈی زادہ ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ روت جس کا الگ ایک صحیفہ بائیبل میں موجود ہے یہ موآبی نسل عورت تھی جو خدا کی ناپسندیدہ نسل تھی۔ روت کے متعلق اس طرح لکھا ہے کہ

"اُس (بوعز) نے اس کو خریدا اور اپنی جورو کیا۔ تاکہ اس مردے کے نام اس کی میراث قائم کرے۔"

(روت باب ۴ آیت ۱۰)

"بوعز سے عوبید پیدا ہوا۔ عوبید سے یسی پیدا ہوا۔ یسی سے داؤد پیدا ہوا۔"

(روت باب ۴ آیت ۲۱-۲۲)

اور مسیح ابن داؤد ہے۔ متی باب ۱ آیت ۱۔

یہ حوالہ دیکھ کر وہ مبہوت رہ گیا۔ کہنے لگا یہ تو تراجم ہیں۔ اصل متن دیکھو۔ میں نے کہا اصل متن کہاں ہے۔ اس پر اس نے عبرانی بائیبل پیش کی۔ میں نے کہا۔ یہ بھی تو ترجمہ ہے کیونکہ توریت کی زبان عبرانی نہیں۔ اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام تو کنعان نہیں آئے۔ انہوں نے مصری زبان سیکھی تھی کیونکہ مصر ہی میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"موسیٰ نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی"۔ اعمال ۷/۲۲

پھر توریت کی زبان عبرانی کیونکر ہوئی۔ توریت کا کوئی حوالہ دکھاؤ جس میں یہ لکھا ہو کہ توریت عبرانی میں نازل ہوئی۔ وہ کوئی حوالہ تو نہ دکھا سکا۔ البتہ اس نے قرآن مجید کے متعلق یہ سوال کیا کہ تم بتاؤ قرآن مجید میں کہاں لکھا ہے کہ یہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس پر میں نے قرآن مجید کی یہ آیت بتائی۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ کہ قرآن مجید عربی زبان میں اتارا گیا ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ دوران بحث بڑی خلقت جمع ہو گئی تھی۔ اور ہر بات میں اسے شکست پر شکست ہوئی۔ اس پر وہ ہماری مہمان نوازی۔ خوش اخلاقی اور علمی تحقیق کی داد دیتے ہوئے اور شکریہ ادا کر کے چلے گئے۔

دلچسپ مضمون

مکرم و محترم بشیر احمد آرچرڈ

آپ کا گرامی نامہ اور گرانقدر مضمون موصول ہوا ہے جو انگریزی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ نہایت شکریہ کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

(خط کا ترجمہ)

بکس ۵۰۱

جارج ٹاؤن۔ بی۔ جی آنا

۲۵ ستمبر ۱۹۶۵ء

جناب مبشر! السلام علیکم

اپنے وعدے اور آپ کی خواہش کے مطابق ایک مضمون اور ایک چھوٹا سا فوٹو ارسال کر رہا ہوں جو امید ہے آپ کے کام آئیں گے۔ میں نے احمدیت ۱۹۴۵ء میں قبول کی جبکہ میں برما کے محاذ پر ہندوستانی فوج میں تھا۔ جنگ کے خاتمہ پر فوج سے فارغ ہو گیا اور میں نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ اُس وقت سے اب تک میں نے انگلینڈ۔ سکاٹ لینڈ اور تمام برطانوی جزائر غرب الہند میں کام کیا ہے۔

آپ کا مخلص

بشیر احمد آرچرڈ

(ترجمہ از انگریزی)

اسلام کی برتری

(از بشیر احمد آرچرڈ)

اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ سب سے اکمل اور آخری مذہب ہے جو خدا کی طرف سے تمام انسانوں کی بھلائی اور رہنمائی کے لئے بھیجا گیا۔

"آج میں نے تمہارا مذہب تمہارے لئے مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمتیں بھی تم پر مکمل کر دیں۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور مذہب منتخب کر لیا"

(قرآن ۵ : ۴)

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو مخاطب کرکے یہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اپنی آخری اور مکمل رہنمائی بھیجی۔ کوئی شک نہیں کہ حضرت آدم کے وقت سے بہت سے پیغمبر ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے عقائد و مذاہب کی بنیاد ڈالی اور جن کا مقصد مخصوص قبائل یا اقوام کی ضروریات کو پورا کرنا یا اُن کی رہنمائی تھا۔ لیکن وہ تمام دنیا کی بھلائی کے لئے نہ تھے اور نہ ہی تمام زمانوں کے لئے۔ یہ مذاہب ایک مخصوص دور میں ایک مخصوص جماعت کی ہدایت کے لئے نازل کئے گئے۔ مثلاً نئے عہد نامے میں یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا مشن صرف اسرائیلیوں تک محدود تھا۔ عیسیٰ کے بارے میں بائیبل میں مذکور ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا:-

"مجھے اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے علاوہ کسی اور کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا۔"

میتھیو ۱۵ : ۲۴

اس کے برعکس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے اسلام کو ہمہ گیری

اور عالمگیریت کی تبلیغ کی۔ خدا کے حکم سے انہوں نے اس بات کا اعلان کیا:۔

"کہ اے بنی نوع انسان! بے شک میں خدا کی طرف سے جس کے قبضہ میں آسمان اور زمین ہیں تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (قرآن ۷: ۱۵۹)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لاثانی مشن کی روشنی میں اسلام کا پیغام قومیت سے قطع نظر تمام انسانیت کے لئے ایک رہنمائی ہے۔ خدا نے انسانوں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اس حقیقت کی طرف توجہ دیں:۔

"جو کوئی اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب تلاش کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور آنے والی زندگی میں وہ شخص خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔" (قرآن ۳: ۸۶)

اسلام کا لاثانی دعویٰ اور دوسرے مذاہب سے اس کا تعلق مذکورہ بالا مختصر آیات میں بیان کر کے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ اسلام کا فلسفہ صرف ایسے دعووں پر قائم نہیں ہے جن کی مزید تشریح نہ کی جا سکے۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کی تعلیمات پر خدائی تصدیق کی مہر ثبت ہے۔

اعانتِ الٰہی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی غیر معمولی اور حیرت انگیز کامیابی بھی ایک لحاظ سے اسلام کے سچا مذہب ہونے کی روشن دلیل ہے۔ اعانتِ الٰہی کبھی جھوٹوں اور دھوکے بازوں اور غلط کاروں کو حاصل نہیں ہوتی۔ ابتدائے آفرینش ہی سے یہ قانونِ الٰہی رہا ہے کہ جھوٹے پیغمبروں کا انجام ہمیشہ دردناک ہوتا ہے۔ بائیبل میں لکھا ہے:۔

"جو پیغمبر وہ باتیں کرے گا جن کا حکم میں نے ان کو نہیں دیا۔ یا جو دوسرے دیوتاؤں کے حوالے سے گفتگو کرتا ہے وہ پیغمبر موت کا شکار ہوگا۔" استثنا ۱۸: ۲۰

قرآن حکیم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

"اُس شخص سے زیادہ ناانصاف شخص کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر جھوٹ گھڑ لیتا ہے۔ یقیناً ایسا شخص کبھی فلاح نہ پائے گا۔" (قرآن ۶ : ۲۲)

"جو خدا کے نام کا حوالہ دیکر جھوٹی باتیں گھڑ لیتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔" قرآن ۱۰ : ۷۰

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک عظیم کامیابی تھی۔ جب انہوں نے اپنی بعثت کا اعلان کر کے اپنا کام شروع کیا تو تمام عرب بُت پرستی، برائی اور جہالت میں غرق تھا۔ اپنے کام کی ابتداء میں آپ کو، اور آپ کے صحابہ کی مختصر جماعت کو سخت ترین مخالفت اور جور و تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے لوگوں پر دل ہلا دینے والی جسمانی سختیاں کی گئیں مگر باوجود کمزور اور تعداد میں کم ہونے کے آخر کار فتح انہی کی ہوئی اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے زندگی کے دوران ہی تمام عرب نے اسلام قبول کر لیا۔ ہزاروں وحشی عربوں نے اپنی بُری رسومات ترک کر دیں۔ اور ایک سچے خدا کی طرف رجوع کیا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی کشش اور قرآن کریم کے زندگی بخش، حیات آفرین الفاظ نے انہیں تبدیل کر کے خدا ترس۔ نیک اور خدا کا سچا خادم بنا دیا۔ اُس وقت سے اسلام چار وانگ عالم میں پھیلتا رہا اور بے شمار پیاسی رُوحوں کے لئے روحانی نعمت کا چشمہ ثابت ہوا ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا نے جو عنایات کیں وہ خود اُن کی سچائی کی واضح علامت ہے۔ خدا تعالیٰ سے یہی دُعا ہے کہ وہ انکی آنکھوں پر سے پردہ ہٹا دے جو لاعلمی یا تعصب کی وجہ سے رُوحانی طور پر اندھے ہیں۔

پاکیزہ زندگی

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی بے داغ اور پاکیزہ تھی۔ کافروں نے انہیں

بدنام کرنے کی جتنی کوششیں کیں وہ سب نہ صرف بُری طرح ناکام ہی گئیں۔ بلکہ خود ان کی روحانی کمزوری اُن پر واضح ہو گئی۔

بچپن ہی سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر والا صفات تھے کہ مکّے کے لوگوں نے انہیں "امین" کے خطاب سے نوازا۔ وہ خوش مزاج اور باحیا انسان تھے۔ اکثر وقت عبادت میں گذار کر خدا کی صفات پر غور و خوض کیا کرتے تھے۔ آپ نوجوانی ہی میں غریبوں اور مظلوموں کے اتنے ہمدرد تھے کہ انہوں نے ایسے لوگوں کی اعانت کے لئے ایک تنظیم قائم کی۔

ایک دفعہ کسی نے آپ کے کردار کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ قرآن کا عملی نمونہ ہیں۔ آپ بڑے شریف، نرم مزاج، سخی اور رحمدل تھے۔ جب کسی موقعہ پر سخت اقدامات کی ضرورت پڑتی تو آپ وہاں منصفانہ ثابت قدمی کا ثبوت دیتے۔

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر لحاظ سے پاکیزہ گذری۔ آپ نیکی اور پاکیزگی کا مجسمہ تھے۔ کیا دوست اور کیا دشمن دونوں آپ کی صداقت کے معترف تھے۔ اور آپ کے دشمن تک آپ کے کردار کی تعریف کیا کرتے تھے۔

بائیبل میں یہ امر مذکور ہے کہ حضرت مسیح کے دشمنوں نے آپ کے کردار کو داغدار ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر انہوں نے یہ کہکر اُن کا پول کھول دیا ہے :-

"تم میں سے کون ہے جس کو یقین ہے کہ میں نے گناہ کیا ہے۔"

(یوحنا ۸ : ۴۶)

یعنی انہوں نے چیلنج کیا کہ اُن کے دشمن اُن کی زندگی سے کوئی غلط بات ثابت کر کے دکھائیں۔ اور اگر وہ نہیں کر سکتے تو وہ کیوں انکو جھوٹا کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تقدس اور پاکیزگی کے ہتھیاروں سے اپنے دعویٰ کی سچائی کو ثابت کیا۔

دنیا کے فلسفے اور قرآنی رہنمائی

اسلام مکمل ترین اور آخری مذہب ہے جو بنی نوع انسان کے لئے آیا ہے۔ اس کی تعلیمات اس قدر جامع اور لچکدار ہیں کہ جہاں ہمیں حضور علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر دنیا کے خاتمہ تک ہر دور کے مسائل کا صحیح حل ملتا ہے اگرچہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں نے اس حقیقت کو ابھی تک تسلیم نہیں کیا ہے لیکن شعوری یا لاشعوری طور پر وہ اسلام کی اہم تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ طبعی قوانین ان کے اپنے صحائف میں انہیں نہیں ملتے۔

یہ بات پہلے ہی بتائی جا چکی ہے کہ اسلام سے پہلے مذاہب کی تعلیمات ہمہ گیر نہ تھیں اور نہ ہی ان کا مقصد تمام زمانوں کے لئے رہنمائی تھا۔ اس میں شک نہیں کہ تمام مذاہب میں کچھ مشترک تعلیمات بھی ہیں۔ مثلاً کوئی مذہب چوری اور جھوٹ کی حمایت نہیں کرتا مگر کچھ تعلیمات ایسی ہیں جو ہر مذہب کی اپنی مخصوص تعلیمات ہیں اور چونکہ وہ ایک مخصوص دور کے مخصوص لوگوں کے لئے ہوئی ہیں لہٰذا وہ ہر زمانہ میں سودمند ثابت نہیں ہوتیں۔

عہد نامہ جدید میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیرو کاروں کو نصیحت کی کہ برائی کا مقابلہ کسی بھی حالت میں نہ کریں۔

"تم نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آنکھ کے عوض آنکھ اور دانت کے عوض دانت۔ مگر میں یہ کہتا ہوں اس آدمی کا مقابلہ نہ کرو جو برا ہے۔ اگر کوئی تمہارے دائیں رخسار پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کے سامنے کر دو۔" (متی ۵ : ۳۸، ۳۹)

اس تعلیم پر ہر کوئی عیسائی عمل نہیں کرتا۔ عیسائی اقوام مسلسل جنگیں لڑتی ہیں۔ اور

پادری ان کی افواج کے لئے برکت کی دعائیں مانگتے ہیں ۔ جو فوجی میدان جنگ میں لڑتے ہیں ان کے اعزاز میں گرجا گھروں میں خاص اجتماعات ہوتے ہیں ۔ عیسائی اپنے کو روز بروز ہتھیاروں سے مسلح کئے جاتے ہیں اور گرجا کے منتظم کوئی احتجاج نہیں کرتے ۔ حقیقت یہ ہے کہ کلیسیا نے اپنے نبی کی تعلیم کو چھوڑ کر اسلام کی تعلیم کو اپنا لیا ہے ۔ کیونکہ بائیبل کی بجائے قرآن ہی میں ہمیں دفاعی جنگ کی اجازت ملتی ہے ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

"خدا کے راستے میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو ۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔"

(قرآن ۲ : ۱۹۲)

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے ۔ ابتدائے آفرینش سے جتنے پیغمبر دنیا میں گزرے ہیں آپ ان سب میں بزرگ و برتر ہیں ۔ بنی نوع انسان کی نجات اسلام کو قبول کرنے اور اس پر اُس طرح عمل کرنے میں مضمر ہے جس طرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بیان فرمایا اور اُس پر عمل کیا ۔ اور پھر موجودہ دَور میں مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانیٔ جماعت احمدیہ نے اس کی تشریح کی ہے ۔

حالات و واقعات

مکرم و محترم روشن دین صاحب تنویر بی۔اے۔ایل ایل بی ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ

جناب مولوی عبدالرحمن صاحب مبشّر کی فرمائش بجد اصرار ہے کہ مَیں اپنی زندگی کے کچھ حالات تحریر کروں۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کرتا ہوں۔

میں سکول کے رجسٹر کے مطابق ۲۰ اپریل ۱۸۹۴ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوا۔ میرے والدین اَن پڑھ تھے۔ اسلئے میری پیدائش کا ریکارڈ انہوں نے نہیں رکھا البتہ جس شخص نے مجھے سکول داخل کرایا اس نے زبانی بتانے پر اندازے سے یہ تاریخ درج کرا دی تھی۔ ہمارا مکان سیالکوٹ محلہ موری دروازہ میں واقع ہے۔ میری ابتدائی تعلیم محلہ کی مسجد میں ہوئی۔ جہاں قرآن کریم ناظرے پڑھا اور اردو کی پہلی کتاب پڑھی اسلئے شروع میں ہی مجھے دوسری جماعت میں داخلہ مل گیا۔ مَیں نے میٹریکولیشن کا امتحان سکاچ مشن ہائی سکول سے پاس کیا۔ مذہبی باتوں میں دلچسپی یہیں سے پیدا ہو گئی تھی۔ اُن دنوں مذہبی مباحثوں کا بڑا چرچا تھا۔ سکول میں بھی اکثر آریہ لڑکوں سے مذہبی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ انجیل تو باقاعدہ پڑھائی جاتی تھی۔ اس زمانہ میں مجھے ادب کی طرف بھی رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ اسوقت جتنا لٹریچر اردو زبان میں مل سکتا تھا سب پر عبور ہو گیا تھا۔ مذہب میں سرسید احمد کی تحریریں بھی زیر مطالعہ آتی تھیں۔ میٹریکولیشن کے مرحلہ سے گذر کر مَیں مرے کالج سیالکوٹ میں داخل ہُوا یہ کالج بھی سکاچ مشن والوں کا ہی تھا۔ سید میر حسن صاحب جو علّامہ اقبال مرحوم کے بھی استاد تھے سکول اور بعد کالج میں عربی پڑھاتے تھے۔ آپ مذہب میں سید احمد کے بڑے مدّاح تھے اور عربی کے علاوہ فارسی اور اردو زبان پر بھی عالمانہ عبور رکھتے تھے۔ مَیں کالج میں عربی اور گھر پر اُن سے فارسی بھی پڑھتا تھا۔

مَیں نے مرے کالج سے بی۔اے پاس کیا اور پھر لاء کالج لاہور سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۴۶ء تک وکالت کی پریکٹس کرتا رہا ہوں۔ فروری ۱۹۴۰ء میں مَیں نے عیدالاضحیہ کے دن بیعت کا فارم پُر کیا تھا۔ میرے کئی رشتہ دار احمدی تھے اکثر ان کے مکان پر احمدی مبلّغین سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اور بحثیں بھی مگر ان بحثوں کا نتیجہ نہ نکلتا تھا۔ بحث برائے بحث ہی ہوتی تھی۔ ۱۹۳۹ء میں جلسہ سالانہ پر جب سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

کی پچیس (۲۵) سالہ خلافت کی جوبلی منائی گئی تھی میں بعض دوستوں کی دعوت پر قادیان پہلی دفعہ آیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں سپیشل ٹرین پر جو سیالکوٹ سے قادیان کو سیدھی آتی تھی سوار ہوا تھا۔ ٹرین میں چونکہ صرف احمدی احباب ہی تھے انکے طور و طریق سے جو متقیانہ تھے میں بہت متاثر ہوا۔ خاصکر ویرکا اسٹیشن پر جہاں گاڑی کچھ عرصہ کیلئے ٹھہری آئی ہوئی سواریاں سپیشل ٹرین پر چڑھیں لوگوں کا شوق و ذوق دیکھکر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ انتہائی سردی کے موسم میں برقعہ پوش خواتین اکثر بچوں کو سینوں سے لگائے ہوئے تعلیمیافتہ خاوندوں بھائیوں اور والدین کے ساتھ ہجوم در ہجوم ٹرین کی طرف لپک رہی تھیں۔ یہ منظر نہایت ہی پُر اثر تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں آدھا مرزائی تو اب تک ہو چکا تھا تاہم ابھی انکار کا جذبہ بھی موجود تھا۔

قادیان میں اپنے ایک ہمراہی کے رشتہ دار کے گھر قیام کیا۔ ایک کمرہ میں کسیر کا فرش بچھا تھا اسی پر بستر لگا لیا۔ دال کے ساتھ تنوری روٹی کا مزا اسی دن معلوم ہوا۔ جوبلی کا جلسہ بڑا پُر رونق تھا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تقریروں کا اثر بیان سے باہر ہے تاہم جلسہ کے اختتام تک میں غیر احمدی ہی رہا۔ واپسی پر راستہ میں کسی دوست سے لیکر ایک کتاب "انقلاب حقیقی" کا مطالعہ کیا تو میں نے محسوس کیا کہ میں پورے کا پورا "مرزائی" ہو چکا ہوں۔ یہ بنیاد بڑی مستحکم ثابت ہوئی۔ چنانچہ میں جماعت احمدیہ سیالکوٹ میں جمعہ کی نماز کے لئے جانے لگا۔ آخر جیسا کہ اوپر کہہ آیا ہوں فروری ۱۹۴۰ء بروز عید الاضحیہ کو بیعت کا فارم پُر کر کے مقامی امیر جماعت کی خدمت میں پیش کر دیا

اس پر عام مسلمانوں نے تو شاید کوئی نوٹس نہ لیا البتہ پیغامیوں میں سے ایک دوست چند روز بعد میرے مکان پر تشریف لائے۔ وہ مجھے پہلے ہی جانتے تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بیٹھنے کے بعد انہوں نے سوال کیا کہ کیا آپ نے مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھی ہیں؟ میں نے کہا کچھ کچھ پڑھی ہیں۔ فرمانے لگے کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ اچھا! یہ بات ہے تو مجھے اپنی بیعت واپس لینی پڑے گی کیونکہ اگر وہ نبی نہیں تھے تو بیعت کا مجھے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ سن کر وہ ذرا بوکھلا گئے پھر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے رخصت ہو گئے۔

ایسا ہی ایک واقعہ قادیان میں بھی ہوا۔ میں اُن صاحب کا نام نہیں لینا چاہتا۔ اُن دنوں الفضل میں

میں نیا نیا آیا تھا۔ اور میں نے زندہ خدا زندہ رسول اور زندہ کتاب پر الفضل میں متواتر اداریے لکھے تھے اس کے بعد وہ آج تک خاموش ہیں اور عقیدہ پر ان سے گفتگو نہیں ہوئی۔

میں الفضل میں ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو بطور ایڈیٹر کے آیا تھا۔ ۱۹۴۰ء سے لیکر اکتوبر ۱۹۴۶ء تک سیالکوٹ میں ہی رہا۔ اس دوران اکثر بار بعض علماء سے بھی تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ ان میں سے ایک مولوی مودودی صاحب بھی ہیں جو ان دنوں اکثر سیالکوٹ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے یہاں ایک حلقہ اپنے ہمخیالوں کا بنالیا ہوا تھا۔ میں اکثر انکی مجالس میں شمولیت کرتا رہا ہوں۔ ایک روز تو قریباً دو گھنٹے آپ سے مناظرہ بھی ہوتا رہا۔ میرا ان سے مطالبہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک مثال ایسی بتائیے کہ کسی نبی نے پہلے حکومت قائم کر کے اپنا دین پھیلایا ہو۔ آپ کہتے ہیں ہم طریق نبوت پر کام کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بغیر حکومت کے دین قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ کسی نبی نے بھی پہلے حکومت قائم کر کے دین کی تبلیغ نہیں کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی نبی نے یہ تعلیم نہیں دی کہ پہلے اقتدار ہاتھ میں لو اور یہ کہ اقامت دین کے لئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کرنا لازمی ہے یا یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا منتہائے مقصود حکومتی اقتدار اپنے ہاتھ میں لینا ہے۔ بلکہ ہمیشہ انکا منتہائے مقصود انابت الٰہیہ ہی رہا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم بھی قرب الٰہی ہی کی راہنمائی کرتی ہے اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی نمونہ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ البتہ حکومت ایک انعام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کو انکے تقویٰ کے پیش نظر دیتا ہے۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حکومت دی اور مسلمانوں کو بھی دی۔ مگر حکومت حاصل کرنا انبیاء علیہم السلام کا منتہائے مقصود نہیں ہے جیسا کہ آپنے اپنی کتابوں میں بیان کیا۔ مودودی صاحب نے بہت کوشش کی مگر میرے نزدیک وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ اور آخر یہ کہکر کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے مجلس برخواست کر دی۔

ایک بار مودودی صاحب نے اپنے ماہنامہ ترجمان القرآن میں تفسیر کے ضمن میں یہ بھی لکھدیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت مستقل نہیں تھی۔ میں نے انہیں خط میں لکھا کہ آخر آپنے بھی غیر مستقل نبوت تسلیم کر ہی لی۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ میری مراد مددگار نبی کی تھی چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لکنت سے بات کرتے تھے اس لئے انہوں نے

اللہ تعالیٰ سے حضرت ہارون علیہ السلام کیلئے نبوت بطور مددگار نبی کے مانگ کر حاصل کی۔

بات یہ ہے کہ مودودی صاحب نے ایک رسالہ دینیات شائع کر رکھا ہے۔ اس رسالہ کی پہلی ایڈیشنوں میں آپنے نبی مبعوث ہونے کی تین وجوہات بیان کی ہیں۔ میں نے مودودی صاحب سے پوچھا تھا کہ ان تینوں وجوہات میں سے حضرت ہارون علیہ السلام پر کوئی وجہ چسپاں نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپنے بعد کے ایڈیشنوں میں حاشیہ میں مددگار نبی کی چوتھی وجہ بھی بڑھا دی ہے۔ پھر میں نے مودودی صاحب کو یہ بھی لکھا تھا کہ کسی نبی میں لکنت کا نقص ہونے کی وجہ سے مددگار نبی مل سکتا ہے تو جب نبی دنیا سے رخصت ہی ہو چکا ہو اور اس کا کوئی وجود دنیا میں نہ رہے تو اگر اس کی اُمت بگڑ جائے یہاں تک کہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا عالم ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر غیر مستقل۔ ظلّی۔ بروزی نبی جس کو امتی کہہ سکتے ہیں کیوں نہیں آسکتا۔ اس کا جواب چونکہ مودودی صاحب کے پاس کوئی نہیں تھا اسلئے خط وکتابت ختم ہو گئی۔

اسی طرح بعض دیگر اہل علم حضرات سے بھی خاصکر "ختم نبوت" کے متعلق میں نے خط وکتابت کی ہے۔ یہاں سب کا ذکر ممکن نہیں اسی پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ میں ابھی تک بطور ایڈیٹر الفضل خدمت دین کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔ میرے خیالات سب کے سب سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کے فیض سے ہیں یا آپ کے خلفاء کے فیض سے ہیں۔ میں نے جو کچھ بھی الفضل میں لکھا ہے وہ دراصل سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور ملفوظات کا اپنے بھونڈے الفاظ میں چربہ ہے۔ جہاں تک میں نے احمدیت کی صحیح ترجمانی کی ہے وہ اسی آفتاب عالم تاب کی ادنیٰ کرمفرمائیوں کا کرشمہ ہے اور اگر میں نے صحیح ترجمانی کی ہے تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کے صدقے میں میری مغفرت فرمائے اور اگر مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں اور ضرور ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے رحم وکرم سے انکی پردہ پوشی فرمائے۔ احباب سے التماس دعا ہے کہ وہ بھی خاکسار کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ میری عاقبت بخیر کرے۔ آمین

روشن دین تنویر ۶۹-۱۱-۶

حالات و واقعات
از

مکرم و محترم جناب گیانی عباد اللہ صاحب مینجر روزنامہ الفضل ربوہ

خاکسار نے ۱۹۳۰ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی اسوقت خاکسار کی عمر ۲۲ - ۲۳ سال کے درمیان تھی - خاکسار کو احمدیت قبول کرنے کا شرف اپنے بھانجے محمود الحسن صاحب بنی اسرائیل مرحوم کے ذریعہ ہوا - وہ ہمارے خاندان میں پہلے احمدی تھے اور ۱۹۳۲ء میں خاکسار نے سیدنا المصلح الموعودؓ کے ارشاد پر امرتسر سے گیانی کا امتحان جوکہ گورمکھی زبان کا آخری امتحان ہے پاس کیا اور اس کے بعد ۱۹۳۶ء میں خاکسار مکرم و محترم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی ترغیب اور تحریک پر نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان سے منسلک ہوگیا اور ۱۹۵۳ء تک بطور مبلغ کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق ملی - اس عرصہ میں خاکسار کو تقریباً سارے ہندوستان کے سفر کرنے کے مواقع میسر آئے اور ہندوؤں کے بڑے بڑے تیرتھوں مثلاً ہردوار - متھرا - اجودھیا - دوارکا - اور جگن ناتھ پوری تک گیا اور بڑے بڑے پنڈتوں سے تبلیغی گفتگو کی - نیز سکھوں کے بڑے بڑے تاریخی گوردواروں - ننکانہ صاحب - حسن ابدال - تخت سری کیس گڑھ صاحب اور اچل نگر حضور ناندیڑ حیدر آباد دکن کے درشن کرنے کے مواقع بھی ملے اور ان گوردواروں کے بڑے بڑے گیانیوں اور پرچارکوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی سعادت حاصل ہوئی -

بالآخر "کافر" نے ہی اسلام کی لاج رکھ لی

خاکسار کو اپنے تبلیغی سفروں کے دوران میں سنگرور جانے کا اتفاق ہوا - وہاں جماعت احمدیہ کا دو دن جلسہ تھا - اور مرکزی مبلغین کا جو قافلہ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیر کی قیادت میں روانہ ہوا اس میں خاکسار بھی تھا - جب ہم سنگرور پہنچے تو وہاں رھوری کے

ایک دوست جو خاکسار کے ہی ہم نام تھے اور وکالت کا کام کرتے تھے تشریف لائے۔ان سے معلوم ہوا کہ ہمارے جلسہ سے ایک دن قبل انجمن اسلامیہ دھوری کا سہ روزہ سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔ اور پہلے دن ایک مولوی صاحب نے دوران تقریر میں یہ کہہ دیا کہ گورو نانک جی نے بھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی ہے۔ دھوری ریاست پٹیالہ کا ایک قصبہ ہے اور وہاں سکھوں کو بہت بڑی اکثریت حاصل تھی۔جب مولوی صاحب نے یہ کہا کہ گورو نانک جی نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کی ہے اور اپنے اس خیال کی تائید میں جنم ساکھی سے گورو نانک جی کا یہ شلوک بھی پڑھ دیا۔

اوّل ناؤں خدائیدا در دربان رسول !

شیخا نیت راس کر تاں درگاہ پویں قبول !

تو سکھوں نے شور مچا دیا اور مولوی صاحب سے حوالہ طلب کیا۔ چونکہ مولوی صاحب گورمکھی نہیں جانتے تھے وہ حوالہ نہ دکھا سکے۔ اس پر انجمن اسلامیہ والوں کو سکھوں سے معافی مانگ کر پیچھا چھڑانا پڑا۔جب یہ بات خاکسار نے سُنی تو حضرت نیّر رضؓ صاحب سے کہا کہ آپ امیر قافلہ ہیں۔ خاکسار کو ایک دو دن کے لئے دھوری ٹھہرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں انہوں نے فرمایا۔ بیٹا! وہ سکھوں کا قصبہ ہے اور ریاست پٹیالہ میں ہے۔ کوئی قباحت نہ ہو۔خاکسار نے ان سے منت سماجت کر کے اجازت حاصل کر لی ۔ مَیں اور میرے ہم نام وکیل صاحب دونوں سنگرور سے دھوری آ گئے۔ اور سیکرٹری صاحب انجمن اسلامیہ سے ملے۔ اُن کا پنڈال ابھی جوں کا توں تھا۔کیونکہ ہمارے جانے سے ایک دن پہلے ہی رات کو اُن کا جلسہ ختم ہو گیا تھا۔ اُن سے عرض کیا کہ یہ پنڈال جوں کا توں رہنے دیں۔ خاکسار یہاں تقریر کریگا۔ وہ کچھ گھبرائے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم یہ سب سامان کسی دوسری جگہ اپنے آدمیوں کے ذریعہ منتقل کرا دیتے ہیں ایک دن کا مزید کرایہ بھی انجمن کی طرف سے ادا کر دیں گے۔ آپ یہاں کی بجائے دوسری جگہ جلسہ کر لیں۔ چنانچہ ہم نے مکرم عباد اللہ صاحب وکیل کے مکان کے ساتھ ہی جلسہ منعقد کرنیکا اعلان کر دیا

چونکہ ایک دو دن پہلے ایک واقعہ ہو چکا تھا اس لئے لوگ اس جلسہ میں ہزاروں کی تعداد میں آئے۔ کم از کم چار پانچ ہزار کے قریب حاضری ہو گی جن میں سکھ بہت کثرت سے تھے۔ دھوری میں صرف عباد اللہ صاحب وکیل ان دنوں اکیلے احمدی تھے اور کوئی دوسرا گھر احمدیوں کا نہ تھا۔ دھوری کے افسر اعلیٰ ایک شیعہ دوست تھے جو ریاست کی طرف سے غالباً وہاں مجسٹریٹ یا ایس ڈی او تھے اُن کی خدمت میں جلسہ کے لئے درخواست دی گئی۔ چونکہ مکرم عباد اللہ صاحب وکیل کی طرف سے تھی۔ انہوں نے جلسہ کی منظوری دے دی۔ مگر بعض شرائط زبانی طور پر بیان کر دیں۔ رات کو نماز مغرب کے بعد جلسہ کیا گیا۔

خاکسار نے جلسہ میں تقریر شروع کی اور دوران تقریر میں دھوری کے تازہ واقعہ کا ذکر کیا۔ مَیں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو وہ مولوی صاحب گورو نانک صاحب کی تعلیم سے آشنا تھے اور نہ وہ سکھ صاحب جس نے یہ اعتراض اٹھایا تھا۔ کیونکہ یہ کوئی قابلِ اعتراض بات یا کوئی قابل تحقیق بات نہیں تھی۔ دنیا میں ہر شریف انسان دوسرے شریف انسان کی عزّت کرتا ہے۔ اس کے بعد خاکسار نے بیان کیا کہ میرے سکھ دوستوں کو اس امر کا خیال رہے کہ اُن کی مقدس کتاب گرو گرنتھ صاحب میں مسلمان بزرگوں کا بھی کلام درج ہے اور جب وہ گورو گرنتھ صاحب کو سجدہ کرتے ہیں تو اس کلام کو بھی سجدہ ہو جاتا ہے جو مسلمانوں کا بیان کردہ ہے۔ اور وہ مسلمان بزرگ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ جس مذہب کے لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے کلام کو سجدے کرتے ہیں تو وہ یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ اُن کے گورو نے رسولِ خدا کی عزّت نہیں کی۔ مَیں نے سکھّوں سے یہ بھی کہا کہ آپ پہلے گورو گرنتھ صاحب میں سے مسلمان بزرگوں کا کلام نکال کر ہمارے حوالے کر دیں۔ پھر آپ بے شک یہ کہنے کا حق رکھ سکیں گے کہ سکھ مذہب میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عزّت نہیں کی گئی۔ مگر کون سکھ ہے جو ایسا کر سکتا ہے۔ جو بھی گرنتھ صاحب میں سے کوئی کلام نکالنے کی کوشش کرے گا۔ وہ خود

سکھی سے خارج ہو جائے گا۔ خاکسار نے اس وقت یہ الفاظ کچھ ایسے رنگ میں کہے اور ایسے انداز سے کہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن میں اچھا خاصہ اثر پیدا کر دیا۔ اور سکھوں میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ اس کے بعد میں نے گورو نانک جی کے وہ شبد اور شلوک پڑھنے شروع کر دیئے جن میں انہوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی ہے۔ روانی میں میں متنازعہ فیہ شلوک بھی پڑھ گیا۔ جب میں نے وہ شلوک پڑھا تو ایک سکھ ودّوان سٹیج پر تشریف لے آئے اور کہنے لگے۔ گیانی صاحب یہ شلوک جو آپ نے پڑھا ہے۔ اس کا حوالہ چاہیئے ان دنوں میرا طریق یہ تھا کہ میں ضروری کتب ساتھ رکھا کرتا تھا۔ جوانی کا عالم تھا۔ کئی مرتبہ کوئی قلی یا تانگہ نہ ملنے کی وجہ سے میں خود وہ ٹرنک اٹھا کر دیہات میں چل پڑتا دو دو چار چار میل بلکہ کئی مرتبہ آٹھ آٹھ دس دس میل بھی راستہ میں ٹھہرتا ہوا پیدل چلا جاتا۔ اس وقت بھی کتابیں میرے ساتھ تھیں اور سٹیج پر رکھی پڑی تھیں۔ میں نے جنم ساکھی اٹھائی اور اُن سے کہا کہ یہ وہ شلوک ہے۔ اب آپ خود لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔

اصل بات یہ تھی وہ سکھ ودّوان بھی اپنی بات میں سچا تھا۔ کیونکہ اس نے جو جنم ساکھی پڑھی ہوئی تھی اس میں یہ شلوک بدل کر چھاپا گیا تھا۔ میں نے اُسے بتایا کہ اب یہ شلوک بدل دیا گیا ہے۔ اور

اول ناؤں خدائیدا در دربان رسول شیخانیت راس کرتاں درگاہ پویں قبول

کی بجائے

اول ناؤں خدائیدا در کیتے نبی رسول شیخانیت راس کرتاں درگاہ پویں قبول

کر دیا گیا ہے۔ اس پر اُس کی تسلی ہو گئی۔ خاکسار نے ابھی اپنی تقریر کے چند جملے ہی بیان کئے تھے کہ ایک اور سکھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے دُور سے آواز دی۔ گیانی صاحب۔ میرا ایک سوال ہے اس کا جواب دیا جائے۔ میں نے ان سے یہ شرط کی۔ کہ ایک سوال آپ کریں میں اس کا جواب دونگا۔ اس کے بعد میں آپ پر سوال اسی قسم کا کروں گا۔ اُس کا

جواب اس نے دینا ہوگا اور یہ سوال و جواب ہار جیت کے لئے نہیں بلکہ تحقیق کی غرض سے ہونگے
انہوں نے یہ شرط مان لی - اور اپنا سوال یہ پیش کیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اسلام ایک صلح کا
مذہب ہے اور گورو نانک جی نے بھی اسلام کی تعلیمات کو اپنایا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ
سرہند میں صوبہ سرہند نے گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچے زندہ دیوار میں چنوا دیئے تھے ؟
خاکسار نے ان سے عرض کیا کہ صوبہ سرہند یا کسی اَور کے فعل کا اسلام ذمہ دار نہیں ہے
اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اچھا نہیں کیا - اور نہ اسے اچھا کہا جا سکتا ہے -
اس پر اُس نے کہا کہ میرا جواب آگیا - مَیں نے کہا کہ میرا سوال رہ گیا ہے - خاکسار نے
ان سے یہ سوال کیا کہ سردار صاحب آپ بتائیں کہ سکھ مذہب کی رُو سے بچوں کو مارنا اور
ایسے بچوں کو مارنا جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے بلکہ اپنی ماؤں کے شکموں میں ہی ہوں جائز
ہے یا ناجائز ہے - انہوں نے فوراً کہا کہ سراسر ناجائز ہے اور جو اس فعل کا مرتکب ہے اُس
سے بڑھ کر ظالم ہی کون ہے - اس پر گیانی گیان سنگھ جی کا پنتھ پرکاش اٹھایا اور
اُس میں سے پڑھ کر سُنایا کہ جب بندہ بیراگی سرہند میں داخل ہوا تو اس کے بارے میں
یہ مرقوم ہے کہ

بال بردھ تھہ تیرن نجاۓ
پھڑ پھڑ بندے قتل کراۓ
ترگنیاں کے پیٹوں بچے
تھہ کڈھوائے تھے سب کچے

مَیں نے یہ شعر پڑھنے کے بعد اُن سے کہا کہ سردار صاحب اب فرمائیے کیا ارشاد
ہے - سردار صاحب بہت گھبرا گئے - اور انہوں نے ہزاروں کے مجمع میں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی
اُن کا معافی مانگنا تھا کہ سکھ اُن پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر ان کا کچومر نکال دیا - اور
سارا جلسہ درہم برہم ہوگیا -

صبح جب خاکسار بازار میں گیا تو تمام مسلمان خوش تھے۔ جس دوکان پر ہم نے چائے پی وہاں مسلمان تپاک سے ملتے اور کہتے کہ آپ نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ مَیں نے اُن کو یہی جواب دیا کہ ہم تمہاری نظر میں کافر جو ٹھہرے۔

کرشن اوّل اور کرشن ثانی

خاکسار ایک مرتبہ اپنے تبلیغی سفروں کے دوران میں ایک مرتبہ مراد آباد گیا۔ وہاں محلہ لال کنوآں میں اپنے ایک احمدی دوست کے ہاں مقیم ہوا۔ ایک ہندو پنڈت صاحب وہاں صاحب خانہ کے بچوں کو پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک دن انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کرشن ثانی مانتے ہیں تو وہ بڑی حقارت سے بولا کہ ہم لوگ زمین پر بیٹھے بیٹھے آسمان کی باتیں بتا دیتے ہیں۔ سال بھر پہلے سورج گرہن اور چاند گرہن کا اعلان کر دیتے ہیں اور ہمارے بتائے وقت پر ہی گرہن لگا کرتے ہیں۔ اس لئے اگر کرشن کا ظہور ہوا ہے تو ہم کو اس کا علم نہ ہو یہ ناممکن ہے۔

خاکسار نے نہایت ادب سے اُن سے ذکر کیا۔ پنڈت جی یہ حساب کی باتیں ہیں ان کا روحانی علوم اور روحانی باتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ روحانی باتیں تو رُوح کی پاکیزگی اور خشیۃ اللہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ لوگوں نے کرشن اوّل کی جو اخلاقی اور روحانی تصویر ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ اُس سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ جس کرشن کو آپ مانتے ہیں اس کے متعلق بھی آپ بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہیں۔ جس کرشنِ ثانی پر آپ کا ایمان ہی نہیں اُس کے بارہ میں آپ کو کیا علم ہو سکتا ہے۔ خاکسار اپنے ان سفروں میں کرشن جی کی مختلف تصاویر جو خود ہندوؤں نے شائع کی ہوئی ہیں ساتھ رکھا کرتا تھا۔ چنانچہ مَیں نے دو تین تصاویر جن میں سے ایک تصویر ننگی عورتوں کے ساتھ جو دریا میں نہا رہی تھیں ان کے سامنے پیش کر دی اُس میں کرشن جی کا ان کے کپڑے اٹھا کر درخت پر چڑھ جانا اور وہاں بنسری بجانا دکھایا گیا تھا۔ مَیں نے یہ تصویر اُن کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ یہ ہیں وہ کرشن اوّل جن پر آپ کا ایمان ہے۔

کیا کوئی با اخلاق آدمی ایسا پسند کرے گا کہ وہ اس طرح ننگی عورتوں کے کپڑے اٹھا کرلے جائے اور درخت پر چڑھ کر انہیں پریشان کرے۔ اس پر وہ جھنجھلا کر کہنے لگے کہ یہ تصویریں غلط ہیں میں انہیں درست نہیں جانتا۔ میں نے ہنس کر انہیں کہا کہ پنڈت جی! اگر میں اس تصویر میں بیان کردہ مضمون کو آپ پر واضح کر دوں تو آپ کو اسے تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ کرشن اوّل کو بھی نہیں سمجھ سکے اس صورت میں آپ کرشن ثانی کی شناخت کیونکر کر سکتے ہیں۔

میں نے اُن سے عرض کیا کہ دنیا کے اکثر مذاہب نے دنیا دار لوگوں کو عورت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور ہمارے ہاں تو صوفیاء کرام کا یہ مشہور مقولہ ہے طَالِبُ الدُّنْیَا مُؤَنَّثٌ دنیا کا طالب عورت ہے۔ تو یہ عورتیں جو تصویر میں دکھائی گئی ہیں کہ دراصل دنیا دار لوگ ہیں۔ اور انہیں دریا میں ڈوبتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اور آپ کے ہاں تو دنیا کا نام ہی بھو ساگر ہے یعنی ڈراونا دریا۔ تو اس تصویر کا مضمون یہ ہوا کہ جب سری کرشن جی تشریف لائے۔ دنیا کے لوگ دنیا میں غرق تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو انہوں نے سرے سے بھلا دیا تھا اور انہیں ننگا اس لئے دکھایا گیا ہے کہ انہوں نے تقویٰ کا لباس اُتار دیا تھا اور وہ ننگے ہو گئے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ کرشن ثانی کا بھی یہی کام ہے۔ مولوی سب ننگے ہو گئے۔ اور اس تصویر میں سری کرشن جی کو درخت پر دکھایا ہے۔ وہ درخت اصل میں کلمۂ طیبہ ہے جسے ہمارے قرآن شریف میں بھی درخت سے تشبیہ دی گئی ہے خود گیتا میں بھی گیان کو درخت سے مشابہت دی ہے۔ اور کرشن جی کے پاس کپڑے بھی دکھائے گئے ہیں۔ اور کپڑے اصل تقویٰ کا لباس ہے۔ اور کرشن جی کے پاس نبوت اور رسالت کی بنسری تھی۔ اور وہ لوگوں سے یہی کہتے تھے کہ اب اگر تم تقویٰ کا لباس پہن کر اپنا ننگ ڈھانکنا چاہتے ہو اور خدا رسیدہ بننا چاہتے ہو تو میرے پیچھے آؤ۔ میں تمہیں نجات کا صحیح راستہ بتاؤں گا۔ میں نے پنڈت جی سے کہا کہ کرشن ثانی نے بھی یہی کہا ہے ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے ؛ ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

جب خاکسار نے یہ بیان کیا تو پنڈت جی پر سکوت طاری ہو گیا - مَیں نے آخر میں انہیں کہا کہ آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ کرشن اوّل کو آپ نے صحیح سمجھا یا کرشن ثانی نے بالکل صحیح سمجھایا -

گورو گرنتھ صاحب کے ایک ایک شبد کے کئی کئی معنے

خاکسار کو ایک مرتبہ کاندیڑ حیدر آباد دکن جانے کا اتفاق ہوا - وہاں سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ جی کی آخری آمگاہ ہے اور دوسرے تاریخی گوردوارے بھی ہیں - مَیں وہاں تین چار دن ٹھہرا اور سبھی گوردوارے دیکھے اور ان سے متعلق ضروری معلومات حاصل کیں - ایک دن میں وہاں کے سربراہ کے پاس گیا - اُن سے بات چیت ہو رہی تھی کہ وہاں کے ہیڈ گرنتھی صاحب تشریف لے آئے - جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ مَیں پنجاب سے آیا ہوں اور گیانی پاس ہوں - تو وہ بڑے متکبرانہ انداز میں بولے - امرتسر کے گیانی گورو گرنتھ صاحب کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں رکھتے - یونہی چار کتابیں پڑھیں اور امتحان دیکر پاس ہو جاتے ہیں - میرے استاد گورو گرنتھ صاحب کے ایک ایک شبد کے دس دس پندرہ پندرہ معنے کیا کرتے تھے اور آٹھ آٹھ دس دس معنے تو مَیں بھی کر سکتا ہوں - خاکسار نے ان سے نہایت نرمی سے کہا کہ پھر تو میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ مجھے ایک ایسے عالم فاضل کے درشن کرنے کا موقعہ ملا جو گرنتھ صاحب کے ایک ایک شبد کے کئی کئی معنے کر سکتے ہیں - اس پر مَیں نے عرض کیا کہ کیا مَیں بھی کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہوں - انہوں نے بڑے تحکمانہ انداز سے کہا کہ آپ پوچھ سکتے ہیں - مَیں نے اُن سے عرض کیا کہ گورو گرنتھ صاحب کے الفاظ کے مختلف مقامات پر الگ الگ ہجے کیوں بیان کئے گئے ہیں - اس میں کیا حکمت ہے - مثلاً ایک لفظ "پاوے" ہے - یہ کہیں "پاوے" کہیں "پاویے" - کہیں "پاوین" - کہیں "پائیے" - کہیں "پائیا" - کہیں "پائیو" - کہیں "پاوہی" کہیں "پائیگو" - کہیں "پائی آ" وغیرہ شکلوں میں کیوں آیا ہے -

یہ سوال گورو گرنتھ صاحب کی گرامر سے متعلق تھا - اور مجھے یہ علم تھا کہ کاندیڑ کے

گیانی صاحبان گورو گرنتھ صاحب کی گرامر کے بارہ میں کچھ بھی نہیں جانتے کیونکہ وہ اسے کفر تصوّر کرتے ہیں اور پرنسپل تیجا سنگھ جی نے اس بارے میں بہت محنت کر کے اس کی گرامر تیار کی ہے اور ان کے بعد پروفیسر صاحب سنگھ نے تو اس سلسلہ میں ایک اچھی خاصی کتاب بھی شائع کی ہے۔ میرے اس سوال کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ پاس کھڑے سربراہ صاحب بولے کہ گیانی جی۔ آپ تو ایک ایک شبد کے آٹھ آٹھ دس دس معنے جاننے کے مدعی تھے۔ اس امرتسری گیانی نے تو آپ سے کسی شبد کے معنے دریافت نہیں کئے بلکہ صرف گورو گرنتھ صاحب کے ایک لفظ کے ہجوں سے متعلق سوال کیا ہے اور آپ کچھ بھی نہیں بتا سکے۔

اس پر مَیں نے سربراہ صاحب سے عرض کیا کہ اس سوال کا جواب ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ انہوں نے گورو گرنتھ صاحب کی گرامر کا پڑھنا ہی کفر قرار دیا ہوا ہے اور یہ سوال گرامر سے متعلق ہے اس کا یہ کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اسپر بات ختم ہو گئی۔

گورودوارے میں تقریر

ایک مرتبہ خاکسار جھانسی گیا۔ وہاں ہمارے ایک احمدی دوست محلہ کھڑکی علی غول میں رہا کرتے تھے۔ غالباً ان کا نام مکرم محمد خالد تھا۔ جن دنوں خاکسار وہاں گیا وہ بمبئی گئے ہوئے تھے۔ البتہ ان کے بچے وہاں ہی تھے۔ اور ان کا لڑکا تو اسٹیشن پر بھی آیا ہوا تھا۔ مکرم خان عبدالمالک خان صاحب مربّی سلسلہ بھی خاکسار کے ساتھ تھے۔ ہم نے وہاں تین چار روز قیام کیا۔ ہم دونوں نے کوشش کی کہ ایک جلسہ وہاں کیا جائے۔ چنانچہ وہاں کے مقامی سکھوں اور دوسرے لوگوں سے مل ملا کر یہ طے پایا کہ سکھوں کے گوردوارہ میں جلسہ کیا جائے اور تقریر سکھ مسلم خوشگوار تعلقات کے موضوع پر ہو۔ وہاں سکھ کافی تھے۔ اور ایک صاحب جو نامدھاری فرقہ سے تعلق رکھتے تھے ان کی طرف سے جلسہ کا اشتہار دیا گیا۔ اس میں ایک غلطی یہ ہو گئی کہ نامدھاری دوست نے بغیر گوردوارہ کمیٹی کے صدر سے دریافت کرنے کے جلسہ کا اعلان کر دیا۔ جب ہم لوگ وقت پر گوردوارے گئے تو صدر کمیٹی نے

گوردوارے میں جلسہ کرنے کی اجازت نہ دی - آخر یہ طے پایا کہ گوردوارہ کے باہر کھلے میدان میں جلسہ کیا جائے - چنانچہ وہاں جلسہ ہوا - خاکسار نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ نہایت وضاحت سے سکھ مسلم تعلقات پر خوشگوار روشنی ڈالی - خاکسار کی یہ تقریر خدا تعالیٰ کے فضل سے مؤثر اور بہت کامیاب رہی - جب میں تقریر کر کے بیٹھ گیا تو گوردوارہ کمیٹی کے صدر صاحب جو ڈاکٹر بھی تھے سٹیج پر تشریف لائے اور کچھ بولنے کے لئے وقت طلب کیا - صدر جلسہ مکرم مولوی عبد المالک خان صاحب نے انہیں اجازت دے دی - انہوں نے بجائے کوئی نئی بات کہنے کے خاکسار کی تقریر کو بہت سراہا اور مجھے سٹیج پر کھڑا کر کے بغلگیر ہوئے -

میں نے فوراً وہ شبد پڑھ دیا جو گورو نانک جی نے شیخ فریدؒ ثانی کے گلے مل کر پڑھا تھا اور وہ یہ تھا :-

آؤ ، بھیئے گل ملاں انگ سہیلڑیاں - مل کے کراں کہانیاں سمرتھ کنت کیاں

ساچے صاحب سب گن اوگن سب اساں

سکھوں نے یہ شبد سُن کر خوشی سے جیکارے بجائے - گوردوارے کے صدر نے یہ بھی کہا کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے کہ ایسی تقریر گوردوارے میں نہیں ہونے دی اگر ایسی تقریر گوردوارے میں نہیں ہو سکتی تو پھر کوئی بھی تقریر نہیں کی جا سکتی -

صدر صاحب نے دوسرے دن ہمیں اپنے گھر پر چائے پر بلایا اور پانچ روپے چندہ بھی دیا اور یہ کہا کہ یہ رقم اسلام کی اشاعت کے لئے ہے جو محبت بھرا ہے اور جس کا آپ لوگوں کو پیغام دیتے ہیں یہ اُس اسلام کے لئے ہے - میں نے ان سے کہا کہ اسلام تو ہے ہی محبت بھرا پیغام اور اسلام کے معنے ہی سلامتی والا ہے - جو تھپڑ مارنے کی تلقین کرے وہ اسلام نہیں - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاکیزہ خلق سے ہی لوگوں کے دل موہ لئے تھے +

"میری جیون یاترا"

از

مکرم و محترم مہاشہ محمد عمر صاحب مربی سلسلہ

مندرجہ ذیل حالات مکرم و محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر مؤلف "برہان ہدایت" کے ارشاد پر لکھ کر دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بہت سے لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب بنائے اور اس کے مؤلف کو خدمتِ سلسلہ کی بیش از پیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مہاشہ محمد عمر

میرا جنم آج سے قریباً چھپن ۵۶ برس پہلے ضلع گورداسپور تحصیل شکر گڑھ کے ایک گاؤں دودھو چک میں ہوا۔ میرے پتاجی کا نام پنڈت دھنی رام کرڑا دادا جی کا نام پنڈت جگت رام تھا۔ میرے پتاجی جیوتش کا کام کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کا اثر دور دراز تک تھا مجھے انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں گورو کل کانگڑی ہریدوار میں داخل کرایا۔ وہاں پر سنسکرت کے اور کوئی زبان نہیں پڑھائی جاتی تھی۔ میں نے بھی وہاں آٹھویں کلاس تک پڑھا۔ جولائی ۱۹۳۲ء تک میں گوروکل کے ودیارتھی اپنے گوروکل گروجی کے ساتھ پہاڑ کی یاترا کیلئے چلے اور بٹالہ میں آریہ سماج کے جلسہ میں شمولیت کے لئے اُترے۔ بٹالہ کا جلسہ ختم ہونے پر ہم گوروکل کے ودیارتھی اپنے گرو پنڈت بودھ دیو جی کے ساتھ قادیان سالانہ جلسہ پر آئے۔ قادیان میں قیام کے دوران ہم اپنے گروجی کے ساتھ حضرت امام جماعت احمدیہ سے ملاقات کیلئے مسجد میں گئے۔ اور ان سے مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ دوسرے دن پھر آپ سے مسجد میں ہی ملے۔ دوران ملاقات میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ میں ایک آسان بات پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آپ ہمیں اپنے چار طالب علم دیں جن کے اخراجات، پڑھائی اور رہائش اور کھانے وغیرہ کا میں ذمہ دار ہونگا اور ہم ان کو عربی پڑھائیں گے اور اگر وہ عربی پڑھنے کے بعد

مسلمان ہونے کا اظہار کریں تو ہم ان کو مسلمان نہیں کرینگے۔ اسی طرح ہم بھی آپ کو چار طالب علم دیتے ہیں آپ انکو سنسکرت پڑھائیں ان کے اخراجات پڑھائی رہائش اور کھانے وغیرہ کے بھی ہم ہی برداشت کرونگا۔ لیکن ہمارے استاد جی نے اس کو منظور نہیں کیا۔ میرے اور دوسرے دوست نے ارادہ کیا کہ ہم اس شرط پر عربی پڑھیں گے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد صرف میں ہی اس شرط پر عربی پڑھنے کے لئے قادیان آیا۔ اور آکر حضرت امام جماعت احمدیہ سے عرض کیا کہ آپنے ہمارے ایک وفد سے بعض شرائط پر عربی پڑھانے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھے یاد ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں عربی پڑھنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ میری پڑھائی کا انتظام فرمادیں۔ چنانچہ آپ نے میرے لئے کھانے کا علیحدہ انتظام کیا جس کو ایک ہندو پکاتا تھا۔ اور عربی کی پڑھائی کے لئے بھی میرا انتظام کردیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل و کرم کیا کہ اُس نے مجھے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دی۔ فالحمد للہ علی ذالک

اسلام میں داخل ہونے کے بعد مجھے سب سے پہلے ملکانہ[5] (یو۔پی) میں جانا پڑا۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صداقت میں بے شمار معجزات اور نشانات دکھائے۔ چنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ہمارا ایک وفد فرخ آباد سے نگریا جواہر جارہا تھا کیونکہ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ یہ گاؤں مرتد ہو رہا ہے وہاں پر جاکر معلوم ہوا کہ وہاں کے تمام مسلمان مرتد ہو گئے ہیں اور گاؤں والوں نے ہم سے کہا کہ آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں ورنہ آپ کو جبرًا نکال دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم وہاں سے

---

[5] ۱۹۲۳ء میں ملک ہندوستان میں ہندوؤں نے یوپی کے علاقہ میں مسلمان ملکانہ راجپوتوں کو ہندو بنانے اور اسلام سے مرتد کرنے کی مہم بڑے وسیع پیمانہ پر شروع کر رکھی تھی۔ اور شدھی کی تحریک آریہ سماج کی طرف سے جاری تھی۔ ہزاروں مسلمان اور گاؤں کے گاؤں ملکانہ راجپوت ہندو بنالئے گئے تھے۔ ان ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لئے احمدی مبلغین کے وفد کے وفد ملکانہ کے علاقہ میں بھیجے تاکہ دین اسلام سے مسلمانوں کے ارتداد کو روکا جائے اور لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جائے۔ آریہ ہندوؤں کا اسلام پر یہ حملہ بڑا سخت تھا جس کی روک تھام کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے احمدی مبلغین کے ذریعہ ملکانہ تحریک ایک منظم صورت میں جاری فرمائی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اسلام کی حفاظت فرمائی یہ ذکر اسی سلسلہ تبلیغ کا ہے۔

رات کے گیارہ بجے کے قریب نکلے۔ راستہ دریائے گنگا کے کنارے کنارے تھا۔ ایک مقام پر جب ہم آئے تو وہاں راستہ نہایت ہی خطرناک تھا۔ رات اندھیری تھی جس کی وجہ سے راستہ کی تلاش میں کافی دقّت ہوتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ چوہدری وزیر محمد صاحب آگے آگے جاکر کھڑے ہو کر آواز دیتے تھے کہ آجاؤ راستہ ٹھیک ہے تو ہم سب آگے چل دیتے تھے۔ ایک مقام پر جب ہم آئے تو وہ راستہ نہایت خطرناک تھا۔ کیونکہ وہاں پر ایک نالہ گنگا میں آکر گرتا تھا جس کی وجہ سے خطرہ تھا کہ کہیں ہم میں سے کوئی دریا میں نہ گر جائے۔ اسی اثناء میں دریائے گنگا سے ایک چراغ نمودار ہوا جو کہ بڑھتے بڑھتے اونچے منارے کے برابر ہو گیا۔ اور وہ بالکل ہمارے قریب آگیا۔ جس کی وجہ سے ہم نے وہ خطرناک راستہ آسانی کے ساتھ طے کر لیا۔ میں چونکہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا اس لئے میں ڈر گیا کہ شاید کوئی بھوت چڑیل نہ ہو میں ڈر کر میاں محمد یامین صاحب مرحوم کتب فروش کے ساتھ چمٹ گیا۔ میری گھبراہٹ کو دیکھکر آپ نے کہا۔ "میاں فکر نہ کرو یہ خدائی آگ ہے جو کہ تمہاری راہنمائی کے لئے خدا تعالےٰ نے بھیجی ہے۔" یہ پہلا نشان تھا کہ جو اللہ تعالےٰ نے مجھے صداقتِ اسلام کا دکھایا۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے مجھ پر بے شمار انعامات کئے جن کا ذکر کرنا بڑا وقت چاہتا ہے مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ اُس کے فضل و کرم سے میں نے مولوی فاضل کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ اور اس کے بعد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغ اسلام کے لئے میرا وقف منظور فرمایا۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک میں حتی المقدور اشاعتِ اسلام کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ میری زندگی کے بہت سے واقعات ہیں جن میں اللہ تعالےٰ نے غیر معمولی طور پر مخالفین کے ساتھ گفتگو میں میری مدد فرمائی۔ میں ان میں سے دو واقعات کا ذکر کرتا ہوں۔

۱۹۴۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت خاکسار حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہندوستان کے دورہ پر گیا۔

ہمارا وفد جب جگن ناتھ پوری پہنچا تو وہاں کے مہنت نے خواہش ظاہر کی کہ اُن کے مندر میں جلسہ ہو۔ اور اس کی صدارت وہ خود کرینگے۔ چنانچہ جلسہ کے تمام انتظام خود مہنت جی نے کیا۔ اور خود جلسہ کی صدارت انہوں نے کی۔ جب جلسہ شروع ہوا اور مہنت جی مہاراج کرسیٔ صدارت پر آکر بیٹھ گئے تو سمندر سے ایک گہرا بادل اٹھا اور آناً فاناً آسمان پر چھا گیا۔ اور بڑی بڑی موٹی بوندیں گرنی شروع ہو گئیں۔ لوگ جو کئی ہزار تھے اُٹھنے شروع ہو گئے مہنت جی نے فرمایا کہ آپ لوگ نہ اٹھیں۔ ہم مٹی کے تھوڑے ہیں کہ بھیگ جائیں گے۔ اُدھر حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ زور زور سے کچھ پڑھ رہے تھے۔ جس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی ایک تو لوگ جلسہ گاہ سے اُٹھ رہے تھے اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحب نے اپنا جلسہ شروع کیا ہے۔ اور بڑی اونچی آواز سے کچھ فرما رہے ہیں۔ آخر چند منٹ کے بعد بادل ہٹ گئے۔ اور مولوی صاحب بھی خاموش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جلسہ بہت ہی کامیاب رہا۔ جلسہ کے اختتام پر میں نے حضرت مولوی راجیکی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ اونچی اونچی کیا لیکچر دے رہے تھے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے لیکچر میں کافی دکھ ہوا تھا۔ فرمانے لگے کہ جب جلسہ شروع ہوا تو میں نے دیکھا کہ فرشتے بادلوں کو اٹھا کر لا رہے ہیں۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ یہ احراریوں والا کام کب سے تم نے شروع کیا۔ کیونکہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جلسہ ہو اور تم اس کو خراب کرو۔ تم یا تو رُک جاؤ ورنہ میں ابھی اللہ تعالیٰ سے تمہاری شکایت کرونگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فرشتے فوری طور پر بادلوں کو موڑ لے گئے۔ اور اس زبردست نشان کا نہ صرف عوام پر بلکہ مہنت صاحب پر بھی بہت اثر ہوا۔ اور میرے لئے ایمان میں زیادتی کا باعث ہوا۔

ایسے ہی ایک دفعہ غالباً اکتوبر ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ بدوملہی میں آریوں کے ساتھ مناظرہ تھا۔ آریہ سماج کی طرف سے پنڈت رام چندر دھلوی مناظر تھے اور مسلمانوں کی طرف سے خاکسار تھا۔ شرائط مناظرہ کی وجہ سے پہلی تقریر میری تھی۔ میں نے اپنی

تقریر میں ایک حوالہ پیش کیا اور یہ حوالہ والی کتاب میرے پاس نہیں تھی - پنڈت رام چندر اپنی باری میں اس حوالہ کے دکھانے کا مطالبہ کرتے اور میں یہ کہکر ٹال دیتا کہ انکار کرو۔ آخر انکو معلوم ہوگیا کہ اصل کتاب ان کے پاس نہیں ہے۔ اس اثناء میں ایک شخص سیٹھ ہاڑی مل میز پر کھڑا ہو کر زور زور سے بولنے لگا اور مطالبہ کیا کہ یہ حوالہ دکھا دو تو میں معہ اپنے خاندان کے مسلمان ہو جاؤنگا اور پچاس ہزار کی جائیداد بھی دے دونگا - اسکے اس مطالبہ سے عوام میں ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا - اور خود جماعت کے افراد بھی اس سے بہت بُری طرح متاثر ہوئے - حضرت مولوی راجیکی صاحب میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے فرمانے لگے کیا بات ہے - میں نے عرض کیا حوالہ تو ہے لیکن میرے پاس کتاب موجود نہیں اتنے میں آپ وضو کر کے نماز کیلئے تشریف لے گئے - اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی کہ اے اللہ تو نے مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہاماً فرمایا ہے کہ اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَ اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ اس وقت تیرے مسیح کی اہانت ہو رہی ہے - چنانچہ اس وقت محترم برادرم مولوی غلام مصطفےٰ صاحب فاضل مرحوم میرے پاس آئے اور کہا کہ کونسی کتاب ہے - شاید ہمارے گھر ہو - میں نے غصہ میں کہا کہ آپ کے پاس وہ کتاب کیسے ہو سکتی ہے لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ آپ کتاب کا نام لیں - میں نے جب کتاب کا نام لیا - تو انہوں نے کہا کہ ہمارے گھر میں ایک بہت بڑی کتاب ہے شاید وہ ہو - وہ ڈھونڈ کر لائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی کتاب تھی اور ۹۵۴ صفحہ پر وہی حوالہ تھا - میں کتاب کو لے کر میز پر چڑھ گیا - اور سیٹھ ہاڑی مل سے کہا کہ آؤ اب چوٹی کٹوانے کے لئے تیار ہو جاؤ - چنانچہ میں نے جب اونچی آواز سے وہ حوالہ پڑھا تو مجمع میں سناٹا چھا گیا - اور آریہ سماجی پنڈت رامچندر دہلوی مع سیٹھ ہاڑی مل اور دیگر ہندوؤں کے بھاگ گئے - مسلمانوں نے خوشی میں ڈھول لے کر تمام گاؤں میں اعلان کیا کہ سیٹھ ہاڑی مل مسلمان ہوگیا - اب وہ مسجد میں آکر کلمہ پڑھے لیکن سیٹھ ہاڑی مل ایک

ہفتہ تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔ اور وہ اِسی دوران میں مر گیا۔

ہندوستان کے پنڈتوں کو چیلنج

ریاست جموں وکشمیر میں گائے کا مارنا جرم تھا اور جو کوئی گائے کو ذبح کرتا حکومت کی طرف سے اس کو دس سال قید کی سزا تھی۔ چنانچہ انہی ایام میں ایک گاؤں میں بعض مسلمانوں نے ایک گائے کو ذبح کیا۔ ہائی کورٹ نے ماتحت عدالت کی سزا گھٹا کر تین سال کر دی۔ اس پر تمام ریاست میں خطرناک ایجی ٹیشن ہوا۔ جلسے اور جلوس نکالے گئے۔ ہندوؤں نے گائے کی حرمت ثابت کرنے کے لئے ہندوستان کے بڑے بڑے وِدوان پنڈتوں کو بلوایا اور مسلمانوں کو چیلنج دیا کہ وہ ہمارے ساتھ بحث کریں کہ آیا ہندو دھرم کی تعلیم کے مطابق گائے مارنا پاپ ہے یا نہیں۔ ہندوؤں نے یہ چیلنج اخبارات کے علاوہ بڑے بڑے پوسٹروں میں بھی شائع کئے اور اس میں لکھا کہ مناظرہ میں فریقین کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اصل کتاب سے حوالہ پڑھ کر بیان کریں۔ چنانچہ ہندوؤں کی طرف سے علاوہ کاشی کے پنڈتوں کے آریہ سماجی مناظر بھی پہنچ گئے۔

محترم مکرم چوہدری عبدالواحد صاحب مرحوم امیر جماعتہائے کشمیر کی درخواست پر حضور نے مجھے بھیجا اور بعض ہدایات بھی دیں۔ مَیں نے جاتے ہی اخبار اصلاح سری نگر میں ہندوؤں کے چیلنج کو منظور کرتے ہوئے "گائے کا ماس کھانے میں کوئی پاپ نہیں ہے" پر متواتر مضامین لکھے اور ایک ایک حوالہ پر ہزار ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ اور ان کو دعوت دی کہ وہ مقام اور وقت کا فیصلہ کر کے مناظرہ کر لیں اور اس کا اعلان بڑے بڑے اشتہاروں اور پوسٹروں میں کیا گیا۔ گورنمنٹ اور ہندو اس سے اتنے گھبرائے کہ مہاراجہ کے پولیٹیکل سیکرٹری نے استاذی المکرم چوہدری عبدالواحد صاحب اور خاکسار کو بلوایا۔ اور کہا کہ اس وقت ریاست میں سخت بد امنی ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کے جذبات ابھرے ہوئے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس وقت آپ گائے کے کھانے پر مضامین نہ لکھیں ہم ہندوؤں کو بھی منع

گر دینگے۔ لیکن استاذی المکرم حضرت چوہدری عبدالواحد صاحب نے فرمایا کہ ہندوؤں نے چیلنج دیا ہے۔ ان کو چاہیئے کہ وہ اپنا چیلنج واپس لے لیں اور معذرت کریں۔ تو ہم بھی اس مضمون پر کچھ نہیں لکھیں گے۔ لیکن جب تک وہ اپنے چیلنج کو واپس نہیں لیں گے ہم برابر اس مضمون پر لکھتے رہا کرینگے۔ آخر جب ہمارے بار بار ہندوؤں کو مناظرہ کے لئے بلانے کے ان کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ مناظرہ کے لئے سامنے آتے تو تحریری طور پر حکومت کو لکھکر دیا جس میں یہ الفاظ بھی تھے کہ ہم گائے مانس بھکشن پر مسلمانوں کو جو شاستر ارتھ کا چیلنج دیا تھا اور جس کی وجہ سے ریاست میں ہندو اور مسلمانوں میں اشانتی اور بدامنی پھیل گئی ہے اور خود حکومت بھی اس سے پریشان ہے اس لئے ہم حکومت کے مشورہ سے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس چیلنج کو واپس لیتے ہیں۔ اگرچہ اس چیلنج کا واپس لینا ہمارے لئے کٹھن اور بے عزتی ہے پرنتو دیش میں امن اور شانتی ستھاپن کے لئے اس کو واپس لیتے ہیں گورنمنٹ کو چاہیئے کہ وہ دوسرے فریق واحمدی جماعت کو بھی پابند کرے کہ وہ آئندہ اس مضمون پر نہ تو اخبارات میں کچھ لکھے اور نہ ہی اشتہارات کے ذریعہ اس کی اشاعت کرے۔

چنانچہ پولیٹیکل سیکرٹری نے ہمیں بلوایا اور ہندوؤں کی یہ تحریر ہمارے سامنے رکھ کر کہا کہ انہوں نے اپنا چیلنج واپس لے لیا ہے آپ لوگوں کا کیا ارادہ ہے۔ ہم نے کہا کہ اگر انہوں نے چیلنج واپس لے لیا ہے تو پھر تو مناظرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں ہم اس کے بعد بھی انفرادی طور پر معدود افراد میں گفتگو کے لئے تیار ہیں لیکن حکومت نے اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کا اثر ریاست جموں وکشمیر کے مسلمانوں پر بہت اچھا ہوا۔

ایک اور واقعہ

ایسا ہی ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر اس خادم کی مدد کی۔ اور وہ اس طرح ہے کہ خاکسار تبلیغی دورہ پر جالندھر چھاؤنی گیا ہوا تھا اور محترم مکرم بابو فضل دین صاحب اوورسیر

کے ہاں مقیم تھا کہ تین آدمی آئے۔ اُن میں سے ایک رو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں متورم تھیں۔ انہوں نے آکر بابو صاحب سے کہا کہ اس آدمی کا لڑکا علاؤ لپور میں پوسٹل کلرک ہے اور وہ آریہ سماجی بن گیا ہے۔ علاؤ لپور کے لوگ اس کے والد کو لے کر اکثر علماء کے پاس گئے ہیں لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ رام چندر کے ساتھ مناظرہ کرے۔ ہم امرتسر میں ایک مولوی صاحب کے پاس گئے اور اس کو تمام حالات بتائے تو انہوں نے جو اخراجات کی تفصیل بتائی وہ اتنی تھی کہ میں اپنا گھر بیچ کر بھی نہیں ادا کر سکتا تھا۔ لڑکے کے باپ نے رو کر ان مولوی صاحب سے کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے اور میرا اکلوتا بیٹا آریہ سماج کی گود میں چلا گیا ہے اور آپ کو کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ اگر میرا بیٹا بچ گیا تو میں اپنی ساری جائیداد آپکو دے دوں گا۔ لیکن مولوی صاحب نے پیشگی اخراجات لئے بغیر آنے سے انکار کر دیا۔ ان کی یہ دردناک داستان سنکر حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لڑکے کے باپ نے بابو فضل الدین صاحب صدر جماعت احمدیہ جالندھر سے ہاتھ باندھ کر کہا کہ خدا کے لئے میرے گھر کو تباہی سے بچاؤ۔ اس وقت آپ کے بغیر اور کوئی میری مدد نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگے۔ بابو صاحب محترم نے فرمایا۔ ہم چلتے ہیں۔ اپنا کرایہ دینگے۔ اپنا کھانا کھائینگے اور آپ کا بھی جانے کا کرایہ ہمارے ہی ذمہ ہے۔ آخر بابو صاحب محترم اور خاکسار مع اس کے والد کے علاؤ لپور کے لئے روانہ ہوئے کوئی چار بجے کے قریب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آریہ سماج میں پنڈت رام چندر دھوری تقریر کر رہے ہیں اور وہ لڑکا ان کے پاس ہی کرسی پر بیٹھا ہے۔ ہمیں دیکھ کر پنڈت جی نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ ہمیں سٹیج پر لے آئے۔ ہم نے انکار کیا اور عام حاضرین کے درمیان ہی بیٹھ گئے۔ ہمارے وہاں پر آنے کے تھوڑی دیر بعد پنڈت جی نے لیکچر ختم کر دیا تو اس نوجوان لڑکے نے اٹھ کر کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں یہ یہ اعتراض ہیں اگر کوئی مسلمان مولوی اس کا جواب دے اور میری تسلی کر دے تو اچھا ہے ورنہ میں آریہ سماجی ہو جاؤنگا۔ اس لڑکے کے اعلان پر مجمع میں پانچ منٹ تک برابر سکون رہا۔ جلسہ میں علاوہ اور علماء کے مولوی محمد علی صاحب جالندھری بھی موجود تھے

آخر محترم بابو فضل دین صاحب کے ارشاد پر خاکسار کھڑا ہوا اور پنڈت جی سے کہا کہ میں ان اعتراضات کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس پر پنڈت جی نے کہا کہ آج کا دن تو ہم نے صرف مسلمانوں کے لئے رکھا ہے۔ آپ کو کل وقت دیا جائیگا۔ اس پر میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ اس لئے میں آج ہی کچھ کہوں گا۔ اس پر پنڈت صاحب نے کہا کہ دوسرے مسلمان آپکو مسلمان نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا جب میں اپنے آپ مسلمان سمجھتا ہوں تو کسی کا کیا حق ہے کہ وہ مجھے غیر مسلم کہے۔ جیسے کہ آپ اپنے آپ کو آریہ سماجی کہتے ہیں حالانکہ گورو کل پارٹی آپ کو غیر آریہ سمجھتی ہے میرا کوئی حق نہیں کہ میں آپ کو غیر آریہ سماجی سمجھوں۔ ایسے ہی جب میں نے اپنے آپ کو مسلمان کہا ہے تو کسی کا کیا حق ہے کہ وہ مجھے غیر مسلم کہے۔ اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں مسلمانوں کا نمائندہ ہوں اور اُن کے مشورہ سے ہی میں کھڑا ہوا ہوں۔ میں نے اونچی آواز سے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب ہمیں خوشی ہوگی اگر آپ تمام مسلمانوں کی طرف سے آریہ سماج کے مناظر سے گفتگو کریں۔

اس پر مولوی محمد علی صاحب جالندھری کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ مقابلہ کفر اور اسلام کا ہے۔ اسلام کی طرف مہاشہ محمد عمر صاحب پیش ہونگے جو کہ مسلمانوں کے نمائندہ ہیں ان کے ساتھ جو ہمارے اختلافات ہیں وہ اندرونی ہیں لیکن غیر مسلموں کے مقابل پر ہم سب ایک ہیں۔

آخر میں نے پنڈت جی کے ساتھ مناظرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ نوجوان بچ گیا۔ اور اُس نے بھرے مجمع میں اعلان کیا کہ میرے شکوک رفع ہوگئے ہیں اور میں ایک پکا مسلمان ہوں۔ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مجمع نے جلوس نکالا۔ اور ہم نے اس نوجوان کے آریہ سماجی بننے سے انکار پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ہم دونوں واپس جالندھر چھاؤنی آگئے۔ مہاشہ محمد عمر بقلم خود ۱۱/۶۶ء

پنڈت دھرم بھکشو سے مناظرہ

جب جون ۱۹۳۹ء میں آریہ سماج دہلی نے اپنی گولڈن جوبلی منائی تو انھوں نے تمام مذاہب کے

علماء کو آریہ سماج کی سٹیج پر آکر اختلافی مسائل پر بات چیت کرنے کی دعوت دی چنانچہ اہلحدیث کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری پیش ہوئے - اور آریہ سماج کی طرف سے پنڈت دھرم بھکشو صاحب پیش ہوئے - جس مسئلہ پر گفتگو ہونی قرار پائی وہ "حدوث روح و مادہ کی قدامت" تھا آریہ سماج کا یہ عقیدہ ہے کہ روح و مادہ قدیم ہیں جو ازل سے چلے آتے ہیں - اور خدا تعالیٰ ان کا خالق نہیں ہے - حالانکہ اسلام کی رُو سے یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ہیں -

دوران مناظرہ دھرم بھکشو صاحب نے ایک آیت کریمہ کو غلط طریقے پر پڑھا - مولوی صاحب نے فوراً اس پر استہزاء کرتے ہوئے ٹوکا کہ آریہ سماج کے مشہور ترین مناظر کو عربی کی آیت صحیح نہیں پڑھنی آتی - اس پر پنڈت جی نے کہا کہ "بے شک میں عربی کے الفاظ غلط پڑھتا ہوں مگر پڑھ ضرور لیتا ہوں اگرچہ میرے نزدیک یہ اونٹوں کی زبان ہے - لیکن آپ تو ہماری زبان کا ایک لفظ غلط بھی نہیں پڑھ سکتے - میں کتاب پر نشان لگا کر دیتا ہوں آپ اس کو پڑھ دیں اور یہ دس روپے انعام لے لیں - اور ساتھ ہی پنڈت جی نے دس روپے کا نوٹ نکال کر رکھ دیا اس پر مجمع میں سناٹا چھا گیا - مولوی صاحب اس چیلنج کو منظور نہ کر سکے اور اسی حال میں مناظرہ تتر بتر ہو گیا - مسلمانوں کا شرم کے مارے بُرا حال تھا -

اُسی دن شام کے وقت مسلمانوں کا ایک وفد بابو نذیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ دہلی کے پاس گیا - اور درخواست کی کہ ہندو مناظر سے مناظرہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ اپنا کوئی مناظر بھیجے - جماعت احمدیہ نے پنڈت جی سے مناظرہ کرنے کے لئے مجھے تعین کیا - ہماشہ فضل حسین صاحب میرے معاون تھے - اگلے روز مناظرہ ہونا قرار پایا اور گفتگو کا موضوع "کیا وید کامل الہامی کتاب ہیں یا قرآن شریف" مقرر کیا گیا -

دوران مناظرہ میں نے ویدکی رُو سے خدا تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے دو منتر پیش کئے - ایک منتر کی رُو سے خدا تعالیٰ کو کھانے پینے والی ہستی ثابت کی گئی ہے اور دوسرے منتر میں یہ پرارتھنا تھی کہ "خدا ہماری چیزیں مت چرا اور مت چروا" اس منتر پر دھرم بھکشو

نے چیلنج کیا کہ یہ سب جھوٹ ہے کہ اس منتر کے یہ معنے نہیں ہیں بلکہ اس منتر میں خدا تعالیٰ سے دُعا کی گئی ہے کہ " وہ ہمارے سامان کی حفاظت کرے ۔ جب میری باری آئی تو میں نے جان بوجھکر اس مسئلے کے متعلق خاموشی اختیار کی ۔ پنڈت جی نے سمجھا کہ مجھ سے کوئی جواب نہیں بن آیا لہذا وہ شیر ہو گئے اور نہایت زور دار آواز میں للکارتے ہوئے کہا کہ مرزائی مبلغ نے نہایت کذب وافتراء اور دیدہ دلیری سے کام لیا ہے ۔ اگر یہ ثابت کردیں کہ ان منتروں کے معانی وہی ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں یعنی خدا کھانے پینے والا اور چوری کرنے اور کروانے والا ہے تو میں ابھی اپنی چوٹی کٹوا دونگا ۔ یعنی اپنی ہار مان لونگا اور اگر وہ یہ ثابت نہ کرسکیں تو وہ آریہ سماجی ہو جائیں ۔

میں نے اس بات کے جواب میں اٹھکر کہا کہ اصولاً یہ بات صحیح نہیں کہ اگر میں ایک دو حوالے ثابت نہ کرسکوں تو اپنے سچے مذہب کا جھوٹا ہونا تسلیم کرلوں اور غیر مذہب میں شامل ہو جاؤں ۔ یہ میری غلطی ہوگی نہ کہ مذہب اسلام کی ۔ لیکن میں نے ویدوں کے دو منتروں کے بارے میں کہا ہے وہ صحیح ہے اور میں پنڈت بھگتورام کا چیلنج بخوشی منظور کرتا ہوں اور اگر میں یہ دو حوالے ثابت نہ کرسکا تو لکھ کر دے دونگا کہ میں پنڈت جی سے ہار گیا ۔ اور آئندہ کبھی ان سے مناظرہ نہیں کرونگا ۔

اس کے بعد میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھا :-

جو خدا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں ؎ ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

اور پھر میں نے منتر پڑھ کر اس کے معانی لغت اور سوامی دیانند کے اپنے کئے ہوئے معانی کی رُو سے ثابت کئے اور کہا کہ پنڈت جی اب آپ نیچے اُتر آئیں تاکہ آپ کی چوٹی کاٹ دی جائے ۔ اور زور سے پکارا کہ " ہے کوئی نائی جو پنڈت جی کی چوٹی کاٹے "

اس پر تمام مسلمان مارے خوشی کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آریہ سماجی سٹیج کی طرف دوڑے تاکہ پنڈت جی کو پکڑ کر اُن کی چوٹی کاٹ ڈالیں ۔ مگر فوراً پولیس کے ایک جتھے نے

آکر پنڈت جی کو سنبھال لیا۔ انہیں وہاں سے نکال کر محفوظ جگہ پر پہنچا دیا۔ مسلمانوں نے خوب نعرے لگائے۔ فضا "اسلام زندہ باد" اور نعرہ ہائے تکبیر اور مہاشہ محمد عمر زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ سناتن دھرمیوں اور جینیوں کے معززین نے آکر محترم امیر صاحب اور خاکسار کو بہت بہت مبارکباد دی۔

مہاشہ محمد عمر ۶۶/۱۱/۶

مولوی "دھرم سیوک" کا واقعہ

ہندوستان کو آزاد کر دینے کا فیصلہ ہو چکا تھا مگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین تعلقات دن بدن کشیدہ ہو رہے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں مذہبی فسادات اور فتنے برپا تھے سیاسی فضا میں عجیب تلخی اور تکدر تھا۔ اس وقت اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ملک میں کسی طرح امن و امان اور صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جائے۔ عام مسلمانوں میں نہ تو یہ رجحان تھا اور نہ ہی مقدرت کہ وہ ہندو مسلم امن کے بارے میں کوشش کرتے۔ مختلف تنظیمات سیاسی نظریات کی ترویج و اشاعت میں مشغول تھیں مگر ان کا منتہائے مقصود صرف حصولِ اقتدار تھا۔ اور ظاہر ہے جب دنیاوی جاہ و حشمت پیشِ نظر ہو تو اپنے بھی بے گانے ہو جاتے ہیں۔

اُسوقت صرف جماعت احمدیہ ایک ایسی مذہبی منظم جماعت تھی جسے حصولِ اقتدار سے کوئی غرض نہ تھی۔ اس کا مقصد ہمیشہ سے صرف تبلیغ و اشاعت دین اسلام اور تبلیغ دین سے مذہبی تعصب اور عناد کو دور کرنا ہے۔ کیونکہ اسلام امن کا پیغامبر ہے اور اعلان کرتا ہے کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ دین کے سلسلہ میں کوئی جبر نہیں۔ جو شخص اسلام کی تعلیم سے صحیح طور پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے اسلام کی مخالفت یا مسلمانوں کی دشمنی کرنا محال ہو جاتا ہے۔ اسلام جب دوسرے مذاہب اور ان کے بانیوں اور انکے پیروکاروں کو بُرا نہیں کہتا۔ تو غیر مذاہب اسلام کو کیوں بُرا کہیں گے؟ اور اگر کوئی اسلام جیسے امن پرور مذہب کی مخالفت کرتا ہے تو وہ یقیناً جہالت اور لاعلمی کے نتیجے میں ہے۔

لوگوں کو اسلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ کرنے اور غیر مسلموں کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے ۱۹۴۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے ایک خاص وفد تشکیل کیا۔ خاکسار کے علاوہ مولوی عبدالمالک صاحب اور گیانی عباد اللہ صاحب اس وفد کے اراکین تھے۔ دورہ کرتے ہوئے ہم مولوی فضل محمود صاحب (کراچی والے) کے گاؤں گئے جو نیپال کی ریاست کی ترائی میں واقع ہے۔ جب گاؤں کے مسلمانوں کو پتہ چلا کہ احمدی مبلغین آئے ہیں تو وہ اکٹھے ہو کر ایک مولوی صاحب کی معیت میں ہم سے اخلاقی مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے آئے۔

یہ مولوی صاحب دشنام طرازی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور گندے اعتراضات کرنے لگے۔ مزید برآں انہوں نے نہایت اشتعال انگیزی سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ لوگ ہمارے خلاف بھڑک اٹھے اور ہماری جانوں کے دشمن بن گئے

جس غیر احمدی مسلمان دوست کے ہاں ہم مہمان تھے اُس نے خطرے کو بھانپ لیا۔ اور نہایت عمدگی کے ساتھ لوگوں کو ہمارے خلاف عملی اقدام سے روک دیا۔ دراصل اُس نے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ اگر عام مسلمانوں کے ہاتھوں ہمیں کوئی گزند پہنچا تو وہ خود بھی اُن کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکیگا۔

دوسرے دن پھر مسلمانوں کا ایک جم غفیر اُسی مولوی صاحب کی معیت میں پہنچا اور گفتگو کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش ظاہر کی۔ جناب مولوی صاحب ہمارے بہت قریب آ گئے اور زور زور سے حضرت مسیح موعودؑ کو گندی گالیاں دینے لگے۔ ساتھ ہی انہوں نے نہایت ہی ذلیل مگر بے بنیاد اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ ہم پر یقیناً یہ وقت بڑا نازک تھا۔ میرا دل خدا تعالیٰ کے آستانہ پر جھک گیا۔ اور میں نے دعا کی کہ یا مولیٰ تیری نظر کرم کے بغیر یہ منزل طے نہ ہو سکیگی۔ اور تو ہی ہے جو اپنا نشان دکھلائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ اُس نے اس موقعہ پر بھی اپنا نشان دکھلایا۔ مولوی صاحب شدت جذبات میں آ کر اپنا بازو فضا میں لہراتے تھے۔

جونہی انہوں نے اپنا بازو اٹھا کر فضا میں لہرایا تو آستین اُن کے بازو پر چڑھ گئی - جو حصّہ ننگا ہوُا وہاں ہندی میں "دھرک سیوک" کندہ تھا - میری نظر فوراً اس پر پڑی اور مجھے یاد آگیا کہ اس شخص "دھرم سیوک" نامی سے میرا مناظرہ چند سال پہلے گجرات میں ہو چکا ہے - یہ شخص مسلمان تھا لیکن بعد میں مرتد ہو کر آریہ سماجی بن گیا تھا - مَیں نے مولوی عبدالمالک صاحب کی توجہ اس طرف دلائی اور مسلمانوں کو کہا کہ یہ شخص جو آج اسلام کا ہمدرد بنا پھرتا ہے مرتد ہو گیا تھا - اور کہ اس نے میرے ساتھ مناظرہ کے دوران آنحضرت صلعم اور دوسرے مسلمان بزرگوں کو گندی گالیاں دی تھیں - یہ بات سُننا تھا کہ مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا ہو گیا - اور آن کی آن میں مسلمانوں میں غم و غصہ کی شدید لہر دوڑ گئی - وہ مسلمان جو اس کی متابعت میں ہماری مخالفت کرنے آئے تھے - اب اُلٹا اُسی کو گالیاں دینے لگے - اور قریب تھا کہ وہ اُسے جسمانی ایذاء پہنچاتے مگر ہم نے اس پر مداخلت کی اور کہا کہ اگر وہ مرتد ہو گیا تھا لیکن چونکہ اب وہ پھر حلقہ بگوش اسلام ہے اس لئے یہ ہمارا بھائی ہے اور اُمت محمدیہ کا ایک فرد - لیکن اس پر بھی ایک فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اسلامی اخلاق و آداب کا لحاظ رکھے اور جھوٹے الزام نہ لگائے - یہ باتیں اسلام کی شان کے منافی ہیں - اس طرح ہم محض خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس شر سے محفوظ رہے -

مہاشہ محمد عمر ربوہ ۶۶/۶/۶

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے ؛ اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج ؛ پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے

کرتا ہے معجزوں سے وہ یار دیں کو تازہ ؛ اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے

(مسیح موعود)

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری

میری پیدائش ۱۸۸۰ء قریباً ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ حافظ شیر محمد صاحب نے میرے دادا صاحب کی درخواست پر میرا نام قدرت اللہ تجویز فرمایا۔ میرے غیر حقیقی دادا مولوی محمد یوسف صاحب تھے۔ انہوں نے ۱۸۸۰ء میں چچا عبد اللہ صاحب کو جو انکے حقیقی بھانجے تھے یہ بتایا کہ تم ہمیشہ کسی پیر کی بیعت کرنے کی درخواست کرتے رہتے ہو مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ زمانہ کا امام قادیان میں پیدا ہو گیا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ قادیان کہاں ہے؟ اور ایک عرصہ تک قادیان کا پتہ چلاتے رہے ..... کچھ عرصے کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب نے بتایا کہ میں لاہور کے ایک اخبار سے پٹیالہ میں ایک مضمون پڑھ کر آیا ہوں۔ وہ مضمون آریوں کے خلاف مرزا غلام احمدؐ صاحب کا ہے اور وہ قادیان ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد مولوی عبد اللہ صاحب نے بٹالے پہنچ کر قادیان کا پتہ پوچھا۔ بتایا گیا کہ یہاں سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ہے[1] .... وہ قادیان پہنچے۔

بیعت کرنے کا واقعہ

۱۸۸۹ء میں جب حضور نے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو سنور کے نو آدمیوں نے اُسی سال بیعت کی۔

چونکہ ۱۸۸۴ء سے حضور کا ذکر ہمارے گھروں میں رہتا تھا مجھے بچپن کے زمانہ میں ہی یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ بیعت ضرور کرنی چاہیئے خواہ کسی کی کر لی جائے جو یہاں قریب ہی ہو۔ اتنی دُور قادیان کون جائے۔ چونکہ والد صاحب نے بیعت نہیں کی تھی اسواسطے چشتیہ خاندان کے ایک سید صاحب سے ارادت رکھتے تھے۔ مَیں بھی اُنکی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ مَیں نے اُن سے بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا جب

---

[1] تجلی قدرت صفحہ ۱۰۹

بالغ ہو جاؤ گے تو بیعت کر لینا - اور وہ قوالی کی مجلس میں مجھے ساتھ لے جایا کرتے تھے نماز تو وہ ضرور پڑھتے تھے - لیکن اکثر وقت چوسر - شطرنج - تاش کھیلتے رہتے تھے - ایک دن صبح کے وقت میں اُن کی بیٹھک میں گیا - وہاں اُن کے دو برادر زادے علی حسین اور علاؤالدین بیٹھے تھے - پیر صاحب جن کا نام عبدالحق تھا وہ اندر گئے ہوئے تھے - ہم تینوں کھیلنے لگ گئے اور کھیلتے وقت اُن دونوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر شروع کیا اور دریدہ دہنی اور گندہ زبانی سے آپ کو گالیاں دینے لگے - مَیں نے اُن سے کہا کہ ہمارے خاندان کے کئی بزرگوں نے اُن کی بیعت کی ہوئی ہے وہ نیک اور بزرگ ہیں - آپ سیّد زادے ہیں اس لئے فحش کلامی سے احتراز کریں - پسِ پشت کسی کو گالیاں دینا شرافت سے بعید ہے - مَیں نے کہا - مَیں پیر صاحب سے ارادت رکھتا ہوں - اگر ان کو کوئی گالی دے تو مجھے کتنا بُرا لگے - مگر وہ باز نہ آئے اور پھر گالیاں دینی شروع کیں - مَیں نے پھر منع کیا مگر انہوں نے تیسری بار پھر گالیاں دینی شروع کیں - اِس پر مجھے غصہ آیا - مَیں نے ان دونوں کو مارنا شروع کیا - وہ مجھے مارنے لگے - شور پڑ گیا - پیر صاحب اندر سے تشریف لائے پوچھا کیا بات ہے - مَیں نے کہا - یہ حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دیتے ہیں - گو وہ میرے پیر نہیں لیکن کسی کو پسِ پُشت گالیاں نکالنا بُرا ہے - پیر صاحب نے اپنے بچوں کی طرفداری کی اور اُن کو گالیوں سے منع نہ کیا - اِس پر مَیں ناراض ہو کر چلا آیا - اور گھر آ کر پوسٹ کارڈ لے کر بیعت کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھ دیا۔[1]

والدہ صاحبہ کی بیعت کا واقعہ حضرت مولوی محمد یوسف صاحب کو جن کا ذکر ”ازالہ اوہام“ میں ہے جب میری بیعت کا علم ہوا تو انہوں نے میری تربیت شروع کر دی - مجھے نمازوں میں ساتھ لے جاتے تھے اور تہجد ساتھ پڑھاتے تھے - مولوی صاحب اس قدر رعب رکھتے تھے کہ قصبہ سنور میں چودہ مساجد تھیں اور

---

[1] تجلّیِ قدرت صفحہ ۱۱۳

وہ جس مسجد میں جاتے امامت کرا دیتے ۔ لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے ۔ گھر میں والد صاحب کے ساتھ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ہوتا تھا ۔ وہ اُس پُرانے عقیدہ پر قائم تھے کہ مسیح آسمان سے آئیگا ۔ میری والدہ بھی وہاں سُنتی رہتی تھی ۔ ایک دن والدہ صاحبہ نے مجھ سے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں بھی بیعت ہو جاؤں مگر مجھے خوف آتا ہے کہ تمہارے والد صاحب مجھ پر ناراض ہونگے ۔ مَیں نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ آپ والد صاحب سے دریافت کریں کہ قدرت اللہ نے جو عقیدہ اختیار کیا ہے اُس کے بارے میں اللہ تعالےٰ اُس سے کیا سلوک کرے گا؟ والد صاحب یہ ضرور فرمائیں گے کہ اس عقیدہ کی وجہ سے یہ جہنم میں ضرور جاویں گے ۔ آپ یہ عرض کر دینا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے اگر یہ جہنم میں گیا تو مَیں جنّت میں جا کر کیا کرونگی ۔ مجھے اجازت فرماویں کہ مَیں بیعت کر لوں تا اس کے ساتھ ہی میرا حشر ہو جائے ۔ والدہ صاحبہ نے جب والد صاحب کے سامنے یہ بات پیش کی تو وہ ہنس پڑے اور فرمایا اگر تم چاہتی ہو تو بے شک بیعت کر لو ۔ مَیں نے قدرت اللہ کو بھی کچھ نہیں کہا ۔ تم کو بھی کچھ نہیں کہتا چنانچہ والدہ صاحبہ نے مجھے اجازت دی ۔ مَیں نے اُن کی طرف سے بیعت کا خط لکھ دیا ۔ اور وہ داخلِ سلسلہ ہو گئیں [۱]

دادا صاحب نے مشروط بیعت کر لی

میرے دادا صاحب زندہ تھے ۔ مَیں نے انکو تبلیغ کرنی شروع کی ۔ اُس وقت اُن کی عمر قریباً سو سال تھی ۔ مگر اُن کے قویٰ بالکل صحیح و سالم تھے ۔ انہوں نے فرمایا ۔ میں تو لکھا پڑھا نہیں صرف قرآن شریف پڑھ سکتا ہوں ۔ تمہارا والد مولوی ہے ۔ اُس نے بیعت نہیں کی ۔ مَیں نے کہا ۔ وہ ابھی تحقیق کر رہے ہیں ۔ آپ اس عمر کو پہنچے ہوئے ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسیح آئے تو اُسے میرا سلام کہنا اگرچہ گھٹنوں کے بل جانا پڑے ۔ اس لئے آپ بیعت کریں ۔

---

[۱] تجلّی قدرت صفحہ ۱۱۴

انہوں نے فرمایا۔ مَیں نے تو اپنے بزرگوں سے یہی سُنا ہے کہ جو اپنے پیر کی بیعت کر کے توڑتا ہے وہ گویا خدا کی بیعت سے پھرتا ہے۔ اگر مسیح علیہ السلام میری زندگی میں آجائیں تو پھر مجھے بیعت فسخ کرنی پڑے گی۔ مَیں نے کہا۔ آسمان سے آج تک نہ کوئی آیا ہے نہ آئیگا اور اُس کے متعلق مَیں نے ثبوت پیش کئے۔ انہوں نے فرمایا۔ میں مشروط بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بیعت کا خط لکھ دو۔ لیکن میری طرف سے یہ شرط پیش کرنا کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے آجائیں تو مَیں بیعت توڑ کر اُن کی بیعت میں شامل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ مَیں نے مشروط بیعت کا خط حضور کی خدمت میں لکھ دیا۔ جس کے جواب میں حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ اگر مسیح علیہ السلام آجائیں تو سب سے پہلے مَیں بیعت کرونگا۔ لیکن یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ مسیح آسمان سے آئیگا۔ نہ کوئی آسمان پر گیا اور نہ آسمان سے آئیگا۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود بنا کر مبعوث کیا ہے[1]

عمدہ عادات اور اعلیٰ اخلاق کا اثر

چوہدری کریم بخش صاحب رائے پور کے نمبردار تھے جو ضلع املوہ (ریاست نابھہ) میں نابھہ سے بیس میل کے فاصلہ پر تھا ...... وہ اولین صحابہ میں سے تھے۔ چونکہ برسوں سے قادیان آیا جایا کرتے تھے اور ہر سال ایک دو ماہ قادیان میں قیام فرماتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُنکو رہائش کے لئے اپنے مکان کے اندر جگہ دیا کرتے تھے۔ وہ ۱۹ نمبر کے موصی تھے ...... اُن کا چہرہ ایسا نورانی اور اُن کے اخلاق ایسے پسندیدہ تھے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مہاراجہ نابھہ مسمی ہیرا سنگھ صاحب جو بہت بوڑھے تھے جن کی عمر تقریباً ۹۰ سال کی تھی۔ اور وہ ضلعوں کا دورہ کرتے تھے ۔ ایک دفعہ انہوں نے ساری ریاست نابھہ میں ہزار بارہ سو نمبرداروں کو بلایا۔ جب اجلاس ہو رہا تھا تو انہوں نے چوبدار کو بھیج کر چوہدری صاحب کو بلایا۔ اور سوال کیا کہ میاں کریم بخش اس مجمع میں تین چار سو گورو کے لال سکھ ایسے ہیں۔ دو چار سو

[1] تجلی قدرت ص ۱۱۴-۱۱۵

ہندو صاحبان - ایسے ہی دو چار سو مسلمان ہیں - اِن ہزار بارہ سو آدمیوں میں سرکار کو آپ کے اخلاق اور عادات کیوں اچھے لگتے ہیں - چوہدری صاحب نے عرض کیا - کہ حضور مجھے تو اپنی کسی خوبی کا علم نہیں - صرف یہ بات ضرور ہے کہ مَیں حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مرید ہوں اور وہ اس زمانہ کے لئے نبی - اوتار - گورو ہیں - مَیں اُنکی صحبت میں رہ رہ کر فیض حاصل کرتا رہا ہوں - مہاراجہ صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا - "تھوڑی دیر ٹھہرو - مَیں ابھی آیا" دو چوبدار ان کو سہارا دے کر لے جایا کرتے تھے اُن کو بُلا کر اپنے محل دیوان خانے میں تشریف لے جانے لگے اور مجھے فرمایا - میاں کریم بخش تم میرے ساتھ آؤ - دیوان خانے کے اندر داخل ہو کر مجھے فرمانے لگے - یہ جو تصویریں لگی ہوئی ہیں اِن کی طرف دیکھو - وہ ساری تصویریں گوروؤں کی تھیں - جس طرح دوسرے گوروؤں کی تصویریں شاندار چوکھٹوں میں لگی ہوئی تھیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر بھی چوکھٹے میں لگی ہوئی تھی - اور مجھ سے فرمایا کہ دیکھو میاں کریم بخش یہ تصویر پہلے سے ہمارے پاس ہے - یہ فرما کر مسند سفید پر بیٹھ گئے - اور چوبدار کو باہر بھجوا دیا - اور فرمایا - میرے حکم کے ساتھ تمہیں ایک رقم حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے نذرانے کیلئے ملیگی اور تمہاری آمدرفت اور خوراک کا خرچ علیحدہ ملیگا اور تمہارے ایام قیام اور واپسی تک کیلئے تمہیں کچی رسد ملیگی (کچی رسد میں روزانہ آٹا چاول گھی گوشت مصالحہ سبزیات وغیرہ اُس زمانہ میں ایک آدمی کے لئے دو روپے کی ہوتی تھی) مجھے وہ روپیہ مل گیا - اور ساتھ ہی مجھے ہدایت فرمائی کہ میری طرف سے درخواست کر کے حضرت صاحب کو ساتھ لے آویں - اُن کے آمد و رفت کے اخراجات سب مَیں برداشت کرونگا - مَیں ضعیف العمر ہوں جا نہیں سکتا -

مَیں نے قادیان جا کر وہ رقم حضور علیہ السلام کو دے دی - اور حضور کو مہاراج کا پیغام پہنچا دیا - حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ان سے جا کر عرض کر دیں کہ کنوئیں پیاسے کے پاس نہیں جایا کرتے بلکہ پیاسے کنوئیں کے پاس آیا کرتے ہیں" مَیں نے واپس نابھہ پہنچ کر

مہاراجہ سے عرض کر دیا - فرمایا - میاں کریم بخش صاحب! اگر ہم وہاں جاویں تو یہ انگریز ہمیں فوراً گدی سے اتار دیں ؎

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی برکات

ایک دن صبح کے وقت میری بڑی لڑکی نے جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے رات ایک خواب دیکھی ہے - میں نے کہا کہ خواب بیان کرو - اُس نے کہا - میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چوبارے سے دو شخص اُتر آئے ہیں اور دالان میں آکر چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں - آپ اندر سے مٹھائی فروٹ وغیرہ لاکر اُن کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں پائینتی کی طرف جو شخص تھے انکو میں نے پہچان لیا کیونکہ اُن کے میں نے فوٹو دیکھے ہوئے تھے - اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے - میں نے آپ سے سوال کیا کہ سرہانے کی جانب کون بیٹھے ہیں آپ نے جواب دیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں - حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ انہوں نے ایک بڑی برادری احمدیت کی وجہ سے چھوڑ دی ہے اور اپنا تعلق جماعت احمدیہ سے قائم کیا ہے - اور اب بعض احمدی ان سے ناراض ہیں وہ شادی میں شامل ہونا نہیں چاہتے - ان کو اس بات کا بہت صدمہ ہے - حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - آپ چند پوسٹ کارڈ لا کر دیں - جب آپ نے پوسٹ کارڈ لا کر دیئے تو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ پوسٹ کارڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دے دیئے اور فرمایا آپ میری طرف سے باہر کی جماعتوں میں احباب کو شادی میں شمولیت کی میری طرف سے درخواست لکھیں اور میں دستخط کرونگا - پتے کی طرف یہ خود نام لکھیں گے جن کو انہوں نے بلانا ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے جاتے تھے اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دستخط کرتے جاتے تھے - جب کچھ خط لکھے گئے تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرف مخاطب

؎ تجلی قدرت صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۳

ہوئے اور فرمایا یہ خیال کرو کہ جس کام پر آپ دو آدمیوں کو طلب کرینگے وہاں پانچ آوینگے۔ جہاں آپ چار آدمیوں کو طلب کرینگے وہاں سے دس مہمان آویں گے۔ جسقدر مہمان درکار ہوں اسی قدر خط لکھدیں۔ آپنے عرض کیا۔ حضور! بس کافی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر عرض کیا۔ حضور! ان کو مالی مشکلات بھی ہیں۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنکر بلند آواز سے فرمایا۔ کبیر! کبیر!" آپ کی اس آواز پر ایک نوجوان خوش پوش تُرکی ٹوپی پہنے ہوئے آپ کے سرہانے کی جانب آکر کھڑا ہو گیا۔ اور آپ نے کہا۔" کبیر! ان کو دے دو روپیہ" اسوقت اُس نے ہاتھ پھیلایا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی جس میں ہزار یا بارہ صد روپیہ تھا۔ اس کے بعد دونوں اُٹھ کر چوبارہ کی طرف چلے گئے

شادی میں کوئی ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ مجھے دفتری کاموں کیلئے ایک ہفتہ لدھیانہ ٹھہرنا پڑتا کیونکہ جن کا میں ملازم تھا اُن کی بیوی بیمار تھی اور لدھیانہ شفاخانہ میں داخل تھی۔ ایک ہفتہ وہ خود لدھیانہ ٹھہرتے اور ایک ہفتہ میں ٹھہرتا۔ جس ہفتہ میں لدھیانہ تھا اور ہفتہ ختم ہونے کو تھا تو سردار صاحب وہاں تشریف لیگئے۔ اُن کے آنے پر میں نے اجازت چاہی۔ فرمایا۔ دو تین دن اور ٹھہر جاؤ میری طبیعت لگی رہے گی۔ آپ کے ساتھ میں ٹھہر گیا۔ اگلے دن صبح ہی مجھے ساتھ لے کر شہر میں تشریف لے گئے اور سردار نرنجن سنگھ صاحب کے مکان پر گئے وہ چوبارے میں تشریف فرما تھے۔ ہم وہاں چلے گئے۔ اور یہ سِکھا خاندان کے جاگیردار تھے۔ ملاقات کے دوران نرنجن سنگھ جی نے ہمارے سردار صاحب سے کہا کہ میرا شرکاء کے ساتھ ایک مقدمہ تھا جس کی وجہ سے میرا اکیس ہزار چند سو روپیہ ملنے سے رُکا ہوا تھا۔ اب مقدمہ میرے حق میں فیصلہ ہو گیا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ فریق ثانی نے جب ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی وہاں مقدمے کے دو دو تین تین سال میں فیصلے ہوتے ہیں اور فریق ثانی اس فیصلے کو پھر رُکوا دے گا۔ ڈی۔سی (D.C.) کے ریڈر ممتاز علی صاحب مولوی صاحب کے دوست ہیں آپ ان سے کہہ دیں کہ میرا روپیہ دلا دیں۔

سردار صاحب نے مجھ سے فرمایا۔ آپ بھائی صاحب کا کام کروا دیں۔ میں نے کہا۔ ممتاز علی صاحب احمدی نہیں ہیں۔ میرا دوست تو کوئی احمدی ہو سکتا ہے۔ ہاں میری واقفیت ضرور ہے۔ سردار صاحب نے فرمایا۔ ہاں واقفیت ہی سہی۔ یہ کام ضرور کرا دیں۔ سردار نرنجن سنگھ جی نے درخواست واپسی روپے کی جو لکھی ہوئی تھی مجھے دے دی۔ چونکہ کچہری کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ میں وہ درخواست لے کر ممتاز علی صاحب کے مکان پر گیا۔ اور اُن سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ دوست تو ہم عمر ہوتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ سردار صاحب سے کہہ دیں کہ وہ کل کچہری میں تشریف لائیں۔ وہ کرسی نشین ہیں۔ درخواست صاحب کے پاس پیش کریں روپے مل جائیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں نے کہا۔ وہ چاہتے ہیں میں یہ کام کرواؤں اور آپ کے ذریعہ سے ہو۔ میرے یہ کہنے پر اُس نے وہ درخواست لے کر اس پر یہ حکم تحریر کر دیا کہ یہ روپیہ فوراً ادا کر دیا جائے۔ اور اُسی کی تاریخ اُس دن کی ڈال دی جو دن گذر چکا تھا۔ اور مجھ سے کہا۔ چونکہ درخواستیں اخیر وقت پر پیش ہوا کرتی ہیں۔ صاحب بہادر حکم دیتے چلے جاتے ہیں ہم حکم لکھتے جاتے ہیں چونکہ وہ آخری وقت ہوتا ہے صاحب اٹھکر چلے جاتے ہیں۔ اگلے دن صاحب بہادر کچہری تشریف لاتے ہیں تو سب سے پہلے ہم ان حکموں پر جو کل کی تاریخ پر لکھے تھے دستخط کرا لیتے ہیں۔ اور مجھ سے کہا کہ سردار صاحب کو ساتھ لے کر صبح کچہری میں تشریف لے آئیں۔ میں سردار صاحب کو لے کر خزانہ پہنچ گیا۔ خزانچی نے فوراً ہزار ہزار کے بنڈل جو باندھے ہوئے تھے اور اوپر جو روپے تھے دستخط کرا کر سب سردار صاحب کو دیدیئے سردار صاحب روپے لیکر چلے گئے مجھ سے سردار صاحب نے فرمایا کہ یہ دو ہزار روپیہ لے جا کر ممتاز علی صاحب کو دے دیں۔ میں نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کچھ مٹھائی منگوا دیں میں اُن کے ہاں دے دونگا۔ لیکن سردار صاحب نے اصرار کیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اگر وہ اتنی جلدی روپیہ نہ دیتے تو ہر سال اتنی بڑی رقم سُود پر لے کر ہمیں کہیں نہ کہیں خرچ کرنی پڑتی۔ یہ اُن کی بڑی مہربانی ہے۔ آئندہ بھی وہ ہمارے معاملات

میں ہماری بہت سی امداد کرینگے .... میں روپیہ لے کر ممتاز علی صاحب کے پاس گیا۔ اور جب اُن کو روپیہ دیا تو انہوں نے بالکل انکار کر دیا اور کہا آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ آپ ہمیں رشوت دیتے ہیں ۔ میں نے کہا۔ رشوت تو تب ہوتی اگر آپ کے ساتھ پہلے طے ہوتا پھر آپ کام کرتے .... انہوں نے میرے بہت تکرار پر پہلے تنو پھر دو سو پھر پانچسو روپے رکھ لئے ۔ جب میں نے اس پر بھی اصرار کیا تو انہوں نے کہا ۔ میں جو کچھ بھی کہوں آپ قسم کھا کر کہیں کہ میں تیری بات مان لونگا ۔ میں نے کہا۔ اچھا میں مان لونگا۔ قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے ۔ انہوں نے وہ دو ہزار روپیہ لے لیا۔ اور ایک ہزار مجھے واپس دے کر فرمایا کہ یہ میں اپنی طرف سے دیتا ہوں۔

میں وہ ہزار روپیہ لے کر چلا آیا اور یہ سمجھا کہ جو روپیہ خواب میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا یہ وہی روپیہ ہے۔ راستہ میں آتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ میں سردار بیل سنگھ سے یہ ساری بات کر جاؤں ۔ میں نے جا کر یہ سارا قصہ عرض کر دیا۔ اور وہ روپیہ اُن کے پیش کر دیا ۔ اور کہا۔ یہ روپیہ آپ کا ہے آپ لے لیں۔ انہوں نے وہ روپیہ لے کر رکھ لیا اور مجھے کہا کہ اپنے سردار صاحب کو میرے پاس بھیج دینا۔ جب اگلے دن سردار نرنجن سنگھ انکے پاس آنے لگے تو مجھے کہنے لگے ۔ چلو میرے ساتھ۔ میں نے انکار کیا۔ انہوں نے مجھے ساتھ لئے جانے پر بہت اصرار کیا ۔ خیر ہم بگھی میں بیٹھ کر سردار بیل سنگھ کے مکان پر چلے گئے ۔ میں مکان کے نیچے بیٹھ گیا اور سردار صاحب نے کہا۔ اوپر چلو ۔ میں نے پھر انکار کیا۔ لیکن اُن کے اصرار کی وجہ سے تھوڑی دیر کے بعد میں اوپر چلا گیا ۔ وہاں سردار نرنجن سنگھ نے ہمارے سردار صاحب کو ساری بات سنائی اور کہا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ مولوی صاحب کو پانچسو روپیہ دونگا ۔ لیکن اب میرا دل مولوی صاحب کو دو سو روپیہ دیتا ہے ۔ میں نے کہا۔ مجھے اس روپے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے پاس رکھیں۔ انہوں نے سردار صاحب کے ہاتھ پر ۲۰۰ روپیہ رکھ دیا اور وہ ہزار روپیہ

بھی واپس کر دیا۔ اس طرح وہ خواب جس میں ہزار بارہ سو روپیہ تھیلی میں دکھایا گیا تھا وہ پوری ہو گئی۔[1]

جن رئیسوں کے پاس میری ملازمت رہی۔ میں اُن کو تبلیغ کرتا تھا اور یہ بتاتا تھا کہ حضرت اقدس (خلیفہ ثانیؓ) کی دُعائیں خدا قبول کرتا ہے۔ وہ بعض اوقات کسی مشکل میں ہوتے تو کہتے۔ اچھا خط لکھو دُعا کے واسطے۔ چنانچہ خط لکھا جاتا اور خدا تعالےٰ کے فضل سے کامیابی ہوتی۔ اس سے اُن پر یہ اثر ہو جاتا تھا کہ وہ بذاتِ خود حضرت صاحب کی خدمت میں سردیوں میں قادیان اور گرمیوں میں جس پہاڑ پر آپ ہوتے وہاں جا کر ملتے تھے۔ ان سردار صاحب نے جن کا ابھی مَیں نے ذکر کیا ہے مجھے اپنا ایک خواب سنایا کہ مَیں حضرت صاحب کی خدمت میں گیا ہوں۔ ملاقات کے دوران میں آپ نے مجھے دعوت دی جس کو مَیں نے منظور کر لیا۔ جس وقت کھانا میرے پاس آیا اُس وقت اس میں بہت سے کھانے تھے۔ اس کی تعبیر دریافت کرو۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں لکھدیا۔ حضور نے جواب میں فرمایا۔ کہ مولوی صاحب آپکے لئے دُعا کراتے رہتے ہیں اور مَیں دُعا کر دیتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو میری دُعا سے مالی فراخی ملے گی۔[2]

حضرت صاحب کی طرف دُعا کا خط ڈالنے کا نیک نتیجہ

ایک دفعہ میں اور سردار صاحب لاہور میں کسی کام کی غرض سے آئے .... اور لاہور سے قادیان حضرت صاحب کو ملنے کے لئے آئے۔ وہاں پر حضور نے سردار صاحب سے کہا۔ آپ کا کھانا کہاں پکوایا جائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مَیں تو مولوی صاحب کا جوٹھا کھا لیتا ہوں۔ مجھے پرہیز نہیں ہے۔ پھر حضور نے جو کھانے تیار کروائے وہ تمام کے تمام وہی تھے جو سردار صاحب کو

---

[1] تجلی قدرت صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۵ - [2] تجلی قدرت صفحہ ۱۷۰ -

خواب میں دکھائے گئے تھے۔ چنانچہ سردار صاحب نے عرض کیا حضور کی یادداشت بڑی اچھی ہے۔ اتنا عرصہ ہوا جو آپ کو خط لکھے۔ لیکن آپ کو ابھی تک یاد ہے۔

سردار صاحب کی سردارنی بیمار تھیں۔ علاج کے لئے کسولی لے جایا گیا۔ مَیں اور سردار صاحب بھی وہیں گئے ہوئے تھے۔ رات کو جب سردار صاحب زنانے سے میرے پاس آئے تو وہ نہایت مغموم تھے۔ مَیں نے دریافت کیا کہ سردار صاحب! کیا بات ہے۔ آپ پریشان کیوں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کوئی بات نہیں۔ مَیں نے کہا۔ نہیں نہیں۔ آپ بتائیں کہ کیا بات ہے ...... انہوں نے بتایا کہ مہاراجہ صاحب شملہ کی طرف گئے ہوئے ہیں اور کل دو بجے اُن کی سپیشل ٹرین انبالہ چھاؤنی سے سیدھے بمبئی کی طرف سے ہو کر آرہی ہے۔ ولایت جا رہے ہیں۔ ان کا سفر لمبا ہے کئی مہینے میں واپس آئیں گے۔ پرائیویٹ سیکرٹری مجھ سے کچھ ناراض ہیں وہ بعد میں مجھ کو سختی سے حاضر رکھیں گے۔ ایک تو میری بیوی بیمار ہے۔ مجھے ان کی خبر گیری کرنی پڑتی ہے۔ دوسرے جائیداد کے کاموں میں مجھے آپ کے ساتھ حصہ لینا پڑتا ہے۔

مَیں نے کہا۔ اس کا علاج تو ابھی کر دیتا ہوں۔ آپ ایک لفافہ کاغذ اور قلم لائیں مَیں حضرت صاحب کو خط لکھ دیتا ہوں۔ وہ یہ سُن کر ہنس پڑے۔ کہا بڑی اچھی تجویز ہے خط تو تین دن میں قادیان پہنچے گا اور مہاراج کل چلے جاویں گے۔ اس خط کا کیا فائدہ ہوگا؟ مَیں نے عرض کیا۔ ہمیں اس بات کا تجربہ ہے کہ بعض اوقات خط لکھ کر ڈالا گیا۔ اور اس کا جواب آیا۔ لیکن وہ خط جس تاریخ کو پہنچا تھا اُسی تاریخ کو جواب ہمارے پاس آگیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے خط کا علم آپ کو دے دیا۔ آپ نے اس کا جواب لکھا اور وہ ہمیں مل گیا۔ آپ تجربہ کریں۔ آپ لفافہ لائیں۔ ابھی ڈاک میں ڈال دیں۔ اور کل اس کا اثر دیکھ لیں۔ ہم انبالہ چھاؤنی چلیں گے۔ آپ مہاراج سے رخصت لے لیں۔ خدا تعالےٰ نے چاہا تو منظور ہو جاوے گی۔ انہوں نے لفافہ لاکر دیا۔ اور مَیں نے لیٹر بکس میں ڈال دیا۔

صبح ناشتہ کرکے ہم موٹر کے ذریعہ انبالہ پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے عرض کیا کہ میں تھوڑی دیر کے لئے شہر جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا کام ہے؟ میں نے کہا۔ کام پھر عرض کرونگا۔ میں جلدی واپس آجاؤں گا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ انہوں نے بادلِ ناخواستہ مجھے اجازت دے دی۔ میں تانگہ لے کر بازار گیا۔ وہاں جاکر دریافت کیا کہ یہاں چنبیلی کا ہار ملے گا؟ دوکانداروں نے بتایا کہ شام کے پانچ بجے ہاروں والے چوک میں بیٹھتے ہیں اور وہاں سے لوگ خریدتے ہیں۔ میں تانگہ لے کر شہر میں اُن کی تلاش میں گیا۔ وہ مل گئے۔ ایک پیسہ کو ہار فروخت کرتے تھے۔ اُن کو کہا۔ ایک ایک آنے والے سولہ ہار بنا کر لاؤ۔ انہوں نے بڑی خوشی سے تمام نے مل کر ہار بنا کر مجھے دے دیئے۔ میں نے بارہ ہار اپنے اوورکوٹ کی جیبوں میں ڈال لئے اور چار ہار علیحدہ رومال میں لپیٹ لئے۔ تانگہ میں سوار ہو کر اسٹیشن پر آگیا۔ اور وہ ہار سردار صاحب کے پیش کئے۔ اور عرض کیا کہ مہاراج اور مہارانی صاحبہ اور دو بچے ولایت جا رہے ہیں۔ یہ چاروں ہار اُن کے گلے میں ڈال دیئے جاویں۔ سردار صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور میں نے عرض کر دیا کہ جب آپ گلے میں ہار ڈالیں تو اُس وقت چھٹی کی درخواست پیش کر دیں۔

سردار صاحب وہ ہار لے کر پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے۔ پٹیالے سے سب وزراء اور محکمہ فوج اور محکمہ نہر اور پولیس کے افسران آئے ہوئے تھے اور بہت ہجوم تھا۔ اُس وقت یہ نئی بات تھی کہ اُن کے ہاتھ میں ہار تھے اور کسی اہلکار کے پاس ہار نہیں تھے۔ اُن میں سے کئی افسروں نے ہار مانگے اور کہا کہ آپ ایک ہار دے دیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔

چیف جسٹس اور چیف انجینئر وہ میرے زیادہ واقف تھے وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ اپنے سردار صاحب سے ایک ہار ہمیں دلا دیں۔ میں نے عرض کیا میں ہار کا انتظام کر دیتا ہوں لیکن آپ مجھ سے ہار لے کر اپنی جیب میں ڈال لیں ورنہ سردار صاحب

مجھ سے ناراض ہونگے کہ آپ نے ہار دیئے ہیں - انہوں نے وہ ہار لے کر چیف جسٹس سے فرمایا - عمر قید اور پھانسی کے مقدمات میری منظوری سے ہوتے ہیں جہاں آپ سفارش کریں گے میں ان سے رحم کی درخواست پر سرکار سے منظوری کرا دونگا - چیف انجنیئر صاحب نے فرمایا جس گاؤں کے لئے جتنا پانی آپ کو درکار ہوگا میں دونگا - اُن کے باہر جانے سے دوسرے اہلکاروں کو پتہ چل گیا - اور اس طرح بارہ ہار وہاں اہلکاروں کو دے دیئے - اس کا یہ اثر ہوا کہ بعد میں وہ افسر میری بہت عزت کرتے تھے - جب ان سے کوئی کام پڑتا فوراً کر دیتے -

سپیشل آئی - ہجوم بہت تھا - اور تانگی کے ساتھ دھکا پڑتا تھا - لوگ دُور سے سلام کر کے گذر جاتے - اُن کے ہاتھ میں چونکہ ہار تھے میں نے اور دو تین آدمیوں نے مل کر سردار صاحب کو تانگی تک پہنچا دیا - انہوں نے ہار گلے میں ڈال کر عرض کیا کہ میری بیوی بیمار ہے اور کئی جائیداد کے کام ہیں سرکار مجھے اپنی واپسی تک کی رخصت دی جائیں - مہاراجہ صاحب نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو آواز دی - رفیق - رفیق - پرائیویٹ سیکرٹری آگے بڑھے - مہاراجہ صاحب نے تانگی سے سردار صاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پرائیویٹ سیکرٹری کو فرمایا .... میں نے واپسی تک ان کی رخصت منظور کی ہے - سردار صاحب خوشی خوشی واپس آ گئے۔[1]

نصرتِ الٰہی کا نشان

۱۹۵۳ء میں جب میں ناصر آباد (سندھ) میں کام کر رہا تھا اُس وقت ساری مذہبی پارٹیاں ہمارے خلاف ہوگئیں - اور پھر حکومت بھی خلاف ہوگئی - اس وقت برخوردار مسعود احمد بھی لاہور میں کام کرتا تھا - اکبری منڈی میں دوکان تھی - آسٹریلیا بلڈنگ میں ایکسو ستّر روپیہ

[1] تجلی قدرت صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۳ -

پر نچلا حصہ کرایہ پر تھا۔ اُس مکان کے مالک آسٹریلی بلڈنگ والے خاندان کے ممبر تھے۔ میں چونکہ اسوقت سندھ میں تھا ناصر آباد کا مینجر لگا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں مسعود احمد کو دیکھا جو کہ نہایت پریشان حالت میں تھا۔ اور کہتا تھا کہ ابّا جان! آج ہم مہاجر بن گئے۔ اس وقت دوکان کا قرضہ دو لاکھ کے قریب بازار کے ذمہ تھا۔ اور گودام میں جو مکان کے ساتھ تھا ستّر ہزار کا مال پڑا ہوا تھا۔ اُس نے کہا۔ آج ہمارے پاس کچھ نہیں رہا۔ آج مہاجر ہو گئے۔

اس خواب کے ذریعہ مجھے پریشانی ہوگئی۔ میں نے صدقہ بھی دیا اور دُعا بھی کی اور مسعود احمد کو خط لکھا کہ تمہارے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہونے کی تو امید نہیں ہے، اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے اس غرض سے دریافت کیا تھا کہ اگر پیدا ہونیوالی لڑکی ہو تو چونکہ لڑکی جہیز میں کچھ لے جاتی ہے۔ میں نے سمجھا کہ یہ خواب اس طرح بھی پورا ہو سکتا ہے۔ جب اُس نے مجھے یہ جواب دے دیا۔ اُدھر خطرات بڑھ رہے تھے۔ میں نے دُعائیں شروع کر رکھی تھیں۔ چنانچہ مارکیٹ میں جو دُکان تھی خطرہ پیدا ہوا کہ لوٹ لی جاوے گی تو مسعود احمد صاحب اپنے کھاتہ جات کو گھر لے آئے۔ اور دوکان بند کر دی۔ اُن کا دوکان پر آنا جانا بھی بند ہو گیا۔

دوکان کو ابھی دو تین دن بند ہوئے گذرے تھے کہ شریروں نے دوکان کے تالے توڑ پھوڑ کر جلا دی اور سمجھا کہ بازار میں جو حساب تھے وہ کاپیاں حساب کی بھی جل گئی ہونگی۔ اور وہ بھی نہیں لے سکینگے۔ مکان کی بھی یہی حالت تھی کہ جبرئیلی سڑک پر فٹ پاتھ کے قریب کوچے میں دروازہ تھا۔ دن میں دو دو تین تین دفعہ ہزار ہزار آدمی سڑک پر پہنچ کر گالیاں دیتے تھے لیکن کوچے کا دروازہ نہیں توڑتے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ اندر صرف دو آدمی ہیں۔ اور اُن کے پاس اسلحہ ہے۔ جتنے کارتوس ہونگے اتنے تو یہ مار سکتے ہیں۔ نکلنے کے بعد پھر ان کو قابو کیا جا سکتا ہے۔

جب یہ حالت ہو گئی ۔ تو مسعود احمد نے اپنی بیوی سے یہ بات کہی کہ مالک مکان کی بیوی سے یہ بات جاکر کہو کہ ہمارا ستر ہزار کا مال آپ کے مکان میں پڑا ہے ۔ ہم یہ سب سامان آپ کے سپرد کرتے ہیں ۔ براہ مہربانی اپنی موٹر میں ہمیں پولیس لائین تک پہنچا دیں ۔ اُن کی بیوی نے اپنے خاوند سے جاکر دریافت کیا ۔ انہوں نے جواب دیا کہ جماعت کے سب لوگوں کے لئے تاریخ مقرر ہے ۔ اُس دن یہ سب قتل ہو جاویں گے .... میں اپنی بیس ہزار کی موٹر کیسے تڑوا لوں ۔

یہ جواب سُنکر جب وہ واپس آئی اور مسعود احمد کو بتایا تو مسعود احمد صاحب خود مالک مکان کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ ساری جماعت کے لوگ قتل ہو جائیں گے ۔ یہ بالکل غلط بات ہے ۔ خدانخواستہ چند آدمی شہید ہو جائیں تو ہو جائیں ۔ باقی آپ کا یہ خیال غلط ہے ۔ اگر آپ مہربانی کرتے تو ہم یہ سب سامان آپ کے پاس چھوڑ کر چلے جاتے ۔ مگر انہوں نے حامی نہ بھری ۔ یہ واپس اپنے مکان میں آ گئے ۔

ایک رات گذری تھی کہ صبح کو قریشی محمد اقبال صاحب لائن موٹر لے کر وہاں پہنچے اور ان کی موٹر کے آگے پیچھے دو مشین گنوں والی موٹریں تھیں اور انہوں نے آکر کہا کہ فوراً جلدی جلدی چلے آؤ ۔ مکان کو اسی طرح رہنے دو ۔ کوئی سامان زیور کچھ نہیں لیا ۔ صرف چار جوڑے کپڑوں کے رکھے اور وہاں سے چلے گئے ۔ پولیس لائن جاکر مجھے خط لکھدیا کہ آج ہمارے پاس صرف چار جوڑے کپڑوں کے رہ گئے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کاملہ سے اُن کو پولیس لائن میں گئے ابھی دو دن ہی ہوئے تھے کہ مارشل لاء لگ گیا اور فوج نے حکومت سنبھال لی ۔ خطرہ کے دُور ہوتے ہی مسعود احمد صاحب واپس اپنے گھر چلے گئے ۔ تو سارا سامان بدستور پڑا تھا ۔ چار پانچ روز کے بعد جب بازار میں امن ہو گیا ۔ تو ہم نے دوکان کھولی ۔ جن جن لوگوں کے پاس روپیہ تھا ۔

اُن سے مطالبہ کیا - تو انہوں نے یہی کہا کہ ہمیں بہی کھاتہ دکھاؤ - اُن کو کہہ دیا گیا کہ آؤ دیکھ لو - بہی کھاتہ دیکھ کر لوگ حیران تھے کہ دوکان تو ساری جلا دی گئی تھی یہ بہی کھاتہ کہاں پڑا تھا -

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے دکان بھی بچا دی مکان بھی اور جان بھی محفوظ رکھ لی - اس واقعہ کا اثر مالکِ مکان پر ایسا ہوا کہ انہوں نے سلسلہ کی کتابیں دیکھنی شروع کر دیں - اور اپنے خاندان کے لوگوں کو احمدیوں سے ملایا کرتے تھے [1]

کلام الامام امام الکلام

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اُسکی عالی بارگاہ تک خود پسندوں کو

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

(مسیح موعود)

---

[1] تجلی قدرت صفحہ ۱۷۴ تا ۱۷۷ -

جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کامٹوی سابق سردار منگل سنگھ
آف کراچی
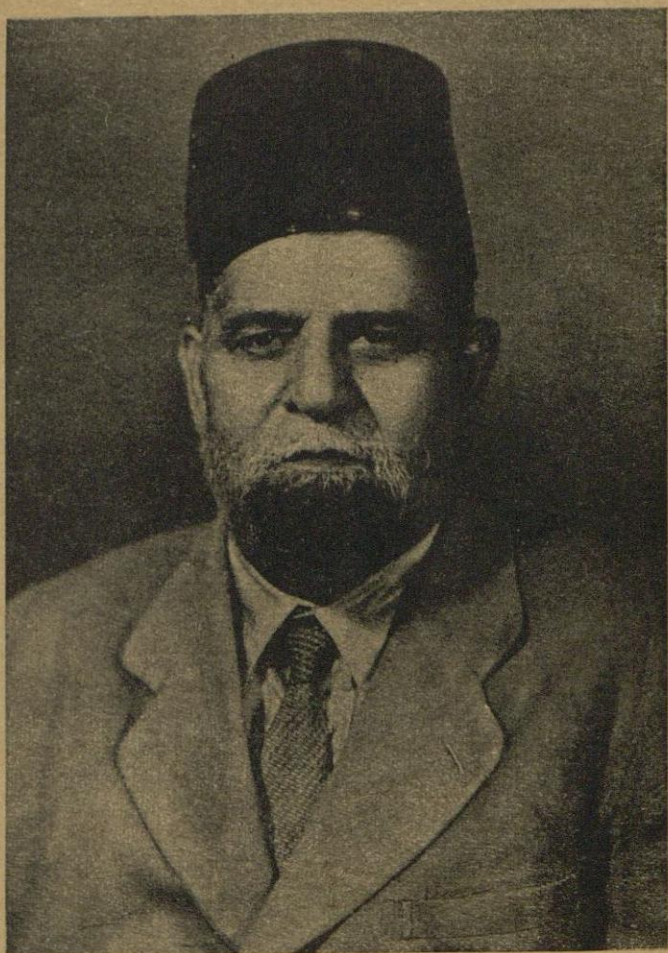
واقعات از صفحہ ۲۸۱

عبدالرحمٰن مبشر ''مولوی فاضل'' مؤلف برہان ہدایت و مرتب
ترجمۃ القرآن الطرز جدید

واقعات از صفحہ ۱۳۹

دلچسپ حالات و سبق آموز واقعات!

از محترم و مکرم جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کاٹھوی آف کراچی

پیدائش و نسب میرا سابق نام سردار منگل سنگھ ولد سردار بڈھا سنگھ نمبردار ساکن موضع کونٹھ ہے جو قادیان دارالامان سے شرقی جانب تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ میری پیدائش غالباً ۲۸ رجنوری ۱۸۹۸ء ہے۔ ہم "مونے سکھوں" میں سے تھے۔

تعلیم میں نے پرائمری تک تعلیم موضع کوٹ ٹوڈر میں حاصل کی وہاں کا مدرس لالہ امرناتھ سکنہ کنجرور تحصیل شکر گڑھ کٹر آریہ تھا۔ جس نے مجھے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ پورا آریہ بنا لیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ میرے اندر اُس نے مذہب کا شوق پیدا کر دیا تھا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں سپیشل کلاس میں داخل کیا گیا۔ اُس وقت وہاں کے ہیڈ ماسٹر حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے مفسر قرآن رضی اللہ عنہ تھے۔ چونکہ میں نیا نیا آریہ تھا۔ مذہبی شوق رکھتا تھا تو میں مذہب کے بارے میں بڑی جستجو رکھتا تھا۔ اس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول کچی عمارت میں تھا۔

ایک اہم واقعہ ہماری کلاس کے مسلمان طلباء کو حضرت مولوی عظیم بخش صاحب پٹیالوی والد ماجد مولوی بشیر احمد صاحب دینی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ہندو اور سکھ طلباء کو اُس پیریڈ میں چھٹی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ ہندو اور سکھ طلباء کلاس میں اس وقت جبکہ قرآن شریف پڑھا جا رہا تھا شور کر رہے تھے۔ میں نے طلباء کو کہا کہ جیسے ہمارا گرنتھ صاحب مقدس ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لئے قرآن شریف مقدس ہے۔ ہمیں احتراماً خاموش رہنا چاہیئے یا باہر چلے جانا چاہیئے۔ میں نے تو اپنی دانست میں

بڑی اچھی بات کی۔ مگر مولوی صاحب موصوف نہایت غضب ناک ہو کر فرمانے لگے :۔
"کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگا تیلی" اور دوسرے فقرے میں کہا۔ "کہاں کلام ربانی اور کہاں خرافاتِ انسانی۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک"۔ اُن کے اس فقرے نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ جسے ہم متبرک آسمانی صحیفہ سمجھ رہے ہیں یعنی جو کتاب ہمارے گرنتھ صاحب کی ہے وہ دراصل محض انسانی کلام ہو۔ اس کے متعلق ضرور ہمیں پوری معلومات حاصل کرنا چاہیئے۔ اُن کے اس فقرے نے میرے کان کھولدیئے اور اس دن سے اپنے اساتذہ کی باتیں بڑی توجہ سے سُننے اور اُن کی حرکات و سکنات بغور دیکھنے لگا۔

اساتذہ

میرے اساتذہ جن کے نام مجھے یاد ہیں یہ ہیں :۔
(۱) شیخ محمد یوسف صاحبؓ (سابق سردار سورن سنگھ)
(۲) حضرت مولوی عبدالرحیم صاحبؓ نیّر (۳) حضرت نعمت اللہ صاحب گوہر
(۴) صاحبزادہ حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ (۵) خان عبدالعزیز صاحبؓ ایمن آبادی

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا نیک نمونہ

ایک دن تفریح کے پیریڈ میں مدرسہ احمدیہ کے وسیع میدان میں ہم بچے کھیل رہے تھے کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ ہیڈ ماسٹر اپنے گھر کی طرف سے جہاں وضو کیا کرتے تھے اس طرف جا رہے تھے۔ کسی لڑکے نے مجھے ایک کنکر مارا میں ایک دیہاتی لڑکا تھا اور کنکر مارنے والا شہری لڑکا تھا۔ میں نے غصے میں آکر اپنا گوبر بھرا جوتا اس کو دے مارا۔ وہ جوتا اس کو لگنے کی بجائے حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کو جا لگا۔ اور ان کے کوٹ پر گوبر کا نشان بھی پڑ گیا۔ تب میرے اوسان خطا ہو گئے کہ نہ معلوم اب مجھے اس گستاخی کی کیا سزا ملے گی۔ مگر خدا گواہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب تیز تیز چل کر اپنے مکان میں داخل ہو گئے۔

اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ کس نے جوتا مارا ہے - اس واقعہ کا جو اثر مجھ پر ہوا اس کو میں آج تک نہیں بھولا - اور حضرت مولوی صاحب کے اس عفو و درگذر کے معاملہ کو دیکھ کر میرے دل میں آپ کی عظمت اور احترام جاگزیں ہو گیا - میں جب کبھی قادیان آتا حضرت مولوی صاحب موصوف کو ضرور ملتا - اس کے بعد میں احمدیت سے بھی متاثر ہونے لگا - اس واقعہ کے بعد میں احمدی طلباء کے کردار اور احمدیت کا بغور مطالعہ کرنے لگا - بعض اوقات جب احمدی طلباء مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جاتے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو لیتا - وہ نماز پڑھتے اور میں انکو بغور دیکھتا رہتا -

اِمتحان

ایک دفعہ نماز ظہر سے پہلے امام الصلوٰۃ کے انتظار میں مجھے بھی بعض ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں بیٹھنا پڑا - اور وہ دن امتحانات کے تھے - مختلف لڑکے اپنی کامیابی کے لئے دُعا کے لئے رقعے لکھ رہے تھے تو اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی نے مسجد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ تعلیمی امتحانات کے مقابلے میں ایک بہت بڑا امتحان بھی تمہیں دینا ہو گا - جو اس امتحان کے مقابلے میں بڑا سخت اور کڑا ہو گا - جس میں کسی قسم کی سفارش اور چالاکی کام نہیں آئیگی - اور اس امتحان کا نتیجہ بھی اس دنیاوی امتحان سے مختلف ہو گا - یہ امتحان عارضی ہے - اس کا فائدہ بھی عارضی ہے - وہ امتحان دائمی اور عمر بھر کے لئے مفید یا مضر ہو گا - اور فوائد اور نقصانات کی کوئی انتہا نہیں - اور وہ امتحان مرنے کے بعد ہو گا - اُسکی تیاری کی طرف بھی ابھی سے توجہ دینی چاہیئے - ان کی اس تقریر سے متاثر ہو کر میں نے اپنے ایک دوست بابو رام سے (جسکا نام بعد میں پال سنگھ ہو گیا تھا جو قادیان کے قریب رہتا تھا) کہا کہ دیکھو مسلمان طلباء کس طرح خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے عبادت کرتے اور دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں - اور پھر بھی امتحان کے نتائج سے فکر مند رہتے ہیں اور کامیابی کے لئے دُعائیں کرتے رہتے ہیں - ہم لوگ جو ان تمام باتوں سے لاپرواہ ہیں ہمارا کیا حشر ہو گا - اس پر بابو رام نے کہا - واہ یہ بھی کوئی فکر کی بات ہے - جیسے ہم یہاں اس تعلیمی امتحان میں

ان لوگوں سے اوّل اوّل آتے ہیں (اور واقعی وہ ہر کلاس میں اول آتا تھا) اسی طرح اُس امتحان میں بھی اوّل آئیں گے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ تمہارے اوّل آنے کا سبب تو تمہاری یہ شب و روز کی محنت ہے۔ اسی طرح اُس رُوحانی امتحان میں ان کے اوّل آنے کا سبب ان کی شب و روز کی ریاضت اور عبادت و دُعائیں ہونگی جس میں ہم صفر ہیں۔ اس پر وہ کھسیانہ ہو کر کہنے لگا کہ "دیدہ باید" (دیکھا جائیگا)۔ اس واقعہ کے قریباً دو سال بعد پال سنگھ اپنی اسس سخت تعلیمی محنت کی وجہ سے دماغی توازن کھو بیٹھا اور تعلیم چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔

ہدایت پانے کی تڑپ

میرے دل میں اسلام اور احمدیت کے بارے میں اب تحقیق کی پوری لگن پیدا ہو چکی تھی۔ اور میں نے "دُرِّثمین" میں سے جب بابا نانک صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طویل نظم پڑھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ست بچن کا مطالعہ کیا۔ تو میرا ذہن اسلام کو سمجھنے کے لئے اور بھی تیار ہو گیا۔ اس پر مکرم و محترم حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ کی متواتر تبلیغ نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مذہب کے بارے میں تحقیق تو ایک لمبا عرصہ چاہتی ہے۔ کون تمام ویدوں۔ گرنتھوں۔ بائیبل اور دیگر مذہبی کتب کا مطالعہ کر کے موازنہ کرتا پھرے اور پھر کسی نتیجے پر پہنچے۔ آؤ مجھے خدا تعالےٰ سے اس بارے میں رہنمائی طلب کرنی چاہیئے۔ چنانچہ میں نے فوراً اس پر عمل شروع کر دیا۔ اور قریباً چھ ماہ تک متواتر اپنی زبان میں دُعائیں شروع کر دیں۔ شب و روز چلتے پھرتے میرا یہی ورد تھا کہ اے سچے بادشاہ! میں بھی تیرا بندہ ہوں۔ سچے مذہب کی طرف میری رہنمائی فرما۔ ہمارے گاؤں کے پاس ایک بہت بڑا تالاب ہے۔ صبح سویرے بارہا ٹھنڈے پانی میں کھڑے ہو کر یہ دُعا مانگی کہ اے میرے اللہ! اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو اسلام کی طرف بُلاتے ہیں اور اسلام ہی کو نجات کا واحد ذریعہ بتاتے ہیں اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اے میرے پیدا کرنے والے واہگورو! تو اس بارے میں میری رہنمائی فرما اور خود اپنی طرف سے

ایسے اسباب مہیا فرما کہ اسلام قبول کرنے میں میرے لئے کوئی روک باقی نہ رہے اور مجھے اپنا سچا پرستار اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے والا بنا دے۔ اور اگر تُو نے میری راہنمائی نہ فرمائی اور میری اس التجاء کو نہ سُنا تو قیامت کے دن مَیں بری الذمہ ہونگا اور اس کی ساری ذمہ داری تیری ذات پر ہوگی۔

مَیں یہ فقرات اتنے یقین اور اعتماد سے ادا کرتا تھا کہ میرے دل میں اس دُعا کی قبولیت کا یقین راسخ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اور اسلام اور احمدیت کی طرف روز بروز کشش بڑھتی چلی جاتی تھی۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اسی طرح میرا دل اسلام کی طرف کھچا چلا جاتا تھا۔ میری ان دُعاؤں اور گریہ زاری کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ میرے دل کو پورا اطمینان ہو گیا کہ میری نجات صرف اسلام ہی سے وابستہ ہے اور کہیں نہیں۔

گیانی دھیان سنگھ سے گفتگو

اسی دوران ایک عجیب واقعہ یہ بھی ہوا کہ مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کا چھپا ہوا ایک کتابچہ میری نظر سے گذرا جس میں جنم ساکھی میں چھپا ہوا بابا نانک صاحبؒ کا ایک شبد (شعر) لکھا تھا کہ ؎

للہ لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گنویں

جب مَیں اپنے گاؤں گیا تو اس شبد کے معنے مَیں نے اپنے پھوپھی زاد بھائی گیانی دھیان سنگھ صاحب سے دریافت کئے تو اُس نے جواباً کہا کہ اس شبد میں نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے اور نماز ترک کرنے والوں کو لعنت ملامت کی گئی ہے لیکن یہ ہمارے لئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ مُسلّوں (مسلمانوں) کے لئے ہے۔ اس پر مَیں خاموش ہو گیا۔ اور قدرے بے اطمینانی کی حالت میں قادیان آ کر ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سے گیانی صاحب کی اس تشریح کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ گیانی صاحب کی اس

تشریح سے خود بابا نانک صاحب کی ہتک ہوتی ہے ۔ کہ وہ جس چیز پر خود عمل نہیں کرتے تھے دوسروں کو اس کی تلقین کر دیتے تھے ۔ اور یہ " خود میاں فضیحت دیگراں را نصیحت " والا معاملہ ہو جاتا ہے ۔ اور انگریزی کا یہ فقرہ بھی بولا :۔

Why do you preach what you do not prictice ?

اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ یعنی جو تم خود نہیں کرتے وہ دوسروں کو کیوں کہتے ہو ۔ کیا اتنے بڑے گورو سے اس بات کی توقع ہو سکتی ہے؟ مجھے اس جواب سے تسلی ہو گئی ۔ اور پھر واپس جا کر گیانی صاحب کو خوب رگیدا ۔

مسلمان ہونیکی تیاری

$\frac{5}{1911}$ ۲۸ کا واقعہ ہے ۔ قریباً ساڑھے دس بجے ریتی چھلا میں حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہو گئی ۔ میں نے ماسٹر صاحب سے عرض کیا کہ اسلام اور احمدیت کی صداقت مجھ پر عیاں ہو چکی ہے اور اب مجھے کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے ۔ میں اب اسلام لانا چاہتا ہوں ۔ لیکن ایک دو باتوں کا حل چاہتا ہوں ۔ پہلی بات یہ ہے کہ قادیان کے گرد و نواح میں میرے قریبی سکھ رشتہ دار آباد ہیں ۔ میں خود معزز سکھ سردار نمبردار کا بیٹا ہوں ۔ میرے قبول اسلام کا پتہ لگتے ہی اس علاقے میں ایک تہلکہ مچ جائیگا ۔ خاصکر میری والدہ اور میرے بہن بھائیوں کو جب پتہ لگے گا تو انکی آہ و بکا اور چیخ و پکار کو میں برداشت نہ کر سکوں گا ۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ مجھے قادیان سے کچھ عرصہ کے لئے باہر بھیج دیا جائے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابھی میں نے اپنی تعلیم مکمل کرنی ہے اور دین کا علم بھی سیکھنا ہے ۔ مجھے اپنے گذارے کے لئے کافی رقم کی ضرورت ہو گی ۔ اس لئے مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنے گھر سے کچھ نقدی اور زیورات وغیرہ لے آؤں کیونکہ والد کی جائداد میں میرا حصہ بھی ہے ۔ اس پر حضرت ماسٹر صاحب رضؓ نے فرمایا کہ جب ایک انسان

کوئی کام کرتا ہے تو اس کا ایک مطمح نظر ہوتا ہے پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ جب آپ اپنی برادری اپنے ماں باپ اور اپنی کل جائیداد سے کنارہ کش ہو کر بلکہ اپنے پہلے دھرم کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں تو آپ کے مدّ نظر کیا مقصد ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ میری ایک ہی غرض ہے کہ میرا پیدا کرنے والا خدا مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس پر انہوں نے نہایت ہی جوش سے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو پھر سوچو کہ تم ایک کمزور اور ناتوان انسان ہو کر خدا تعالیٰ کی خاطر اتنی بڑی قربانی کر رہے ہو تو کیا تمہارا خدا اتنا ہی کمزور ہے کہ وہ تمہاری پرورش اور نگہداشت نہیں کر سکے گا۔ اور انہوں نے انگریزی کا یہ فقرہ بار بار دُہرایا۔

What a poor conception of God.

یعنی خدا تعالیٰ کے متعلق یہ تمہارا کتنا بودا تصور ہے

مَیں نے کہا۔ یہ بات تو اب میری سمجھ میں آگئی ہے۔ لیکن مَیں اپنے دادا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اپنی جدّی جائیداد کا حقدار ہوں۔ اور اپنا حق لینا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں گے تو مَیں گھر سے تقریباً پانچہزار روپیہ تک لا سکتا ہوں۔ جو مجھے کافی عرصہ تک کفایت کریگا۔ مجھے کبھی مالی پریشانی نہیں ہوگی اور نہ مجھے کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے کی نوبت آئیگی۔ اس پر پھر انہوں نے جوش میں آکر فرمایا:۔

اسلام چوری نہیں سکھاتا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے ہی گھر میں چوری کریں اور۔

Islam does not want a collection of thieves.

یعنی اسلام چوروں کا گروہ نہیں چاہتا۔ اس پر مَیں نے گھر سے کچھ لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور مسلمان ہونے کے لئے بالکل تیار ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کے حضور

اس پر مجھے سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور پیش کیا گیا اور میرے اسلام قبول کرنے پر آمادگی کا ذکر کیا گیا۔ تو حضور نے اپنی خداداد فراست کے ماتحت مجھے

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نومسلم کے ہمراہ (جو نہایت جری اور بہادر انسان تھے) ہدایات دے کر باہر بھجوا دیا۔ وہ مجھے بٹالے لے گئے۔ اُن کی ہدایت کے ماتحت نہا دھو کر مَیں نے نئے کپڑے پہنے۔ وہ مجھے ایک مولوی صاحب کے پاس لے گئے۔ جنہوں نے پہلے ایک رجسٹر میں میرا سابقہ نام درج کیا۔ اور میرا نام دین محمد تجویز کیا۔ لیکن میری درخواست پر پھر میرا پسندیدہ نام عبدالرحمٰن رکھا۔ اور مَیں خود کلمہ پڑھ کر مسلمان ہُوا چونکہ میں قبل ازیں احمدیت کی تعلیم اور ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کی تبلیغ کو سُنکر دل سے تو مسلمان ہو چکا تھا۔ صرف لفظی طور پر کلمہ پڑھ کر اظہارِ اسلام کرنا باقی تھا۔ اِس پر مولوی صاحب نے اس وقت کے دستور کے مطابق میرے مسلمان ہونے کی ایک سند لکھ کر مجھے دی۔ جس کا مقصد غالباً اُن کے نزدیک یہ ہوتا تھا کہ یہ شخص جس کے پاس یہ سند ہے نیا نیا مسلمان ہُوا ہے۔ اگر اُسے کہیں امداد کی ضرورت ہو اور یہ طالب امداد ہو تو اس کی امداد کی جائے۔ لیکن میری غیرت نے ایسی سند لینے سے انکار کر دیا۔ جس کا مقصد بھیک مانگ کر گذارہ چلانا ہو۔ مَیں نے چاہا کہ مَیں اسے وہیں پھاڑ کر پھینک دوں لیکن بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے فوراً یہ سند مجھ سے لے کر جیب میں ڈال لی اور کہا۔ اگرچہ تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ ہمارے کام کی چیز ہے مَیں اپنے پاس اِسکو محفوظ رکھوں گا۔ اور بوقت ضرورت یہ ہمارے کام آئیگی۔ چنانچہ انکی یہ پیش بندی بعد میں پیش آنے والے واقعات کی وجہ سے واقعی صحیح ثابت ہوئی۔

گوجرانوالہ میں رہائش

مسلمان ہونے کے بعد حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی مجھے گوجرانوالے میں ایک احمدی دوست کے پاس لے گئے۔ جس کا نام احمد دین تھا جو وہاں اوّل درجہ کے اپیل نویس تھے اور اسوقت وہاں کی جماعت کے امیر بھی وہی تھے۔ وہ مجھے اُن کے سپرد کر کے واپس قادیان چلے گئے دورانِ قیام گوجرانولے میں ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے

ایک خط کے ذریعہ مجھے یہ اطلاع دی کہ تمہارے قادیان سے چلے جانے اور مسلمان ہوجانے کی خبر سُنکر تمام علاقے کے سکھوں اور غیر مسلم افراد میں ایک ہیجان اور اضطراب پھیل گیا ہے، اور تمہارے والدین کوچہ بکوچہ شہر بشہر تمہاری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہیں اور تمہاری والدہ صاحبہ کی بے قراری تو اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ قادیان کے گلی کوچوں میں آہ وبکا کرتی گھر گھر تمہیں تلاش کرتی پھرتی ہے۔

میرے والد صاحب کی یہ حالت تھی کہ وہ سخت بے قرار تھے۔ انہوں نے ایک وکیل سنت رام گورداسپوری کے ذریعہ انجمن احمدیہ کے سرگروہ اصحاب پر میری گمشدگی کے بارے میں عدالتی چارہ جوئی کی غرض سے نالش کردی اور قانونی چارہ جوئی کر کے مجھے برآمد کرنے کا پورا تہیہ کرلیا۔ اس وقت کے حالات دیکھنے والوں نے بعد میں مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ تمہاری والدہ صاحبہ کی آہ و بکا نالہ وشیون دیکھا نہیں جاتا تھا۔ جو ماتا کی ماری تمہارے فراق اور جدائی میں شب وروز اُس نے جاری کر رکھا تھا۔

میری گمشدگی کے بارے میں عدالتی کارروائی

والد صاحب کی عدالتی کارروائی کے نتیجہ میں مجھے گوجرانوالہ سے لاہور لایا گیا اور احمدیہ بلڈنگس لاہور میں لاکر مجھے رکھا گیا۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جو ان دنوں اسسٹنٹ سرجن لگے ہوئے تھے ڈاکٹری معائنہ کے لئے مجھے ایک انگریز سول سرجن کے پاس لے گئے۔ جس نے میرا معائنہ کرنے کے بعد میرے متعلق یہ سرٹیفکیٹ دیا کہ یہ لڑکا سولہ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے اور اپنے نفع نقصان کو خوب سمجھتا ہے۔ یہ اپنے فعل کا خود مختار ہے۔

چنانچہ ان کا یہ سرٹیفکیٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس لاہور کے سامنے پیش کیا گیا کیونکہ میرے بارے میں گورداسپور سے کاغذات انہی کے پاس آئے ہوئے تھے کہ مول سنگھ کا پتہ چلایا جائے کہ وہ زندہ ہے یا مار دیا گیا ہے یا حبس بے جا میں رکھا گیا ہے۔

سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے میرے بیانات لئے۔ میں نے اپنے بیانات میں یہ لکھوایا

کہ میں بالغ ہوں اور سوچ سمجھ کر اپنی مرضی سے مسلمان ہوا ہوں اور اپنی خوشی سے گوجرانوالے میں رہ رہا ہوں۔ مجھ پر کسی قسم کا کوئی جبر نہیں۔

میرا بیان لینے اور سرٹیفکیٹ دیکھنے کے بعد سپرنٹنڈنٹ صاحب نے یہ رپورٹ بھجوا دی کہ لڑکا صحیح سلامت ہے۔ اپنی مرضی سے حلقہ بگوش اسلام ہوا ہے اور اپنی خوشی سے رہ رہا ہے۔ اس رپورٹ کے بعد میرے والد صاحب کا کیس خارج ہوگیا۔ لیکن انہوں نے میری تلاش پھر بھی جاری رکھی اور مجھے پتہ چلا کہ وہ کئی دفعہ اس سلسلہ میں لاہور بھی آئے۔

والد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے دربار میں

چاروں طرف سے مایوس ہو کر میرے والدین نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی کہ آپ ہماری مدد فرمائیں اور ہمارے بچے کو ہم سے ملوا دیں۔ ہمیں اس کے مسلمان ہونے پر اب کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بے شک وہ مسلمان رہے لیکن رہے ہماری آنکھوں کے سامنے۔ دیکھیئے اس کی والدہ اپنے بیٹے کی جدائی میں کس درجہ ہلکان ہو چکی ہے۔ اور پاگل سی ہو رہی ہے۔

میں اپنے والدین کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اور ان کے بعد نمبرداری کا میں ہی حق دار تھا۔ جسے وہ بہت بڑا اعزاز سمجھتے تھے۔ ویسے بھی میری کئی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے وہ میری جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں میرے والدین کی متواتر یہ التجائیں بار آور ثابت ہوئیں۔ بالآخر حضور رضؓ نے ان کی حالت پر ترس کھاتے ہوئے مجھے قادیان واپس آنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اطلاع کے مطابق جس دن میں نے قادیان واپس آنا تھا میرے والدین بھی میری انتظار میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر تھے۔ قادیان پہنچتے ہی سیدھا میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے آتے ہی سب سے پہلے میری والدہ نے بے اختیار ہو کر آگے بڑھ کر فوراً مجھے گلے لگا لیا۔ اس کی زبان پر چیخیں تھیں۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ بار بار مجھے چومتی اور گلے لگاتی تھیں۔ اسی طرح

میرے والد صاحب بھی مجھے مل کر خوشی کے آنسو بہا رہے تھے۔ اس رقت انگیز منظر کو دیکھکر تمام حاضرین مجلس بھی متاثر تھے اور آب دیدہ ہو رہے تھے۔

بھگت سنگھ اور میری والدہ

میری والدہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ تمہارے ایک رشتہ دار بھگت سنگھ نامی جو میرے مسلمان ہونے سے کئی سال قبل قتل کے ایک کیس میں سزایاب ہوئے اور لمبی سزا کاٹ کر جب وہ واپس آئے تو میرے والد صاحب نے میری تلاش میں انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ ایک موقع پر میرے متعلق والدہ صاحبہ کے سامنے جب بھگت سنگھ نے یہ کہا کہ اگر منگل سنگھ مجھے کہیں مل گیا تو میں اسلام لانے کی اُسے اچھی طرح سزا دونگا اور اس کی ایک ٹانگ کاٹ کر اُس کو لنگڑا تو ضرور کر دونگا۔ والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ جب اُس نے یہ بات کہی تو میں نے غضبناک ہو کر کہا کہ "بھگت سنگھ تیرا کیا حق ہے کہ تُو میرے بیٹے کی ٹانگ کاٹے۔ میری تو یہ پرارتھنا (دُعا) ہے کہ وہ زندہ ہو جہاں بھی ہو خوش رہے۔ اور اس کا ربّ راکھا ہو۔" اور اسے نفرت سے مَیں نے دھتکار دیا۔ اور پھر کبھی مَیں نے اُسے مُنہ نہیں لگایا۔ والدہ صاحبہ کی اس بات کی تصدیق مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کے ایک خط سے بھی ہو گئی تھی جس میں انہوں نے یہ لکھا تھا کہ تمہارے متعلق غیر مسلموں کے ارادے بُرے ہیں اور تمہاری جان کو بھی اُن سے خطرہ ہے۔ اِس لئے جب قادیان آؤ تو خاصکر بٹالہ اسٹیشن پر اپنی حفاظت کا خیال رکھنا۔ اسپر مَیں نے انہیں یہ لکھ بھیجا تھا کہ ماسٹر صاحب ایک تو مَیں بہادر قوم کا فرد ہوں اور دوسرے اب ایمان لاکر میرے اندر بہادری اور شجاعت کا جوہر اور بھی بڑھ گیا ہے۔ اصل حفاظت تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ مَیں ان کی دھمکیوں سے قطعًا نہیں ڈرتا۔ دُعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ مجھے اِن کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اِسی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حکم ملتے ہی میں بے دھڑک قادیان چلا آیا تھا۔

نمبرداری اور تمام حقوق سے دست برداری

میرے والد صاحب نے اس موقع پر

حضرت صاحب کی خدمت میں یہ درخواست بھی کی کہ میرا بچہ اب آپ کا فرمانبردار ہے اس لئے آپ اُسے حکم دیں کہ گاؤں میں رہائش اختیار کرے۔ کیونکہ یہ میرا بڑا بیٹا ہے نمبرداری کا حقدار ہے۔ مَیں نے اس کے حصّے کی زمین اور نمبرداری اس کے نام کروادی ہے اگر یہ وہاں نہ رہا تو ہمارا یہ خاندانی اعزاز دوسرے خاندان میں منتقل ہو جائے گا۔ اور اس سے سارے علاقے میں ہماری سُبکی ہوگی۔ اِس پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے نہایت واشگاف اور پُرجوش انداز میں فرمایا کہ بُڈھا سنگھ! مَیں اِسے گاؤں میں رہنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اسے حکم دیتا ہوں کہ یہ تمہاری نمبرداری اور زمین تمہیں واپس کردے۔ اور مجھے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میاں عبدالرحمٰن! تم سیدھے گورداسپور جاؤ۔ اور ان کی زمین اور نمبرداری اپنا بیان دے کر واپس کردو۔ اور مَیں دُعا کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا کہ خدا تعالیٰ تمہیں اس نمبرداری اور جائیداد کے عوض اس سے اعلیٰ نمبرداریاں اور بہت بڑی جائداد عطا فرمائے۔ اور اُسی وقت حضورؓ نے ہاتھ اٹھا کر دُعا کی۔ اور مجھے گورداسپور روانہ کر دیا۔ حضور کے اس حکم کے ماتحت مَیں گورداسپور پہنچا اور ڈپٹی کمشنر صاحب (جو ایک انگریز تھا) کے سامنے پیش ہوا۔ اور اپنا تعارف کرانے کے بعد یہ درخواست کی کہ مَیں موضع کونتھ تحصیل و ضلع گورداسپور کے نمبردار سردار بُڈھا سنگھ کا سب سے بڑا بیٹا سردار منگل سنگھ ہوں۔ مَیں نے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم کے دوران اسلام اور احمدیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میرا نام منگل سنگھ کی بجائے عبدالرحمٰن ہے۔ میرے والدین نے ناحق مقدمات کر کے جماعت احمدیہ کو مطعون کرنے کی کوشش کی ہے کہ انہوں نے مجھے جبراً مسلمان کیا ہے۔ اور چھپا کر رکھا ہے۔ یہ سب الزامات غلط ہیں اور اَب مَیں اپنے مرشد کے حکم کے ماتحت نمبرداری اور اپنے حصے کی زمین اپنے والد صاحب کے نام منتقل کر دینے کی درخواست کرتا ہوں۔ اِس پر انگریز حاکم نے حیران ہو کر کہا کہ اچھا!

"تم خود احمدیہ ہو گیا ہے۔ خود احمدیہ ہو گیا ہے؟"

اور کہا - دیکھو! یہ موقعہ تمہیں پھر نہیں ملے گا - تم اپنی نمبرداری اور جائیداد مت چھوڑو - اس پر میں نے کہا - کہ صاحب! میں اپنے نفع و نقصان کو خوب سمجھتا ہوں - اور اس تمام دنیاوی عزّت و جائیداد پر اپنے مرشد کے حکم کو مقدّم سمجھتا ہوں - مجھے اپنی بھلائی اسی میں نظر آتی ہے - اس پر انگریز حاکم نے نمبرداری اور جائیداد پھر سے میرے والد صاحب کے نام کر دی اور واپس قادیان آکر میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں یہ رپورٹ کر دی کہ میں نے حضور کے حکم کی تعمیل کر دی ہے - اس پر حضور بہت خوش ہوئے - اور فرمایا کہ عبد الرحمٰن! یہ مت سمجھو کہ اب دنیا میں تمہارا کوئی باپ نہیں ہے - نہیں نور الدین خود تمہارا باپ ہے -

میری خانہ آبادی

اس کے بعد قادیان ہی میں میں نے اپنی تعلیم کو دوبارہ شروع کیا دورانِ تعلیم میں جبکہ میں آٹھویں جماعت کا طالبعلم تھا حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی سفارش پر ۱۹۱۳ء کے جلسہ سالانہ پر سیالکوٹ کے ایک بزرگ حضرت حافظ مولوی محمد فیض الدین صاحب متولّی مسجد جامع احمدیہ المعروف کبوتراں والی مسجد کی چھوٹی صاحبزادی غلام فاطمہ بیگم صاحبہ سے میرا نکاح ہو گیا -

اس کے بعد میرے تمام اخراجات کی ذمہ داری میرے نیک سیرت خسر صاحب نے بڑی حد تک اٹھالی - قادیان سے میٹرک پاس کرنے کے بعد میرے خسر صاحب نے سیالکوٹ بلوا کر مرے کالج میں داخل کروا دیا - وہاں سے فارغ ہونے کے بعد میڈیکل کالج لاہور میں داخلہ لے کر میں نے ڈاکٹری تعلیم مکمل کر لی - فالحمد للہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی دُعا کا فوری کرشمہ

دورانِ قیام قادیان ہی کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی اس دُعا کا پہلا نتیجہ تھا جس میں حضور نے یہ دُعا کی تھی کہ تم میرے حکم سے جو نمبرداری چھوڑ رہے ہو - اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے عوض کئی نمبرداریاں دیگا - واقعہ یہ ہوا کہ وہی سابق سزا یافتہ سردار بھگت سنگھ جو میری ٹانگ کاٹنے کی فکر میں

تھا تصرفِ الٰہی کے ماتحت ایک ڈکیتی کیس میں ماخوذ ہوگیا - وہ ڈکیتی اس علاقے کے ایک سردار دساکھا سنگھ ساکن ملیاں کے گھر میں ہوئی تھی - ڈاکو سردار صاحب کو زخمی کر کے چالیس ہزار روپیہ لوٹ کر لے گئے تھے - اس وقوعہ سے علاقے میں بڑی دہشت پھیل گئی تھی اور گورنمنٹ کی پولیس بھی اس وقت پوری چھان بین اور پکڑ دھکڑ میں مصروف ہو گئی تھی - اس علاقے کے تمام مشتبہ افراد پکڑ لئے گئے - اُن میں میری پھوپھی زاد بہن کا خاوند بھگت سنگھ بھی شامل تھا - پولیس اپنے دستور کے مطابق تمام ملزموں پر بڑی سختی کر رہی تھی - اور مختلف طریقوں سے انہیں اذیت پہنچا کر اقبالِ جرم کرانے کی کوشش کر رہی تھی - پولیس کی مار پیٹ اور جبر و تشدد سے تنگ آکر بھگت سنگھ نے میرے والد کو کہلا بھیجا کہ مَیں اسوقت پولیس کی گرفت میں ہوں اور دس سال جیل میں رہ کر اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی ان دنوں ہو رہی ہے - آپ یقین کریں مَیں نہ چور ہوں نہ ڈاکو اور اس معاملہ میں قطعاً بے گناہ ہوں - قادیان سے اگر کوئی بڑا آدمی آکر میری سفارش کر دے تو مَیں چھوٹ سکتا ہوں - مہربانی کر کے آپ میرے لئے قادیان سے سفارش کا انتظام کریں - میرے والد صاحب سردار بڈھا سنگھ قریباً دس اور معزز سکھ سرداروں کا وفد لے کر قادیان آئے اور بھگت سنگھ کی ناگفتہ بہ حالت اور اُسے رہائی دلانے کا ذکر کیا - اس پر مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے پاس جاکر تمام حالات بیان کئے - حضور نے فرمایا - میرے پاس تم سے بڑا آدمی اور کون ہے - تم خود ہی پولیس کے پاس چلے جاؤ اور جو بھی پولیس افسر ہو - اس سے جاکر کہو کہ نورالدین نے مجھے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلعم کا حکم ہے کہ سفارش کرنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے - کسی بے گناہ کی سفارش کرنا جائز ہے - ماننا یا نہ ماننا حاکم کا اپنا کام ہے - اس مفہوم کی ایک حدیث بھی حضور نے پڑھی جس کے اصل الفاظ مجھے اسوقت یاد نہیں -

اُسی وقت مَیں موضع ٹھیکری والا متصل قادیان جہاں پولیس نے مجرموں کو اکٹھا کر رکھا تھا

پہنچا - اور بے دھڑک پولیس افسر کے سامنے جاکر اپنا تعارف کرایا - اور وفد کے آنے کا سارا واقعہ اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا پیغام من وعن انہیں پہنچا دیا - پولیس افسر نے اُسی وقت بھگت سنگھ کو بلوا کر کہا کہ اگر ہم چاہیں تو تمہیں سات سال تک کی قید دلوا سکتے ہیں - میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - لیکن اس نوجوان کی سفارش پر ہم تمہیں چھوڑتے ہیں - یہ سُنتے ہی بھگت سنگھ میرے پاؤں پر گر پڑا - وہ بار بار میرا شکریہ ادا کر رہا تھا - اور مجھے اپنا ایک بہت بڑا محسن تصوّر کر رہا تھا - اُسی وقت میرے والد صاحب بھی معہ دیگر اراکین وفد کے وہاں پہنچ گئے - جب انہوں نے بھگت سنگھ کو اس طرح اظہار تشکّر کرتے ہوئے دیکھا - تو کہا - بھگت سنگھ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے ؟ (بھگت سنگھ نے مجھے ایک عرصہ سے نہیں دیکھا تھا - اور دس سالہ قید سے واپس آنے کے بعد بھی میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی -) اُس نے کہا - مَیں نہیں جانتا کہ میرے محسن کا کیا نام ہے اور کون ہے - اس پر میرے والد نے کہا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کے مسلمان ہونے کی خبر سُنکر تم نے اس کی ٹانگ کاٹ دینے کا ارادہ ظاہر کیا تھا - اس پر وہ بے ساختہ بولا - سردار جی ! یہ تو بہت بڑا آدمی بن گیا ہے - اور اس کی طرف جو بھی ٹیڑھی نظر سے دیکھے گا مَیں اُس کو تھاں مار دونگا - اس کے بعد بھگت سنگھ میرا فدائی بن گیا - اور وقتاً فوقتاً میرے لئے تحفے تحائف لاتا رہا - اور اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی دُعا کا پہلا ثمرہ مجھے اس عزت افزائی کی صورت میں مل گیا فالحمد للہ علی ذالک -

اِدھر جب میں پولیس افسر کا شکریہ ادا کر کے واپس جانے لگا تو وہ مجھے علیحدگی میں لے گیا - اور کہا - حضرت حکیم نورالدین صاحب کی خدمت میں میرا دست بستہ سلام عرض کر دینا اور میری طرف سے یہ بھی عرض کرنا کہ حضور نے یہ بہت ہی چھوٹا سا کام ہے جس کا مجھے ارشاد فرمایا ہے - اگر اس سے بہت بڑا کام بھی ہوتا تو مَیں اسے بخوشی سرانجام

دیتا اور بطور یاد دہانی عرض کرنا کہ میرا نام دلاور علی شاہ ہے اور میں ڈپٹی سپرٹنڈنٹ پولیس ہوں - ایک دفعہ مجھ پر لقوہ کا شدید حملہ ہو گیا تھا - تو حضور کے علاج سے میں شفایاب ہو کر کام کرنے کے قابل ہوا - میں دنیاوی جھگڑوں میں اتنا پھنسا ہوا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ ادا کرنے کی بھی فرصت نہیں ملی - میں عنقریب نذرانہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونگا - میں آپ کے احسان کو نہیں بھولا -

میں نے قادیان واپس آ کر یہ تمام ماجرا بالتفصیل حضور کی خدمت میں ذکر کیا - اس پر حضور نے الحمدللہ کہا - اور فرمایا کہ یہ سب نورالدین کے مولا کے تصرفات ہیں -

ایک گیانی کو لاجواب کرنا

میرے دوران قیام قادیان کا ہی ذکر ہے کہ جب سکھوں کا جوش و خروش ختم ہو گیا اور فضا صاف ہو گئی تو میں کبھی کبھار اپنے گاؤں موضع کونٹھ میں اپنے والدین سے ملنے جایا کرتا تھا ایک دفعہ جب میں وہاں گیا - تو میرے والدین نے ایک سکھ گیانی کو میرے سمجھانے کے لئے خاص طور پر بلایا ہوا تھا - رات کو ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے مذہبی گفتگو ہوتی رہی - جو وہ سوالات کرتا تھا میں جوابات دیتا تھا - کبھی میں سوالات کرتا تھا وہ جوابات دیتا تھا - بالآخر لمبی گفتگو سے تنگ آ کر اس نے اپنے خیال میں ایک بہت بڑا وزنی سوال مجھ پر کیا - کہ عبدالرحمٰن تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں خدا نے سکھوں کے گھر پیدا کیا لیکن اب تم مسلمان ہو گئے ہو گویا تمہاری نگاہ میں خدا تعالیٰ نے سکھوں کے گھر میں پیدا کر کے غلطی کی اور تم نے مسلمان ہو کر یہ خدا کی آپ غلطی نکالی ہے - اس اس سوال پر تمام اہل مجلس میرا جواب سننے کے لئے میری طرف نظریں اٹھا کر بے تابانہ دیکھنے لگے - مجھے اللہ تعالیٰ نے فی الفور اس کا یہ جواب سکھایا - میں نے کہا - گیانی صاحب میں نے تو خدا تعالیٰ کی کوئی غلطی نہیں نکالی - البتہ اس کی بھیجی ہوئی ہدایت پر عمل کیا ہے لیکن تم اپنے اعتراض کی بناء پر خود خدا تعالیٰ کی کئی غلطیاں نکالنے کے مرتکب ہو رہے ہو

کہنے لگا۔ وہ کیسے ؟ مَیں نے کہا۔ جب سے تم پیدا ہوئے ہو تم غلطیاں ہی نکال رہے ہو۔ مَیں نے کہا۔ بتاؤ کہ جب تم پیدا ہوئے ننگے پیدا ہوئے تھے یا کپڑے پہن کر آئے تھے ؟ ساری دنیا جانتی ہے کہ تم ننگے پیدا ہوئے تھے اور اب تم نے کپڑے پہن رکھے ہیں پھر تم نے کڑا نہیں پہنا ہوا تھا اور اب تم نے کڑا پہنا ہوا ہے کنگھا لیا ہوا ہے۔ کیس رکھے ہوئے ہیں اور کرپان لگا رکھی ہے۔ اور کچھرا پہنا ہوا ہے۔ یعنی کیا یہ پانچ ککے پیدا ہوتے وقت ساتھ لائے تھے ؟ پھر تم نے یہ تبدیلی کیوں کی۔ پھر خدا نے ماں کے ذریعے تمہیں دودھ پلایا تھا اور اب تم روٹیاں پکا کر کھاتے ہو۔ حالانکہ اُس نے تمہارے لئے صرف گندم اگائی ہے۔ تم بالیاں سمیت اس کو کیوں نہیں کھا جاتے۔ کیوں پیستے ہو اور کیوں پکاتے ہو۔ کیا تم اس طرح خدا تعالےٰ کی غلطیاں نہیں نکالتے ؟ اسپر وہ کہنے لگا کہ یہ تو ہم اپنی عقل سے اپنی زندگی کی ضروریات کا سامان کرتے ہیں۔ اِس پر مَیں نے کہا۔ کہ جب تم اس فانی جسم کے لئے اتنی تدابیر اختیار کر سکتے ہو تو کیا مجھے یہ حق حاصل نہیں کہ اپنی رُوح کی بقا اور نجات کے لئے خدا کی رہنمائی کو قبول کروں اس پر وہ لاجواب ہو کر میرے والدین سے کہنے لگا کہ آپ کا یہ بیٹا اب سدھرنے والا نہیں۔

ایک عیسائی پادری کا لاجواب ہونا

دورانِ قیام لاہور میڈیکل کالج ہوسٹل کا واقعہ ہے کہ وہاں کالج کے ہوسٹل میں میرے ساتھ کئی دوسرے طلباء بھی مقیم تھے۔ جنہیں میں تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ ایک طالبعلم جن کا نام جلال الدین تھا جو میرا کلاس فیلو ہونے کے علاوہ روم فیلو بھی تھا وہ کافی عرصہ سے عیسائیت سے متاثر تھا ایک دن مَیں نے انہیں ایک انگریز پادری کے نام درخواست لکھتے ہوئے دیکھ لیا۔ جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ "مجھے دین اسلام میں کوئی حقیقت نظر نہیں آتی اور مسلمانوں کی حالت بھی بہت گری ہوئی ہے۔ مجھے دین مسیح میں سچائی نظر آتی ہے۔ اور مسیحی لوگ بھی اچھے با اخلاق اور Forward ہیں اس لئے میں بپتسما لینا چاہتا ہوں۔ مہربانی فرما کر آپ مجھے وقت دیں۔" مَیں نے جب ان کی یہ درخواست دیکھی تو میرے دل میں ایک

زبردست تحریک پیدا ہوئی کہ انہیں پُر حکمت طریق سے اس ارادے سے باز رکھنا چاہیئے۔ میں نے انہیں کہا کہ بھائی جلال الدین! میں نے آپ کی یہ چھٹی پڑھ لی ہے۔ مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ واقعی مسلمانوں کی حالت بہت گری ہوئی ہے اور قابل اصلاح ہے کیوں نہ ہم دونوں اکٹھے ہی پادری صاحب کے پاس چلیں اور اکٹھے ہی بپتسما لیں۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا کہ مجھے ایک اور ساتھی اور ہمنوا مل گیا ہے۔ اور کہنے لگا۔ ضرور آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ مقررہ دن جو غالباً اتوار کا دن تھا۔ ہم دونوں اکٹھے عیسائیت کے تبلیغی مرکز میں پہنچ گئے۔ پادری صاحب کو اطلاع کروائی کہ دو متلاشیان حق بپتسما لینے آگئے ہیں۔ آپ تشریف لے آئیں پادری صاحب کے ارشاد کے مطابق ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں چائے اور بسکٹ پیش کئے گئے۔ چائے نوشی کے دوران میں میں نے ڈاکٹر جلال الدین سے کہا کہ ہم ایک بہت بڑا قدم اٹھانے لگے ہیں یعنی اسلام چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں ہم نے چلے جانا ہے اگر آپ اجازت دیں تو پادری صاحب سے میں اپنے کچھ شکوک بھی رفع کر لوں۔ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ آپ ضرور پادری صاحب سے تسلی کریں۔ اتنے میں پادری صاحب بھی تیار ہو کر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ میں نے عرض کی کہ پادری صاحب بپتسما لینے سے قبل میں جناب سے اپنی تسلی کے لئے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں کیا آپ اس کی اجازت دیتے ہیں؟ ان کے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی میں نے ان پر سوال کیا کہ یسوع مسیح کے کفارے پر ایمان لانے سے ہمارے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ پادری صاحب نے کہا۔ ہاں! ۔ پھر میں نے پوچھا کہ کفارہ پر ایمان لانے سے کیا یہ فائدہ بھی پہنچتا ہے کہ انسان سے گناہ کی طاقت ہی سلب ہو جاتی ہے یا یہ کہ انسان جو بھی گناہ کرے وہ سب معاف ہوتے جاتے ہیں۔ میرا یہ سوال سنتے ہی وہ غصہ میں آکر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے چلا کر کہا۔

You are Qadianies - get away from here.

تم لوگ قادیانی ہو یہاں سے چلے جاؤ۔

میرا ساتھی پادری صاحب کے اس رویہ کو دیکھ کر سخت حیران رہ گیا۔ میں نے کہا کہ آپ تو اس کے اخلاق کی بہت تعریف کرتے تھے کیا با اخلاق آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اس پر ڈاکٹر جلال الدین صاحب نے کہا کہ اس وقت پادری صاحب کا موڈ ٹھیک نہیں، چلو پھر کسی وقت آئیں گے۔ چنانچہ ہم کمرے سے باہر اٹھ کر کمپاؤنڈ میں آئے تو کچھ بہتر لوگ جو عیسائی ہو گئے تھے بن ٹھن کر گرجا میں جانے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ میں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ ڈاکٹر صاحب انہیں دیکھ لو۔ بپتسمہ لینے کے بعد یہی ہماری برادری ہوگی انہیں میں ہمارے رشتے ناطے ہونگے اور انہی میں ہمارا اٹھنا بیٹھنا اور آنا جانا ہو گا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے تنک کر کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ ہم ایسے لوگوں میں کبھی شامل نہیں ہو سکتے میں نے واپس آکر انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور ایمان افروز کتاب "کشتیٔ نوح" پڑھنے کے لئے دی جس میں حضور علیہ السلام نے اسلام کی پاکیزہ تعلیم۔ اسلام اور عیسائی عقائد کا موازنہ نہایت مؤثر اور دلنشین انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ درحقیقت یہ کتاب روحانی پیاسوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب پڑھنی شروع کر دی۔ اس کتاب کا ہر لفظ ہر سطر اور ہر صفحہ ان کے گوشۂ دل میں اترتا چلا گیا۔ جب کتاب کے اختتام پر پہنچے تو باطل کی ظلمت کافور ہو چکی تھی اور حق کی روشنی نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر ان کے اندر ایک عظیم انقلاب پیدا ہوا۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی صداقت ان پر منکشف ہو گئی۔ اب باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ چکا تھا اور حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آگیا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کر لی اور اس وقت تک دم نہیں لیا جب تک کہ اپنے تمام افراد کنبہ کو احمدیت کی آغوش میں نہ لے آئے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد چوہدری اللہ دتا صاحب ہیڈ کلرک محکمہ انہار سکنہ بابے کی بیری ضلع سیالکوٹ نے بھی ان کی تحریک پر بیعت کر لی۔ اور اب حال ہی میں ۱۹۶۵ء میں اپنی ایک عزیزہ کی شادی کے سلسلہ میں کراچی تشریف لائے تو مجھے

بھی ملے۔ گلے لگا کر میرا ماتھا چوما اور کہا کہ میں آپ کے لئے ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بڑی برکات نازل فرمائے۔ کیونکہ آپ نے ہمارے خاندان کو گمراہی کے گڑھے سے گرنے سے بچایا ہے۔ فالحمد للہ

ڈاکٹر جلال الدین صاحب بڑے مخلص احمدی ہیں کراچی میں پریکٹس کرتے ہیں آجکل اپنے حلقے کے پریذیڈنٹ بھی ہیں۔

جلسہ سیرت النبی صلعم اور اسکا اثر

۱۹۱۸ء کا ذکر ہے کہ میڈیکل ہوسٹل لاہور میں ہم بارہ طالبعلم احمدی تھے ہم نے اپنی ایک احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن قائم کی ہوئی تھی۔ ہمارے علاوہ اور بہت سے غیر احمدی اور غیر مسلم طالبعلم بھی ہوسٹل میں مقیم تھے۔ انہیں میں ایک شیعہ طالب علم جس کا نام ڈاکٹر غلام علی تھا ہمارے ساتھ مقیم تھا۔ اپنے عقیدہ میں وہ راسخ جوشیلا اور پرجوش طالبعلم تھا۔ ہماری اس سے اکثر گفتگو رہتی تھی۔ ایک دن میں نے اُس سے کہا کہ ہماری بہت سی باتیں آپس میں بحیثیت مسلمان ہونے کے مشترک ہیں۔ مثلاً ہم بھی قرآن مجید کو خدا تعالیٰ کی آخری اور مکمل کتاب مانتے ہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ رسول اور خاتم النبیین۔ رحمۃ للعٰلمین اور سید الانبیاء مانتے ہیں۔ آجکل میلاد النبیؐ کے ایام ہیں۔ کیوں نہ ہم ایک مشترکہ جلسہ کریں اور اس کے لئے ہم سب احمدی چندہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب آپ ہی اس جلسہ کا اہتمام کریں۔ چنانچہ وہیں بیٹھے بیٹھے یہ تجویز پاس ہوگئی کہ ہمارے جلسہ میں ہر فرقے کا مولوی خطاب کرے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے محاسن بیان کرے۔ اسی وقت ہم بارہ احمدیوں نے اپنی طرف سے بحساب چھ روپے فی کس کل ۷۲ روپے جلسہ کے اخراجات کے لئے غلام علی صاحب کے حوالے کئے۔ باقی تمام مسلم طلباء نے بھی ہماری اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اور شیعہ۔ سُنی اور احمدی تین علماء کے نام دعوت نامہ جاری کر دیا گیا۔ شیعہ صاحبان کی طرف سے اُن کے مجتہد علامہ علی حائری صاحب کو مدعو کیا گیا۔

سُنّی طلباء نے اپنے ایک ایم۔ اے لیکچرار صاحب کو بلوایا۔ اور احمدی طلباء نے حضرت مولٰنا غلام رسول رضؓ صاحب راجیکی کو جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی۔ ہوسٹل کے درمیان میں پنڈال بنایا گیا اور بڑے اہتمام سے وقت مقررہ پر جلسہ شروع ہوا۔ میڈیکل کالج لائف میں غالباً یہ سب سے پہلا موقعہ تھا کہ ہم احمدی طلباء کی تحریک پر تمام مسلمان طلباء ایک نہایت پاکیزہ مقصد کے لیے متحد ہو گئے۔ چونکہ اس جلسے کی تشہیر بڑی شدومد سے کی گئی تھی اس لیے مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ طلباء بہت بڑی تعداد میں شریک جلسہ ہوئے۔ سب سے پہلے علّامہ حائری صاحب نے تقریر فرمائی۔ علّامہ صاحب موصوف اپنا مخصوص لباس پہن کر پورے کروفرّ کے ساتھ کرسی پر شاہانہ انداز میں بیٹھ کر تقریر فرمانے لگے۔ انہوں نے دورانِ تقریر میں دیگر واقعات کے علاوہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شقِ صدر کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔ انہوں نے فرمایا۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو پکڑ کر زمین پر لٹا دیا۔ ایک چھری سے حضورؐ کا سینہ چاک کیا۔ اس میں سے دل نکالا اور اسے دھو کر دوبارہ اپنے مقام پر رکھ دیا۔ اس طرح حضور علیہ السلام کو بچپن ہی سے ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کر دیا گیا۔ علّامہ صاحب کے مُنہ سے یہ واقعہ سنکر ہندو اور سکھ طلباء جو سرجری کے علم سے واقف تھے زیرِلب استہزائیہ انداز پر مسکرانے لگے اور کنکھیوں سے مسلمان طلباء کو دیکھنے لگے۔ مسلمان طلباء کا یہ حال تھا کہ وہ ایک قسم کی خفت اور شرمندگی محسوس کر رہے تھے۔ مَیں اسوقت علّامہ صاحب کی تقریر کے نوٹ لکھ رہا تھا تاکہ ہمارے مولٰنا صاحب اپنی باری میں اس کی صحیح حقیقت واضح کر سکیں۔ علّامہ صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے تو طے شدہ تجویز کے مطابق اُن کی خدمت میں مبلغ پندرہ روپے نذرانہ پیش کر دیا گیا اور پُرتکلّف کھانا بھی جو اس موقعہ پر تیار کیا گیا تھا ان کے ساتھ بھجوا کر انہیں پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔

ان کے بعد ایم۔ اے لیکچرار صاحب کی باری تھی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی سیرۃ طیبہ پر اچھی تقریر کی - اور کوئی ایسی بات نہیں کی جو قابلِ اعتراض ہو -

سب سے آخر میں ہمارے نامزد مقرر حضرت مولٰنا غلام رسول صاحبؓ راجیکی جلسہ گاہ میں پہنچے - آپ کی اس وقت کی کیفیت یہ تھی کہ نہایت سادہ دیہاتی لباس زیب تن تھا - تہبند باندھے - پاؤں میں دیسی جوتا پہنے کندھے پر کمبل ڈالے - ہاتھ میں ایک لمبا سا عصا لیئے جلسہ گاہ میں پہنچے - ان کی اس ہیئت کذائی کو دیکھ کر میڈیکل کالج کے طلباء تو حیرت زدہ ہو کر انہیں دیکھنے لگے - اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ یہ دیہاتی مولوی کیا تقریر کرے گا - اور اتنے اعلیٰ مقررین کے بعد اس کی تقریر کسی کو کیا متاثر کرے گی - لیکن ہم احمدی طلباء حضرت مولٰنا صاحب کے تبحّر علمی اور عالمانہ انداز کو خوب سمجھتے تھے - اور ان کی تشریف آوری پر بہت خوش تھے - اب مولٰنا صاحب نے تلاوت آیاتِ قرآنیہ کے بعد اپنی تقریر شروع اور تمہید یوں باندھی کہ معزز سامعین میری بڑی خوش بختی ہے کہ میں آج اپنے ملک کے ایک ذہین اور معزز طبقہ سے جو مختلف علاقوں کے معزز روساء کے چشم و چراغ ہیں سے خطاب کر رہا ہوں - اور پھر میری خوش نصیبی ہے کہ میں خطاب بھی ایک ایسے موضوع پر کر رہا ہوں جو میری روح کی غذا ہے - یعنی اپنے آقا و مولیٰ سرور انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور اخلاق حمیدہ پر مجھے کچھ بیان کرنا ہے - ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اس مختصر سے وقت میں میرے لیئے بیان کرنے ناممکن ہیں صرف چند ضروری باتیں آپ کے بارے میں عرض کر دیتا ہوں - آپ حضرات جانتے ہیں کہ تمام بڑے لوگ اپنے ہونہار بچوں کے لئے اتالیق مقرر کرتے ہیں جن کو بڑی بڑی تنخواہیں دے کر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کرتے ہیں - ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالےٰ نے بہت بڑے کام لینے تھے اور ان کو ساری دنیا کا رہبر اور ہادی مقرر کرنا تھا - اس لیئے بچپن ہی سے بلکہ پیدائش سے قبل احسن الخالقین خدا نے اپنی خاص توجہ آپ کے مبارک وجود پر مبذول فرمائی کیونکہ آپ کا وجود ہی تخلیقِ عالم کا مقصود تھا -

اللہ تعالیٰ نے آپ کا اتالیق جبرائیل علیہ السلام کو مقرر فرمایا جو عالم روحانی کے نظام کو سنوارنے پر مقرر ہیں۔ ان کے ذریعہ آپ کو جو تربیت حاصل ہوئی ظاہر ہے کہ اُسنے آپ کو اخلاقِ فاضلہ اور اوصاف حمیدہ کا پیکر بنا دیا۔ اور امّی ہونے کے باوجود ہر قسم کی حکمت دانش اور فلسفہ میں آپ کو ایک بے نظیر وجود بنا دیا۔

اس تمہید کے بعد مولانا صاحب نے تشریح ابدان یعنی جسم انسانی کے تمام حصّوں سے متعلق تشریح بیان فرمائی اور بالخصوص دماغی حصّوں کی تشریح ہماری ڈاکٹری تشریح (gray Matter and white Matter) کے مطابق بیان فرمائی۔ دماغ کو تمام مختلف قوتوں کا مرکز بیان فرمایا اور نیکی اور بدی کے محرکات کا خزینہ قرار دیتے ہوئے پوری تشریح کے ساتھ بیان فرمایا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ ہمارے نبی کریم صلعم کے دماغ میں بھی نیکی اور بدی کے نشوو نما پانے کی طاقت موجود تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ بچپن ہی سے حضور کے نیکی کے سوتے ہر وقت ترقی کرتے رہیں اور بدی کے سوتے بند ہوتے چلے جائیں اور حضور علیہ السلام کے شق صدر کا واقعہ بھی ایک کشفی حیثیت رکھتا ہے جو حضورؐ کی پاکیزگی طبع کی طرف ایک اشارہ ہے یعنی بدی کے تمام سوتے جہاں کہیں بھی تھے وہ بند کر دیئے گئے اور نیکی کے تمام مراکز کو نشوو نما کیلئے کُھلا چھوڑ دیا گیا آپ لوگ ڈاکٹر ہیں اور مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ کس طرح نیک اور عمدہ تربیت بچپن ہی سے انسان کی نیک اقدار کو ابھارتی اور اسے طاقتور بناتی ہے۔ اور بدی کی قوتوں کو کس طرح ناکارہ اور کمزور بناتی ہے۔ جس طرح اعلیٰ اور عمدہ غذائیں جسم انسانی کو طاقتور بناتی ہیں اور کمزوری کو دُور کرتی ہیں۔ اسی طرح عمدہ تربیت جسم کی روحانی کمزوری کو دُور کرتی اور اعلیٰ قدروں کو طاقتور بناتی ہے۔ حضرت مولانا صاحب کی اس تشریح کو سنکر سامعین جلسہ کیا ہندو کیا سکھ اور کیا مسلمان جھوم رہے تھے اور آپکے تبحّر علمی کے قائل ہو رہے تھے۔ اختتام جلسہ پیر غلام علی صاحب مہتمم جلسہ نے جب حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں مقررہ نذرانہ اور کھانا پیش کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ بھائی! میں کھانا تو گھر سے کھا آیا ہوں اور اب مجھے کھانے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ جو نقدی آپ پیش کر رہے ہیں اس سے کہیں بڑھ کر

انعام مجھے مل چکا ہے۔ یعنی اپنے آقا و مولیٰ رسول اکرم صلعم کے محاسن بیان کرنے کا آپ جیسے فہمیدہ طبقے میں جو مجھے موقع ملا ہے وہی میرا سب سے بڑا انعام ہے۔ اس پر آپ نے رقم لینے سے انکار کر دیا۔ آپ کی اس بے نفسی اور قناعت کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ اس کے بعد کئی طالب علم آپ کے درس میں جو بیرون دہلی دروازہ احاطہ میاں چراغدین میں ہوتا تھا باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے اور ان میں سے کئی ایک احمدی بھی ہو گئے۔ چنانچہ ان میں سے ایک طالب علم نصیر بخش صاحب بلوچ کا نام اب تک مجھے یاد ہے۔

حضرت خلیفہ اولؓ کی دعا کا اثر

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو دنیاوی نمبرداریاں عطا کریگا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی نمبرداریاں عطا کیں۔ اسوقت میں صرف چھ جماعتیں پڑھا ہوا تھا۔ نہ اسوقت میرے پاس کوئی دنیاوی وسائل تھے نہ کوئی جائیداد تھی۔ محض خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی دعا تھی۔ اس میں میری کوئی ذاتی خوبی نہیں تھی۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے دنیا میں صرف دو کیمیا گر دیکھے ہیں۔ ایک حضرت ابوبکرؓ تھے جنہوں نے دنیا کا سب کچھ حضورؐ پر نثار کر دیا تھا۔ اور ایک یہ خاکسار ہے جس نے دنیا کا سب کچھ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے مشن پر لگا دیا۔ اور آج آپ سب لوگوں کی گردنیں خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ میں دیدی ہیں۔ یہ دعا ایک ایسے خلیفہ کی تھی جس کے ذریعہ میں نے بڑی ترقی کی۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے کے بعد مجھے فوج میں کمیشن ملا۔ وہاں افریقہ جانے کا موقع ملا جہاں میں بڑے اعزاز سے رہا۔ سنہ ۱۹۲۸ء میں میں نے فوج سے علیحدگی اختیار کی۔ کانپٹی سٹی میں رہائش پذیر ہو کر پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ دوست مجھے کانپٹی کہتے ہیں۔ خدا کے فضل سے بارہ سال تک وہاں میونسپل کمشنر رہا۔ میری بیوی بھی میونسپل کمشنر رہی۔ اللہ تعالیٰ نے رزق میں فراخی دی اور اولاد بھی عطا فرمائی۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اعلیٰ عہدوں پر متعین ہیں۔ اور سب خوشحال اور خوش خصال ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ایمان افروز واقعات

از مکرم و محترم جناب الحاج مولٰنا عبد الکریم صاحب آف کراچی

۱۹۱۴ء میں عاجز سرگودھا میں دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ King High School میں ہوسٹل میں مقیم تھا۔ سپرنٹنڈنٹ جناب حافظ عبد الکریم صاحب بی۔اے۔بی ٹی آف بھاوریا خوشاب تھے۔ ہوسٹل کے قریب جامع مسجد تھی۔ میں نے امام مسجد سے درخواست کی کہ وہ کچھ معاوضہ لے کر میرا قرآن کریم سن لیا کریں۔ انہوں نے مجھے کہا۔ نماز فجر سے نصف گھنٹہ پہلے اگر آ جائیں تو میں وقت دے سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ میں نے الارم والا ٹائم پیس خرید لیا۔ اور نماز فجر سے ایک گھنٹہ پہلے اُٹھ کر ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کرتا اور نوافل ادا کرنے کے بعد مسجد میں آجاتا۔ میں امام صاحب کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ اس طرح انہوں نے مجھے نماز تہجد کی عادت ڈالی۔ حافظ صاحب اور میں نمازیں اسی مسجد میں پڑھا کرتے تھے مگر حافظ صاحب جمعہ کی نماز کسی اور مسجد میں ادا کرتے تھے۔ ایک روز میں نے اُن کا پیچھا کیا وہ جس مسجد میں گئے میں بھی وہاں گیا۔ خطبہ جمعہ حضرت شیخ غلام احمد صاحبؓ واعظ مرحوم نے پڑھا۔ لاہور پارٹی کی مخالفت کا ذکر فرمایا۔ چونکہ احمدیت کا مجھے علم نہ تھا اس لئے خطبہ کے مضمون کو میں سمجھ نہ سکا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر میں اور حافظ صاحب ہوسٹل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں حافظ صاحب نے مجھے کہا۔ یہ احمدیوں کی مسجد ہے۔ لوگ ان کو قادیانی بھی کہتے ہیں اور مرزائی بھی۔ مگر نہ میں احمدی ہوں نہ قادیانی نہ مرزائی۔ مگر نماز جمعہ اس لئے یہاں پڑھتا ہوں کہ یہاں قرآن کریم کی تفسیر خطیب بیان کرتے ہیں۔ اس میں لذت آتی ہے۔ تم بھی یہاں جمعہ کے روز آجایا کرو۔ مگر نہ تم احمدی ہونا، نہ قادیانی۔ نہ مرزائی۔ میں عشاء کی نماز تک اسی سوچ میں مستغرق رہا کہ ایک شخص جو بی۔اے۔بی ٹی ہے۔ اور

حافظِ قرآن ہے۔ اُسے نماز جمعہ میں لذّت مسجد احمدیہ میں آتی ہے۔ مگر وہ خود احمدی نہیں ہے۔ اور مجھے بھی مشورہ دیتے ہیں کہ مَیں احمدی نہ بنوں۔

ایک عجیب و غریب خواب

اِس کے بعد مَیں سو گیا۔ پچھلی رات خواب دیکھا کہ ایک لیکچر ہو رہا ہے۔ مَیں بھی سُن رہا ہوں۔ لیکچرار نے بیان فرمایا کہ "اسلام زندہ مذہب ہے۔ اسلام کا خدا زندہ ہے۔ اسلام کا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں۔ اسلام کی کتاب قرآن کریم زندہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اس کی صداقت کے لئے اپنے برگزیدہ انسانوں کو مبعوث کرتا رہتا ہے ...... مجھے خدا نے اس زمانہ میں اِسی غرض کے لئے مبعوث کیا ہے کہ مَیں دلائل اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اسلام کی صداقت اور برتری ثابت کروں"۔

تقریر بہت مؤثر تھی۔ مَیں نے اپنے ساتھ والے دوست سے دریافت کیا۔ یہ کون بزرگ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں مسیح موعود۔ مہدیٔ معہود کا دعویٰ کیا ہے۔ اسکے بعد میں بیدار ہو گیا۔

امام مسجد کا عجیب فتویٰ

نماز تہجد سے فارغ ہو کر مسجد میں گیا۔ امام صاحب جب آئے تو مَیں نے اُن سے دریافت کیا۔ مولوی صاحب! سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام جنہوں نے مسیح موعود اور مہدیٔ معہود ہونے کا دعویٰ کیا ہے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ مولوی صاحب نے کہا۔ "او منڈیا تینوں کوئی قادیانی ٹکر گیا اے" اور کہا۔ تم ان باتوں میں نہ پڑو۔ اور قرآن شریف پڑھو۔ مَیں نے کہا۔ پہلے مجھے اس سوال کا جواب دیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ قادیانی کافر ہیں۔ اگر کوئی ان کے کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اور ان کا کفر اتنا سخت ہے کہ اگر کوئی قادیانی اس مسجد میں آجائے تو جہاں اس کا پاؤں پڑے۔ وہاں کی زمین ناپاک ہو جاتی ہے۔ اور جب تک فٹ گہری مٹی کھود کر نئی مٹی نہ ڈالی جائے نماز نہیں ہو سکتی

مَیں نے کہا - مولوی صاحب! نماز مغرب کی اذان ہو چکی ہو - سب لوگ نماز کے لئے صف باندھے کھڑے ہوں - تکبیر ہو رہی ہو - ایک نوجوان آئے اور کہے مَیں قادیانی ہوں اور سب فرش پر دوڑتا پھرے تو کیا نماز ہو سکتی ہے - مولوی صاحب نے کہا مسجد کے فرش کو کھودنا پڑیگا مَیں نے کہا - مولوی صاحب! پکے فرش کو کھودنے کیلئے کئی روز درکار ہونگے - ادھر حدیث میں آتا ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ - کہنے لگے جب تک فرش نیا نہ لگے نماز نہیں ہو گی - مَیں نے کہا - مولوی صاحب! میرا دل نہیں مانتا کہ آپ کا یہ فتوی ٹھیک ہو - اس لئے مَیں اب آپ سے قرآن شریف نہیں پڑھونگا - یہ کہہ کر مَیں مسجد احمدیہ چلا گیا - ابھی اذان فجر کی نہیں ہوئی تھی - خادم مسجد نے مجھے ایک احمدی بزرگ کا پتہ بتایا - مَیں اس کے گھر گیا - انہوں نے حلوہ تیار کیا ہوا تھا - اور بچوں کو پرچوں میں ڈال کر دے رہے تھے - مجھے بھی انہوں نے دیا - اور کہا - بیٹا! ان بچوں کی ماں فوت ہو گئی ہے - مَیں حلوہ تیار کر لیتا ہوں اور ان بچوں کو اٹھاتا ہوں اور اپنے ہمراہ نماز فجر کے لئے مسجد لے جاتا ہوں - انہوں نے اس موقعہ پر مجھے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو بھی دکھایا - مَیں نے پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے یہ لیکچر دیا تھا -

بیعت کرنا

مَیں نے کہا - مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں - انہوں نے کہا - پہلے کتابیں پڑھ لیں - مَیں نے انکو خواب سُنایا - تو فرمانے لگے - اچھا! تو آپ کو حضرت مسیح موعودؑ نے تبلیغ کر دی ہے - شرائط بیعت مجھے دیں - مَیں نے پڑھ کر ان کو منظور کر لیا - اس کے بعد ایک پوسٹ کارڈ پر میری بیعت لکھی اور مجھے درثمین اردو پڑھنے کو دی -

فوج میں بھرتی ہونا

اس کے بعد مَیں فوج میں بھرتی ہو گیا - بعد میں مجھے مہو چھاونی بھیجا گیا - وہاں جب مَیں نے تبلیغ شروع کی تو میری مخالفت شدید ہو گئی - پلٹن کے باورچی کو صوبیدار میجر نے میرا کھانا تیار کرنے سے

منع کر دیا۔ مَیں نے باورچی رکھا۔ اُسکو بھی مخالفوں نے ورغلایا اور وہ میرا سامان بھی لے گیا۔ آخر مَیں کچھ حلوہ تیار کر لیتا تھا۔ رات کو ہوٹل میں جاکر کھانا کھا لیتا تھا اور کبھی چنے کھا کر گذارہ کر لیا کرتا۔ مَیں ان ایّام میں "براہین احمدیہ" پڑھ رہا تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو دُعا کے لئے خط لکھا۔ انہوں نے ہمارے کمانڈنگ افسر کو سلسلہ کا لٹریچر بھیجا اور میرے متعلق لکھا کہ مخالفین اس کو تکلیف دے رہے ہیں۔ صوبیدار میجر نے مجھے بلایا اور کہا۔ آپ کو یہاں بہت تکلیف ہے۔ مَیں آپ کو ڈسچارج لے دیتا ہوں۔ مَیں نے جواب دیا۔ قیام فی ما اقام اللّٰہ۔ مَیں ملازمت ترک نہیں کرونگا۔ اُس نے کہا۔ ہم احمدیت کو مٹا کر چھوڑیں گے مَیں نے زور سے کہا۔ ہم ان شاء اللّٰہ احمدیت کو قائم کر کے چھوڑیں گے۔ دوسرے روز مَیں نے دفتر میں درخواست دیدی کہ میرا نام عبدالکریم کی بجائے اے۔ کے احمدی رکھا جائے دفتر سے آرڈر ہو گیا۔ اور سب مخالفین کو مجھے مسٹر احمدی کہکر پکارنا پڑتا تھا۔ ایک روز رات گئے تک مَیں "براہین احمدیہ" پڑھتا رہا۔ اور مَیں حیران ہوا کہ اِس نور کی مسلمان کیوں مخالفت کرتے ہیں۔ میں اسی حالت میں تھا کہ مجھے اونگھ آگئی۔ دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللّٰہ عنہ میرے سامنے کھڑے ہیں۔ انہوں نے

بشارت

مجھے ایک کتاب دی۔ مَیں اُسے دیکھتا ہوں۔ چند اوراق خالی ہیں۔ مَیں نے عرض کیا حضور! اس میں کچھ لکھا ہوا نہیں۔ فرمایا۔ اس میں آپ کیلئے بہت کچھ ہے۔ مَیں نے پھر شوق سے ورق گردانی کی تو ایک صفحہ پر یہ حروف لکھے ہوئے نظر آئے۔ "دنیا تیرے پیچھے لگی ہوئی ہے مگر ہم تجھے بچا لیں گے۔" اِن حروف سے نُور کی شعاعیں نکلیں اور میرے سارے جسم میں سرایت کر گئیں اور میرا سارا جسم سرور سے بھر گیا۔ مَیں نے حضرت مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور مَیں بیدار ہو گیا۔ بیداری کے بعد میرے جسم میں وہی سرور کی کیفیت رہی۔ مَیں نے یقین کر لیا کہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے تباہ نہیں کر سکتی۔ اِس آسمانی بشارت کو آج اکاون سال گذر گئے ہیں مگر خدائی وعدہ کے مطابق

میرے پیارے خدا نے مجھے ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ؎

تیری وفا ہے پوری۔ ہم میں ہے عیب دوری

طاقت بھی ہے ادھوری۔ ہم پر بلا یہی ہے

کمانڈنگ آفیسر کا مہربان ہونا

مجھے کمانڈنگ افسر نے بلایا۔ اور بتلایا۔ مفتی صاحبؓ نے لکھا ہے کہ آپ کو تکلیف ہے۔ آپ میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ میں نے کہا کہ میرے خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ وہ مجھے بچائے گا۔ دوسرے نماز اور دعا میں مجھے لذت زیادہ آتی ہے۔ وہ بہت حیران ہوا۔ اس نے مجھے کہا۔ آپ دفتر کے اوپر والی منزل میں رہیں۔ اور Adjutant کو بلا کر کہا کہ آئندہ جو جگہ کلرکی کی خالی ہو تو وہ احمدیوں سے پُر کریں۔ اور مجھے کہا کہ آپ اپنے دوستوں سے درخواستیں ملازمت کی منگوائیں۔ چنانچہ میں نے الفضل میں اشتہار دے دیا اور مندرجہ ذیل احباب ملازم ہو گئے۔

(۱) مرزا محمد حسین صاحب چٹھی مسیح (۲) محمد ابراہیم صاحب ملتانی مرحوم

(۳) مشتاق احمد صاحب (مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی کے بہنوئی) (۴) کرم دین صاحب

خدا کے فضل سے ایک سے ہم پانچ ہو گئے۔ اور دفتر کے اوپر رہنے لگے۔ نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے۔ کھانا باری باری پکاتے تھے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

ایک مولوی کی بداخلاقی

ان احباب کے آنے پر پلٹن بڑودہ چھاؤنی چلی گئی۔ وہاں ایک روز نماز ظہر ادا کرنے میں مسجد میں چلا گیا۔ میرے ساتھ دو غیر احمدی کلرک بھی تھے۔ میں برآمدہ میں سنتیں ادا کر رہا تھا۔ لوگوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ نماز شروع کریں۔ مگر انہوں نے میری طرف اشارہ کر کے کہا وہ بابو صاحب سنتیں ختم کر لیں تو پھر جماعت کھڑی ہو گی۔ میرے دفتر کے کلرکوں نے انکو کہا کہ وہ قادیانی ہیں وہ آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ اس پر مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

غلیظ گالیاں دیں۔ اور پھر نماز شروع کر دی۔ نماز اور سنتیں ادا کرنے کے بعد دوبارہ جماعت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میرے دفتر کے ایک کلرک نے مجھے لے جا کر مولوی صاحب کے سامنے بٹھا دیا۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب! ایک واقعہ آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مسجد نبوی میں ایک رات مہمان ٹھہرا۔ اس کو پیٹ درد کی تکلیف تھی اس نے مسجد کو ہی پاخانہ سے خراب کر دیا۔ اور پھر وہ خوف سے بھاگ گیا۔ مگر تلوار اپنی مسجد میں بھول گیا۔ وہ تلوار لینے واپس آیا۔ تو دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گند کو خود صاف کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے اس کی بیماری کے متعلق ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ یہ اخلاق دیکھ کر اس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ کیا یہ واقعہ ٹھیک ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے کہا۔ مولوی صاحب! ہمیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کا حکم ہے۔ آپ تو امام ہیں۔ آپ کو دوسروں سے زیادہ اخلاقِ نبوی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ تو ایسے تھے کہ کافر ان کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ آپ اپنے اخلاق کو دیکھیں۔ میں جس نبی کو خدا کا پیارا نبی مانتا ہوں اسکو آپ نے غلیظ گالیاں دیں۔ حالانکہ قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ تم بتوں کو گالیاں مت دو۔ آپ کی بد اخلاقی کا مجھ پر یہ اثر ہوا ہے کہ مجھے آپ سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔ اگر میں آپ کے نزدیک کافر تھا تو آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ ایسے اخلاق دکھاتے جن کو دیکھ کر میں مسلمان ہو جاتا۔ لوگوں نے مولوی صاحب کو برا بھلا کہا میں نے کہا۔ مولوی صاحب اب آپ بتائیں کہ آپ کا کیا اعتراض ہے؟ اس نے کہا آپ لوگ مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے حالانکہ قرآن شریف میں ہے کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ایک آیت پیش کریں جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر موجود ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ ..... میں نے کہا معنے کریں۔ فرمانے لگے۔ اے عیسیٰؑ! میں تجھے آسمان پر اٹھانے والا ہوں۔"

مَیں نے کہا۔ مولوی صاحب مُتَوَفِّیْکَ کے معنے تو وفات دینے کے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ اس کے معنے ہیں "مَیں تجھے اُٹھانے والا ہوں"۔ مَیں نے لوگوں سے کہا اور وہ بھی مولوی صاحب کو کہنے لگے۔ مولوی صاحب! مُتَوَفِّیْکَ کے معنے تو وفات دینے کے ہیں۔ اس پر مولوی صاحب جوش میں آگئے اور جو گالیاں اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی تھیں وہ خود اپنے آپ کو دینے لگا۔ اور کہا کہ نمازِ جمعہ کے بعد مَیں اس سے حیات و وفاتِ مسیح پر مناظرہ کراؤنگا۔

حیات و وفاتِ مسیحؑ پر پہلا مناظرہ

اور مَیں شہر کے بڑے مولوی کو مناظرہ کیلئے لاؤں گا۔ لوگوں کے مشورہ سے طے ہو گیا کہ آنے والے جمعہ کے روز حیات و وفاتِ مسیح پر مناظرہ ہو گا۔ یہ میرا پہلا مناظرہ تھا مَیں نے مرکز سے خط و کتابت کی تھی۔ وہاں سے جواب آیا۔ مکرمی سردار خان صاحب اور مولوی محمد عبداللہ صاحب کپڑے کی پھیری کا کام کرتے ہیں۔ سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ شہر بڑودہ میں رہتے ہیں۔ ان کا پتہ انہوں نے بھیجا۔ جس پتہ پر ان کو الفضل بھیجا جاتا تھا۔ مَیں نے جمعہ کے روز رخصت لی اور ناشتہ کے بعد مَیں اُن کو ملنے گیا۔ راستہ میں مجھے ایک مولوی صاحب ملے۔ یکّہ پر سوار تھے۔ یکّے پر کتابوں کا ڈھیر تھا۔ میرا ذہن اس آیت کی طرف گیا۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (سورۃ جمعہ)

مَیں نے مولوی صاحب کو مخاطب کر کے السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا۔ اور یہ بھی کہا مولوی صاحب! اس ساز و سامان کے ساتھ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ مولوی صاحب اُترے اور میرے ساتھ مصافحہ اور معانقہ کیا۔ فرمانے لگے کیا بتاؤں بابو صاحب! چھاؤنی کی مسجد کا مُلّاں جاہل ہے۔ اُس نے کسی قادیانی سے حیات و وفاتِ مسیح پر بات چیت کی۔ جب وہ خود اس کو قائل نہ کر سکا تو آج بعد نمازِ جمعہ اس نے مناظرہ طے کر دیا ہے اور مجھے بلانے کو آیا تھا۔ بہت منت سماجت اُس نے کی۔ اس لئے آج مَیں جا رہا ہوں۔

مَیں نے کہا۔ مولوی صاحب! اصل بات کیا ہے؟ فرمانے لگے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات کا صریحاً کہیں ذکر نہیں۔ مَیں نے کہا۔ مولوی صاحب پھر آپ کیا کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ایک تو میں نے دو سو کتابیں لے لی ہیں۔ اس کا رعب ہوگا۔ قادیانیوں کے پاس تو صرف قرآن کریم ہوتا ہے۔ مَیں کہوں گا۔ اگر وفاتِ مسیح علیہ السلام کا عقیدہ صحیح ہے تو دکھاؤ۔ ان کتابوں میں سے۔ اور ساتھ ہی کہہ دونگا۔ کہ مَیں نے نماز عصر کسی گاؤں میں جاکر پڑھانی ہے جلدی کرو۔ وہ اتنی جلدی میں حوالہ دکھا نہ سکیگا اور ہماری فتح ہو جائیگی۔ مَیں نے کہا۔ مولوی صاحب جان چھڑانے کی یہ ترکیب آپ نے خوب سوچی ہے۔ مگر قبلہ وہ نوجوان بھی بہت ہوشیار ہے آپ سوچ سمجھ کر اُس سے بات چیت کرنا۔ مَیں نے کہا۔ مولوی صاحب! خدا حافظ۔ مَیں شہر کام جا رہا ہوں۔ ان شاء اللہ نماز جمعہ سے پہلے واپس آجاؤنگا۔ اور حاضر ہو جاؤنگا مولوی صاحب فرمانے لگے۔ آپ ضرور تشریف لائیں۔ مَیں آپ کا انتظار کروں گا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے لئے یہ سامان پیدا کر دیا کہ مدّ مقابل نے وفاتِ مسیح کا اقرار میرے سامنے کر دیا۔

مَیں شہر گیا۔ کھانا کھانے کے بعد دونوں احمدی بھائیوں سمیت اپنے مکان پر پہنچا۔ وہاں ہم نے نماز جمعہ پڑھی۔ اس کے بعد ہمارے دفتر کا ایک غیر احمدی کلرک مجھے بلانے آیا کہ مناظرہ کے لئے آئیں۔ شہر بڑودہ کے بڑے مولوی صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا۔ آپ جائیں میں پانچ منٹ کے بعد آؤں گا۔ پانچ منٹ کے بعد مَیں دونوں احمدی بھائیوں کے ساتھ چلا۔ مَیں نے ان سے کہا مَیں مسجد میں مولوی صاحب کے پاس جاؤنگا۔ آپ دونوں مسجد کے صحن میں دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ مَیں گیا مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ مسند پر مولوی صاحب بیٹھے تھے۔ سامنے اُن کے دو سو کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ میں سیدھا مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مولوی صاحب نے وعلیکم السلام کہا۔ اور مصافحہ و معانقہ کیا۔ اور مجھے اپنے پاس مسند پر بٹھا لیا۔ اور فرمانے لگے۔ مَیں آپ کا بڑی دیر سے انتظار کر رہا تھا۔ مَیں نے جواب دیا۔ حسب وعدہ مَیں آ ہی گیا۔ اس نظّارہ کو دیکھ کر لوگ حیران ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد مولوی صاحب نے زور سے فرش پر ہاتھ مارا۔ اور کہا جلد لاؤ اس قادیانی کافر کو۔ مَیں نے دوسرے گاؤں وعظ کے لئے جانا ہے۔ اس پر لوگوں نے اُس سے کہا۔ حضرت! کس کا آپ کو انتظار ہے۔ مناظرہ کرنے والے تو آپ کے دائیں بازو بیٹھے ہیں۔ مولوی صاحب نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ کیا آپ سے مناظرہ طے ہوا ہے۔ مَیں نے کہا۔ ہاں جی! پھر مولوی صاحب کے جسم سے پسینہ بہنے لگا۔ بہت نادم ہوئے۔ مَیں نے کہا مولوی صاحب! اپنے مقررہ پروگرام پر عمل کریں۔ میرے اور آپ کے درمیان جو بات چیت مسجد سے باہر ہو چکی ہے اس کا اظہار ان شاء اللہ اس مسجد میں نہیں کرونگا۔ مَیں نے اُن سے کہا۔ مولوی صاحب! آپ حیاتِ مسیحؑ کے مدعی ہیں۔ آپ دلائل دیں۔ مَیں جواب دونگا۔ مگر مولوی صاحب نے کہا۔ آپ وفاتِ مسیحؑ کے دلائل بیان کریں۔

مَیں کھڑا ہو گیا۔ اور مَیں نے کہا۔ حضرات! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین حیثیتوں سے مانا جاتا ہے۔ ایک طبقہ ان کو صرف ایک انسان مانتا ہے یہ طبقہ دہریوں اور یہودیوں کا ہے، دوسرا طبقہ ان کو نبی اور رسول مانتا ہے۔ یہ طبقہ مسلمانوں کا ہے۔ تیسرا طبقہ اُن کو خدا مانتا ہے۔ یہ طبقہ عیسائیوں کا ہے۔ مَیں اب قرآن کریم کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تینوں حیثیتوں سے وفات ثابت کرونگا۔ مکرم مولوی صاحب کو بھی چاہیئے کہ میرے دلائل کو قرآن کریم کی رُو سے توڑیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کریں۔

(۱) پہلی حیثیت ان کی عام انسان ہونے کی ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہر ایک شخص جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا ہے کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

(۱) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۔ (۲) كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

(۳) اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُمُ الْمَوْتُ (۴) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْد

(۵) ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ - یعنی تم جہاں کہیں ہو آخر کار تمہیں موت کا پیالہ پینا ہے۔

پھر قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے - ہر انسان نے زمین پر ہی زندگی گذارنی ہوتی ہے -

(۱) وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ - مرنے تک تم نے زمین پر ہی ٹھیرنا ہے -

(۲) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا - زمین ہی ہے جو زندوں اور مردوں کو سمیٹتی ہے -

(۳) فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ - زمین پر ہی انسانوں نے زندہ رہنا اور مرنا ہے -

(۲) دوسری حیثیت اُن کی نبی اور رسول کی ہے - اس حیثیت سے بھی ان کی وفات ثابت ہوتی ہے - قرآن کریم فرماتا ہے :-

(۱) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ - محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں اُن سے پہلے سب نبی (جس میں عیسیٰؑ بھی شامل ہیں) فوت ہو چکے ہیں -

(۲) مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ - وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ - مسیح ابن مریم ایک رسول تھے جو فوت ہو گئے ان سے پہلے سب رسول بھی فوت ہو گئے اُس کی ماں صدیقہ تھی (جب وہ دونوں زندہ تھے) کھانا کھایا کرتے تھے -

قرآن کریم سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جو کھانا نہ کھاتا ہو :-

مَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ - اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول مگر تحقیق وہ ضرور کھانا کھایا کرتے تھے -

لوگوں کا یہ خیال کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور کھانا نہیں کھاتے صریحاً غلط ہے -

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ - اور ہم نے ان کا ایسا جسم نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ایسے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں -

یہ خدا کی سنّت ہے نبیوں کے لئے - اور قرآن کریم فرماتا ہے :-

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا - پس ہرگز نہ پاوے گا تو اللہ تعالیٰ کی سنّت میں کوئی تبدیلی -

قرآن کریم حضرت عیسیٰ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے :- یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ - اے عیسیٰ! مَیں تجھے وفات دینے والا ہوں - پھر قرآن کریم حضرت عیسیٰ کی زبان سے اقرار کراتا ہے کہ وہ عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے فوت ہو چکے تھے - جیسا کہ سورۃ مائدہ میں آتا ہے :- وَ کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ - مَیں اُن پر نگرانِ حال تھا جب تک کہ اُن میں رہا - جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کا نگرانِ حال تھا -

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں - جب تک مَیں زندہ ہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے - وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا - اگر یہ خیال صحیح ہے کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں تو کِس کو زکوٰۃ دیتے ہیں ؟

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر بڑھاپا آتا ہے - اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً - اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ناتوانی سے پھر پیچھے ناتوانی کے قوت دی پھر کیا پیچھے قوۃ کے ناتوانی اور بڑھاپا - پھر قرآن کریم فرماتا ہے :- وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا - اور بعض تم میں سے وہ ہے جو لوٹایا جاتا ہے ناکارہ عمر کی طرف تاکہ نہ جانے پیچھے جاننے کے کچھ بھی - پھر فرماتا ہے :- وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَکِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اور جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اُس کو کمزور کر دیتے ہیں اور لوٹاتے ہیں پہلی حالت کی طرف - اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر دو ہزار برس ہو گئی ہے تو بالکل ناکارہ ہو چکے ہونگے - وہ اصلاحِ خلق کا کام نہیں کر سکیں گے -

(۳) تیسری حیثیت اُن کی معبود ہونے کی ہے - قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ - اور جن کو لوگ پکارتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے معبود کر کے - وہ نہیں پیدا کرتے

کچھ بھی اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ مُردہ ہیں۔ زندہ نہیں ہیں۔ عیسائی حضرات حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں اسلئے اس آیت سے ظاہر ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

اب مکرم مولوی صاحب ان دلائل کو توڑ کر دکھائیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی حیات کو قرآن کریم سے ثابت کریں۔

مولوی صاحب کی حالت متغیّر ہو رہی تھی۔ لوگ حیران تھے۔ مَیں نے کھڑے ہو کر مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ آپ اپنا پروگرام پورا کریں۔ جو بات چیت آپ کی میرے ساتھ آج صبح ہو چکی ہے وہ مَیں کسی پر اس مسجد میں ظاہر نہیں کروں گا۔ مولوی صاحب کچھ سنبھلے اور کہنے لگے یہ شخص جھوٹ بولتا ہے۔ اگر ان آیات میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ تو مَیں دو سو کتب بزرگانِ سلف کی لایا ہوں۔ وہ ان میں سے کوئی ایسا حوالہ دکھا دیں جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پہلے بزرگوں نے تسلیم کی۔ یہ بھی کہا۔ جلدی کریں۔ مَیں نے عصر کی نماز کے بعد دوسرے گاؤں وعظ کرنے جانا ہے۔ مَیں نے کہا۔ مولوی صاحب! حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ مجھے ان کتابوں کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں۔ آپ شوق سے حوالے پڑھ کر بتائیں جس سے حضرت عیسیٰؑ کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ مگر مولوی صاحب اس طرف نہ آئے اور کہنے لگے یہ ہار گئے۔ اس پر چھاؤنی مسجد کا ملّاں آیا۔ اور میری گردن پکڑ کر دبانے لگا۔ مَیں نے کہا چھوڑ دو پہلے مجھے کاغذ قلم لا دو۔ مَیں لکھ دیتا ہوں کہ اگر مَیں شہید ہو گیا تو مولوی صاحب کو گرفتار نہ کیا جاوے۔ ورنہ مَیں ایسے ہی فوت ہو گیا تو تم کو پولیس گرفتار کرلے گی اور متوفّی کے معنے بھی آپ کو معلوم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد سامعین میں سے بہت سے لوگوں نے مولوی صاحب کو دھکا دیا۔ اور مجھے کہا کہ بابو صاحب! آج صبح آپ کی ہمارے مولوی صاحب کے ساتھ کیا بات چیت ہوئی۔ مَیں نے کہا مَیں نے وعدہ کیا ہے کہ مَیں مسجد کے اندر نہیں بتاؤں گا۔ لوگ مجھے کندھوں پر اٹھا کر مسجد کے باہر لے گئے۔ مَیں نے ان کو سارا

ماجرا بتا دیا جس کے بعد لوگ مولوی صاحب کو لعن طعن کرتے رہے ۔

حضرت مفتی صاحبؓ کی دُعا

۱۹۱۶ء میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ تبلیغ کے لیئے لنڈن تشریف لے جانے والے تھے۔ اُن کا خط آیا کہ مَیں فلاں جہاز پر کیبن نمبر فلاں میں آؤنگا ۔ مگر جہاز کی روانگی کا علم نہیں تار آئیگی اور مَیں بمبئی روانہ ہو جاؤں گا ۔ اگر آپ معلوم کر سکیں تو تختۂ جہاز پر مجھے ملیں ۔ مَیں نے فوجی حکّام سے رابطہ قائم کیا ۔ انہوں نے کوشش کی اور مجھے بتایا گیا ۔ اس جہاز کے آنے سے دو گھنٹہ پیشتر آپ کو اطلاع دی جائیگی ۔ اور آپ وقت مقررہ پر فلاں فوجی افسر کے ساتھ اپنے مشنری سے ایک گھنٹہ جا کر ملاقات کر سکتے ہیں ۔ اِس کے بعد اُسی افسر کے ساتھ آپ واپس آجائیں ۔ مَیں نے ایک سو روپیہ اپنی تنخواہ سے علیحدہ رکھدیا کہ جب اطلاع ملیگی اَسّی روپے کا قلم اور بیس روپے کا فروٹ لیکر حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی خدمت میں پیش کرونگا ۔ ایک روز مجھے چھ بجے صبح فون آیا ۔ جہاز آٹھ بجے صبح آرہا ہے آپ پونے آٹھ بجے فوجی افسر کے پاس پہنچ جاویں ۔ مَیں سو روپے لیکر سویز کے بازاروں میں گھومتا رہا ۔ مگر سوائے پھلوں کے مَیں کچھ نہ خرید سکا ۔ کیونکہ سٹیشنری کی دوکانیں ۸ بجے کے بعد کھلتی تھیں ۔ غرض میں آٹھ بجے اس فوجی افسر کے ساتھ گیا ۔ جہاز دو میل دُور کھڑا تھا ۔ کشتی پر ہم دونو سوار ہو کر جہاز پر گئے ۔ حضرت مفتی صاحبؓ سبز جبّہ اور سبز عمّامہ پہنے کھڑے تھے ۔ انکو خیال بھی نہ تھا کہ مَیں اُن سے مل سکونگا ۔ حضرت مفتی صاحبؓ کی خدمت میں عاجز نے پھل پیش کیا ۔ اور اَسّی روپے نقد دے کر کہا کہ مَیں چاہتا تھا کہ آپ کو کچھ قلم اعلیٰ قسم کے خرید کر دوں اور آپ سے درخواست کروں کہ تبلیغی خط و کتابت میں اس قلم سے کام لیں تاکہ مجھے بھی ثواب ملتا رہے ۔ اب آپ لنڈن پہنچکر خود قلم خرید لیں ۔ حضرت مفتی صاحبؓ نے فرمایا ۔ بس مجھے اَسّی روپوں کی ہی ضرورت تھی ۔ میری دُعا قبول ہو گئی ۔" آپ نے فرمایا ۔ مَیں نے کپتانِ جہاز سے کہا کہ مجھے چکّر آتے

آتے ہیں۔ کیا کوئی ترکیب ہے کہ میرا یہ سفر کچھ کم ہو جاوے۔ اُس نے کہا۔ آپ فرانس میں ریل پر چلے جاویں۔ اس طرح آپ کو کچھ روز آرام مل جائیگا۔ آپ اسّی روپے ہمیں بھیج دیں ہم آپ کو ریل کا ٹکٹ دے دیتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا۔ مَیں نے چیک دیا مگر کپتان نے کہا۔ نقد روپیہ چاہیئے۔ مَیں نے دُعا کی۔ خدایا! مجھے اسّی روپے عطا کر۔ سو الحمدللہ! یہ رقم آپ کے ذریعہ سے خدا نے عطا فرمائی۔

جب آپ ولایت سے واپس آئے اور اپنے لڑکے عبدالسلام کی شادی کے سلسلہ میں شاہجہان پور تشریف لے گئے تو مَیں بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت مفتی صاحبؓ کا وہاں انگریزی زبان میں لیکچر ہوا۔ "My Experiences in America" "امریکہ میں میرے تجارب" اس لیکچر میں حضرت مفتی صاحب نے اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا اتفاق سے وہ صاحب جنہوں نے اسّی روپے مجھے تختۂ جہاز پر سویز میں دیئے تھے وہ یہاں سامعین میں موجود ہیں۔ مَیں اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کی تصدیق کریں۔ چنانچہ مَیں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔

حضرت مفتی صاحبؓ نے مجھے فرمایا کہ مَیں نے اپنے لڑکے عبدالسلام کا نکاح کرا دیا ہے کیونکہ مَیں بوڑھا ہوں۔ خدا جانے زندہ واپس قادیان آؤں یا نہ۔ حضرت صاحب نے نکاح پڑھ دیا ہے۔ مگر وہ لڑکی صحابی بابو محمد علی خان صاحب شاہجہان پوری کی ہے۔ بڑی سے چھوٹی ہے۔ چونکہ یہ معیوب امر ہوتا ہے۔ چھوٹی لڑکی کا نکاح ہو جاوے اور بڑی کا نہ ہو میری خاطر اُنہوں نے یہ نکاح تو کر دیا ہے مگر انہوں نے مجھے کہا تھا کہ بڑی لڑکی کا بھی آپ خود رشتہ کر دیں۔ میرا خیال تمہاری طرف گیا۔ مجھے انہوں نے بابو صاحب کا پتہ دیا۔ کہ اُن سے خط و کتابت کریں اور ان کو اپنا ایک فوٹو بھیجدیں۔ غرض حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ میرا نکاح سیدنا حضرت امیرالمومنین مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قادیان میں ۱۷؍اگست ۱۹۱۷ء کو پڑھا۔ اور حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر

اُن دنوں حضور کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے - انہوں نے مجھے مبارکباد کے ساتھ مصر میں چھوہارے بھیجے - میں جب اپریل ۱۹۱۹ء میں واپس ہندوستان آیا - تو میں رخصتانہ کے لیے شاہجہان پور گیا - وہاں ایک مکان کرایہ پر ۱۵ روز کے لئے لیا گیا - احباب جماعت مجھے وہاں رات کے بارہ بجے چھوڑنے آئے - اور دُعا کی کہ میری متاہل زندگی خدا تعالیٰ بابرکت کرے - مجھ سے پہلے میری بیوی کو خادمہ کے ساتھ ڈولی میں اس مکان میں پہنچا دیا گیا تھا - میں جب مکان کے اندر داخل ہوا - تو میں نے ایک کمرہ میں دیکھا تو میری بیوی مصلے پر نماز پڑھ رہی تھی - اور یہ اس کا آخری سجدہ تھا جس کو اُس نے لمبا کر دیا تھا وہ اُسی لباس میں ملبوس تھیں جو میں نے ۱۹۱۵ء میں کشف میں دیکھا تھا - ہر نظارہ دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی - میں کرسی پر بیٹھ کر دُعا کرتا رہا - جب میری بیوی نماز سے فارغ ہوئی اور اُن کا حجاب دُور ہوا - تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے جب آپ کے پاؤں کی آہٹ سُنی تو اُسوقت میرا آخری سجدہ تھا جسے میں نے لمبا کر دیا اور دُعا کی - اے خدا! میرا خاوند پنجابی ہے - اور میں پوربی ہوں - ہم دونوں کی تہذیب الگ الگ ہے تو ایسا فضل فرما ہماری زندگی آرام و سکون سے گذرے کوئی جھگڑا نہ ہُوا کرے - میں نے اپنی بیوی کو اپنا رؤیا سُنایا -

الحمدللہ اپریل ۱۹۱۹ء سے لیکر جون ۱۹۶۵ء تک ہماری زندگی خدا تعالیٰ کے فضل سے خوشی بمسرّت سے گذری اور مرحومہ ۱۴ر جون کو اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں اور اُنکا تابوت ان کے بڑے لڑکے محمود احمد خان کی ہمت سے بذریعہ ہوائی جہاز لائلپور اور وہاں سے بذریعہ ٹرک ربوہ لے جایا گیا اور ۱۵ر جون کو انکو بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کر دیا گیا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ -

مصر کے تبلیغی واقعات

(۱) مصر میں میرے ساتھ ایک دوست علی حسن صاحب تھے جو میرے ذریعہ سلسلہ میں داخل ہوئے تھے ہم دونوں تبلیغ کی غرض سے مصری احباب کے پاس جاتے تھے - ایک صاحب جو

محکمہ تار میں ہیڈ کلرک تھے کئی روز اُن سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ سب مسائل میں وہ ہم سے متفق ہو گئے۔ مگر "امتی نبی" ماننے پر وہ تیار نہ ہوئے۔ ہم نے انکو خطبہ الہامیہ مطالعہ کے لئے دیا۔ اور کئی ہفتے تک پھر ہم اُن کے پاس نہیں گئے۔ اُن کا خط آیا اور انہوں نے ہم دونوں کو رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ ہم جب گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری بیعت کا خط لکھ لیں۔ مَیں نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ کیا مسئلہ نبوت حل ہو گیا؟ فرمانے لگے۔ مَیں نے اپنے ایک اظہر یونیورسٹی کے عالم کو رات کے کھانے پر بلایا تھا کھانے کے بعد مَیں نے اُن سے کہا۔ دو ہندوستانی دوست میرے پاس آیا کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا مسیح اِس امت کا ایک فرد ہے۔ حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی مسیح بھی ہیں اور مہدی بھی۔ مجھے اُن کے دلائل سے اتفاق ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ امتی نبی ہیں۔ اس کو مَیں ماننے کو تیار نہیں۔ آپ بتائیں کیا میرا موقف ٹھیک ہے؟ اُس نے کہا۔ مَیں نے مرزا صاحب کا لٹریچر پڑھا ہے۔ اور احمدیوں سے ملا ہوں اور تبادلہ خیالات کیا ہے جس قسم کی نبوت کا مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے اگر اس قسم کے ہزار نبی بھی آ جائیں تو ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو مَیں اب احمدی جماعت میں شامل ہو جاؤں گا اور قیامت والے دن تم اس کے ذمہ دار ہو گے۔ مصری عالم نے کہا کہ یہ میرا جواب یہاں ہے۔ اگر وہاں یہ سوال کرو گے تو مَیں یہی کہونگا کہ امتی نبی بھی نہیں آ سکتا۔ ہاں آپ بے شک میری ذمہ داری پر احمدی جماعت میں داخل ہوں۔ میرے لئے بعض روکیں ہیں۔ اور سب سے بڑی روک یہ ہے کہ اگر مَیں احمدی ہو جاؤں تو مجھے ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ بابو صاحب فرمانے لگے اِس کے بعد مَیں نے ارادہ کر لیا۔ اور خطبہ الہامیہ کو ختم کیا اور سو گیا۔

رؤیا اور مَیں نے خواب میں احمد علیہ السلام کی زیارت کی۔ آپ ایک کثیر جماعت

کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے - مَیں نے دریافت کیا - حضور! آپ کے ساتھ یہ کون لوگ ہیں اور آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں - فرمایا یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں جو اُمّتِ محمدیہ میں مجھ سے پہلے ہوئے ہیں - مَیں انکو دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زیارت کے لئے لے جا رہا ہوں - مَیں خاتم الاولیاء ہوں - میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر میری جماعت میں سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں - آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو اُمّتی ہو یعنی اُمّتی نبی جیسے مَیں ہوں - جب مَیں بیدار ہُوا تو بہت مسرور تھا اور ختم نبوت کا مسئلہ میرے لئے بالکل صاف ہو گیا تھا - اُن سے یہ ساری سرگذشت لکھوا کر بیعت فارم کیساتھ بھجوا دی - فالحمد للہ

(۲) ہم دونوں ایک مشنری عورت کے پاس ہر اتوار کو جایا کرتے تھے اور اس سے تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے - ایک روز اُس نے بیان کیا کہ خداوند یسوع مسیح کی تعلیم ہے کہ دشمن سے محبت کرو - یہ تعلیم کسی اور مذہب میں نہیں ہے - مَیں نے کہا کہ موجودہ جنگ میں ایک عیسائی حکومت دوسری عیسائی حکومت کو مٹانے کو تیار ہے - دشمن تو کجا عیسائیوں سے محبت نہیں ہے - وہ کہنے لگی - یہ سچے عیسائی نہیں - ہم مشنری طبقہ کے لوگ سچے عیسائی ہیں مَیں نے دریافت کیا کہ کیا آپ دشمن سے محبت کرتی ہو - اُس نے کہا - ہاں - مَیں نے کہا - مَیں آپ کا دشمن ہوں - "I declare myself the enemy" اُس نے کہا - آپ تو ہمارے دوست ہیں مگر مَیں نے کہا مَیں اعلان کر رہا ہوں کہ مَیں آپ کا دشمن ہوں - کیا آپ مجھ سے محبت کرتی ہو - اُس نے کہا - ہاں! مَیں نے کہا کہ مَیں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ کلمہ پڑھیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور مسلمان ہو جائیں - اُس نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا - مَیں نے کہا تو اس تعلیم پر بھی عمل نہیں ہو سکتا - دوسرے اتوار جب ہم اُس کے بنگلہ پر پہنچے تو دربان نے کہا - سیدہ لیسیت فی البیت اور دربان نے ہمارے کان میں آہستہ سے کہا کہ وہ ہے تو گھر میں مگر اس نے پچھلے اتوار کو کہہ دیا تھا کہ جب یہ ملنے آئیں تو ان سے کہہ دینا مَیں گھر میں نہیں ہوں -

(۳) مجھے معلوم ہوا کہ امریکن مشن نے بہت سے مصری مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے تیار کیا ہوا ہے۔ مَیں پادری صاحب کے پاس گیا وہ ۷۵ سالہ بوڑھے تھے۔ مَیں نے اُن سے کہا۔ "I want to become Christian" مَیں عیسائی ہونا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ مَیں نے دریافت کیا۔ کیا کچھ اور لوگ بھی عیسائی ہونے والے ہیں۔ اُس نے کہا۔ ہاں!۔ اس نے بہت سے قبطی مسلمانوں کی فہرست مجھے دکھائی جو پندرہ روز بعد بپتسمہ لینے والے تھے۔ پادری صاحب نے کہا کہ آپ بھی ان کے ساتھ بپتسمہ لے لیں۔ مَیں نے اُن سے خواہش کی کہ مجھے اُن سے ملا دیا جاوے۔ دو روز بعد انہوں نے ٹی پارٹی پر اُن کو دعوت دی اور مجھے بھی بلایا۔ وہاں پادری صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر اُن سے کہا یہ ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور فوج میں اچھا عہدہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی آپکے ساتھ ہمارے خداوند یسوع مسیح پر ایمان لائینگے۔ اس کے بعد مَیں نے ان سب سے معانقہ کیا اور اپنی نوٹ بک میں ان سب کے نام اور پتے لکھ لئے۔ مَیں نے حضرت کو دُعا کے لئے لکھا اور خود بھی دُعا کرتا رہا۔ اے پیارے خدا تعالیٰ ان کو اسلام پر قائم رکھ۔ میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ ان کی دعوت کر دو۔ مَیں نے انکو شام کے کھانے پر بلایا۔ ایک ہوٹل میں اس دعوت کا انتظام کر دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر مَیں نے ان سے دریافت کیا کہ چند روز بعد ہم عیسائی ہو جائیں گے اور ہم اور ہمارے عزیز سب مسلمان ہیں کیا آپ نے پادری صاحب سے دریافت کیا ہے کہ عیسائیت میں کیا امتیازی خوبی ہے جو اسلام میں نہیں ہے تاکہ عیسائی ہونے کے بعد ہم اپنے مسلمان رشتہ داروں اور دوستوں کو بتلا سکیں کہ اس خوبی کی وجہ سے ہم عیسائی ہوئے ہیں۔ سب نے کہا نہیں۔ مَیں نے تجویز پیش کی کہ بپتسمہ لینے سے پہلے ہم اپنا ایک نمائندہ چُن لیں۔ وہ پادری صاحب سے صرف یہی سوال کرے اور اس کا تسلّی بخش جواب مل جائے پھر ہم عیسائی ہو جائیں گے۔ سب نے اتفاق رائے سے مجھے اپنا نمائندہ چن لیا اور ایک صاحب کو مقرر کیا گیا کہ وہ پادری صاحب سے میرا نام (عبدالکریم) پیش کریں۔

جب جلسہ ہوا بہت سے لوگ جمع ہوئے - زیادہ تر عیسائی تھے - اس مصری دوست نے پادری صاحب سے کہا کہ ہمارے نمائندہ کے ایک سوال کا آپ جواب دے دیں - اس کے بعد ہم بپتسمہ لیں گے - پادری صاحب نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے - مصری دوست نے میرا نام پیش کر دیا - مَیں کھڑا ہو گیا - پادری صاحب نے غالباً یہ خیال کیا ہو گا کہ اس نے تو یہ کہا تھا کہ مَیں عیسائی ہونا چاہتا ہوں - اس لیے اس سے کسی خطرناک سوال کا امکان نہیں ہو سکتا - انہوں نے مجھے کہا کہ آپ سوال کریں مَیں جواب دونگا - مَیں نے کہا - پادری صاحب! ہم سب مسلمان ہیں اور ہمارے اعزہ و اقارب بھی سب مسلمان ہیں - ہمارے عیسائی ہو جانے کے بعد ہمارے اعزہ و اقارب ہم سے دریافت کریں گے کہ ہم عیسائی کیوں ہوئے - ان کو جواب دینے کے لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمیں عیسائیت کی ایک امتیازی خوبی بتا دیں جو اسلام میں نہ ہو تاکہ ہم بتا سکیں کہ اس خوبی کی وجہ سے ہم عیسائی ہوئے ہیں - ممکن ہے کہ اس طرح ہمارے اعزہ و اقارب میں سے بھی کچھ لوگ عیسائی ہو جائیں - پادری صاحب نے فرمایا - "میرے بچے: آپ عیسائیت کے محل کے دروازے کے باہر کھڑے ہو - جب تک آپ محل کے باہر کھڑے ہیں آپ کو کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا - آپ بپتسمہ لیکر محل کے اندر داخل ہو جائیں تاکہ آپ کو سب خوبیوں کا پتہ لگ سکے - مَیں نے کہا - پادری صاحب مجھے آپ سے اتفاق ہے کہ جب تک ہم اندر داخل نہ ہوں ہم ان خوبیوں کو نہیں دیکھ سکتے مگر آپ تو محل کے اندر داخل ہیں آپ ہمیں ایک امتیازی خوبی بتا دیں تاکہ ہم محل کے اندر داخل ہو کر اس کی تصدیق کر سکیں - پادری صاحب کچھ دیر خاموش رہے اور پھر بولے :-

"Well my boy, you will get faith in christainty."

"میرے لڑکے آپ کو عیسائیت میں ایمان نصیب ہو گا۔"

مَیں نے مصری احباب سے کہا - بھائیو! پادری صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہم عیسائی ہو جائیں تو ہم کو ایمان نصیب ہو گا - اسلام میں ہمیں علم ہے کہ اگر غیر مسلم کلمۂ اسلام

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ پڑھے اور اس کو دل سے مان لے تو وہ مومن ہو جاتا ہے۔ اسکو ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ وہ اس ایمان کو اعمال صالحہ سے ترقی دیتا رہتا ہے۔ میں نے پادری صاحب سے دریافت کیا۔ کہ کیا عیسائیت میں جو ایمان ہمیں نصیب ہو گا وہ اس سے زیادہ قیمتی ہو گا۔ پادری صاحب نے فرمایا۔ ہاں ہاں! بہت قیمتی ایمان ہو گا۔

میں نے کہا۔ پادری صاحب! کیا میں اس کو test آزما سکتا ہوں؟ پادری صاحب نے کہا۔ تم کیسے آزماؤ گے؟ میں نے کہا۔ خداوند یسوع مسیح نے انجیل میں فرمایا ہے کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو۔ تو تم وہ معجزات دکھا سکتے ہو جو میں نے دکھائے پادری صاحب! آپ خود پادری ہیں۔ آپکے باپ دادا بھی پادری تھے۔ آپ کی عمر ۷۵ سال ہے، آپ نے بہت سے غیر عیسائیوں کو عیسائی بنایا ہے۔ آپکے پاس تو ایمان کا خزانہ موجود ہے۔ میں اگر آپ سے کہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے دریائے نیل کو خشک کر دیں تو اس سے ملک میں تباہی ہو گی۔ اور اگر میں کہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے سامنے والے پہاڑ میں زلزلہ برپا کر دیں تو اس سے بھی مصر میں تباہی ہو گی (میں نے اپنی جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور پادری صاحب کی میز پر رکھ دی) میں نے کہا۔ پادری صاحب مسمریزم ہپناٹزم جاننے والے اس سے زیادہ کرتب دکھلاتے ہیں۔ مگر میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی ایمانی قوت سے اس نوٹ بک کو جو آپ کی میز پر میں نے رکھی ہے پانچ منٹ تک dance کرائیں (نچوائیں) اس سے ہم سمجھ لیں گے کہ واقعی آپ کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے۔ اور ہم سب عیسائی ہو جائیں گے۔

اس تمام گفتگو کو جو میرے اور پادری صاحب کے درمیان ہوئی لوگوں نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ اور سب منتظر تھے کہ پادری صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔ پادری صاحب کھڑے ہوئے اور کہا:۔ "Well my boy, I am still trying to achieve the faith." میرے بچے! میں ابھی تک اس ایمان کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں۔

پادری صاحب کے اس جواب کو سنکر مَیں کھڑا ہو گیا - اور مَیں نے مصری احباب سے مخاطب ہو کر کہا - بھائیو! پادری صاحب مرنے کے قریب ہیں مگر ابھی تک انکو رائی کے دانہ کے برابر ایمان نصیب نہیں - پکّے بے ایمان ہیں - اور جنکو انہوں نے عیسائی بنایا انکو بھی پکّا بے ایمان بنایا جب اس کا یہ حال ہے کہ ۷۵ سال کی عمر تک رائی کے دانہ کے برابر ایمان نصیب نہیں ہوُا تو ہمارا کیا حال ہوگا - اس سے تو ہم کو ہمارا مذہب اسلام ہی مبارک ہے اور مَیں نے زور سے کہا - یعیش الاسلام "اسلام زندہ باد" چلو چلیں - ہم باز آئے بے ایمان ہونے سے - میرے ساتھ سب مصری مسلمان بھی اس جلسہ سے باہر آگئے -

ایک ہوٹل میں مَیں نے سب کو چائے پلائی - اور اُن کو تاکید کی کہ پادریوں کے جال میں نہ پھنسیں - اس کے بعد مَیں انکو ملتا رہا - اور لٹریچر بھی دیتا رہا - اور خدا کے فضل سے اسلام پر قائم رہے - فالحمدللہ

پادری کی مخالفت

پادری صاحب نے اس ناکامی کو دیکھکر میرا پیچھا کیا - اس نے معلوم کر لیا کہ مَیں فوجی دفتر میں ملازم ہوں - مَیں جس سیکشن میں ہیڈ کلرک تھا - اس کے انچارج کپتان رائٹ (Wright) صاحب تھے - اور اس سے کہا کہ آپ اس شخص کو ہندوستان واپس بھیجدیں - اگر یہ مصر میں رہا تو ہم ایک بھی مصری مسلمان کو عیسائی نہیں بنا سکیں گے -

کپتان رائٹ "Wright" کا انتقام

پادری صاحب کے زور دینے پر رائٹ صاحب نے ارادہ کر لیا کہ مجھے سزا دلوا کر واپس ہندوستان بھجوا دے - ہر ہیڈ کلرک کے لئے بجلی کی گھنٹیاں مقرر تھیں - کپتان صاحب نے چھ گھنٹیاں بجائیں جس سے مراد ان کو مجھے بلانا تھا - مَیں اُن کے کمرے سے فاصلے پر تھا - مَیں اپنی کتب کا غذات طیار کر کے چپڑاسی کو دے رہا تھا کہ کپتان صاحب نے ایک دوسرے ہیڈ کلرک کو بلا لیا - جو اُن کے کمرے کے نزدیک تھا - اس لئے مَیں راستے سے واپس چلا گیا

کپتان صاحب نے میرے خلاف شکایت کر دی - اور مجھے تنبیہہ کر دی گئی - اس طرح تین دفعہ کپتان صاحب نے شکایت کر کے مجھے تنبیہہ دلوائی - اس کے بعد انہوں نے سفارش کی کہ مسٹر احمدی کا کورٹ مارشل کیا جاوے - مجھے نظر بند کر دیا گیا - مجھے چارج شیٹ دی گئی - جس میں درج تھا کہ آپ نے کپتان رائٹ صاحب کی چار دفعہ حکم عدولی کی ہے - فلاں تاریخ کو حاضر ہو کر اپنی صفائی کے گواہ پیش کرو - اور جواب دو -

جس روز فیصلہ ہونا تھا اس سے ایک روز پہلے کپتان رائٹ صاحب نے دفتر میں کہہ دیا کہ کل مسٹر احمدی کو ۶ ماہ قید کی سزا ہو جائیگی - مکرمی علی حسن صاحب mess میں کھانا کھانے گئے تو چند ایک مخالف ہیڈ کلرکوں نے علی حسن صاحب سے کہا کہ کل تمہارے مولوی کو آئی - ایم - ایس - ایم Indian Meritious service Medal کا تمغہ ملے گا - یہ تمغہ حسن کارکردگی پر ملتا ہے - انہوں نے طنزاً کہا - علی حسن صاحب کھانا چھوڑ کر میرے پاس آ گئے - اور کہا - دفتر میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ کل آپ کو چھ ماہ قید کی سزا مل جائیگی - اور مخالفین یہ طنزاً کہہ رہے ہیں کہ کل آپ کو تمغہ ملنے والا ہے - میں نے ان سے کہا کہ آپ mess میں جا کر اعلان کر دیں - کہ مسٹر احمدی کہتا ہے کہ میرا خدا قادر ہے کہ باوجود ان مخالف حالات کے مجھے آئی - ایم - ایس - ایم کا تمغہ دے - علی حسن نے جا کر یہ اعلان کیا تو مخالفین ہنسے کہ وہ کل جیل چلا جائیگا اور اس کو تمغے کے خواب آ رہے ہیں - میں نے علی حسن صاحب سے کہا کہ بزرگوں نے کہا ہے ؎

مترس از بلائے کہ شب درمیاں ست

اُس بلا سے نہ ڈرو جو ایک رات بعد آنیوالی ہے - چونکہ کل فیصلے کا دن ہے اسلئے میں تو ساری رات جاگوں گا اور دُعا کرونگا - آپ بھی اگر ہو سکے تو نوافل میں یہ دعا کریں کہ خدا تعالےٰ میرے گناہ بخشدیں - اور مجھے باعزت بری کریں اور جو اُمید میں نے اُس سے باندھی ہے،

وہ پوری کریں اور مجھے آئی۔ ایم۔ ایس۔ ایم کا تمغہ عطا فرمادیں۔

فوجی عدالت میں پیشی

دوسرے دن مجھے فوجی عدالت میں لے گئے۔ جج بھی کپتان تھا۔ عدالت کے باہر ہمارے دفتر کے بہت سے ملازمین فیصلہ سُننے کے لئے کھڑے تھے۔ رائٹ صاحب بھی مدعی کی حیثیت سے کمرۂ عدالت میں موجود تھے۔ جج نے مجھ سے کہا کہ آپ چارج شیٹ کا جواب دیں۔ مَیں نے وضاحت طلب کی۔ انہوں نے کہا۔ کہ کپتان رائٹ صاحب نے آپ کو گھنٹیاں بجا کر چار مرتبہ بلایا مگر آپ نے ان کے حکم کی نافرمانی کی۔ مَیں نے کہا یہ بالکل صحیح ہے کہ انہوں نے چار مرتبہ مجھے بلایا۔ مگر مَیں ان کے کمرہ کے بہت فاصلے پر تھا۔ راستے میں ہی انہوں نے اپنے کمرہ کے پاس والے ہیڈ کلرک کو بلا لیا۔ اس لئے مَیں واپس چلا گیا۔ اتنے تھوڑے سے وقت میں کسی انسان کا ان کے کمرہ تک پہنچنا ناممکن تھا۔ جج نے کہا گواہ پیش کرو۔ مَیں نے کہا کہ افسر انچارج کے خلاف کون گواہی دینے کو تیار ہوگا۔ اس پر جج صاحب نے کہا کہ مَیں تم کو مجرم قرار دیتا ہوں اور ......

اس کے بعد فون آیا اور جنرل شورٹ جو افسر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے جج سے دریافت کیا کہ کیا کوئی مقدمہ مسٹر احمدی کے خلاف چل رہا ہے۔ جج نے کہا۔ ہاں حضور! مَیں ابھی فیصلہ سُنا رہا ہوں۔ جنرل صاحب نے کہا۔ تم فیصلہ مت سناؤ۔ بلکہ مقدمہ کے کاغذات میرے پاس لاؤ۔ جج کاغذات لے کر لفٹ پر جنرل صاحب کے پاس چلا گیا کپتان صاحب نے مجھے کہا۔ مسٹر احمدی! ہمارا بہت اچھا وقت گذرا تھا۔ مگر اب تم جیل چلے جاؤ گے۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ مَیں نے جواب دیا۔ مسٹر رائٹ!

You are wrong. You are nothing But a dead wron on the face of earth. I true my God who is a lining God shell elevate me.

and He shall degrade you.

تم غلط کہتے ہو۔ تم زمین پر ایک مرے ہوئے کیڑے ہو۔ میرا خدا جو زندہ خدا ہے مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے عزت دے گا اور تم کو ذلیل کرے گا۔

جنرل صاحب کا انصاف

اتنے میں جج صاحب واپس آئے اور ہم دونوں کو کہا۔ کہ جنرل صاحب آپ دونوں کو بلا رہے ہیں۔

ہم لفٹ پر دونوں لڑتے ہوئے ہی گئے۔ جب ہم جنرل صاحب کے دفتر پہنچے تو پہلے انہوں نے مجھے بلایا۔ اور عزت سے کرسی پر بٹھایا۔ اور کہا آپ بریگیڈیر کڈ کو جانتے ہیں۔ میں نے کہا۔ بہت اچھی طرح۔ انہوں نے فرمایا۔ اُن کا تار آیا ہے وہ آپ کو اپنے بریگیڈ میں چیف کلرک کی جگہ پر طلب کر رہے ہیں۔ ایک سو روپے الاؤنس ماہوار آپ کو زیادہ دیں گے۔ کیا آپ جانے کے لئے تیار ہیں؟ میں نے کہا۔ جی بالکل تیار ہوں۔ انہوں نے بریگیڈ میجر سے کہا۔ کہ کڈ صاحب کو تار دیدو کہ مسٹر احمدی آرہا ہے۔ اور احمدی کو ترقی کا آرڈر دے دو۔ اور ریلوے وارنٹ دے دو۔ اردلی دے دو۔ جو اُن کو چھوڑ کر آئیں۔

میں تو خدا کا شکر کرتا رہا۔ اس کے بعد جنرل صاحب نے کپتان رائٹ صاحب کو اپنے دفتر میں بلایا۔ اور ان کو کرسی نہ دی۔ بلکہ سامنے کھڑا رکھا۔ اور دریافت کیا۔ تم کون ہو۔ اس نے کہا۔ رائٹ۔ جنرل صاحب نے کہا۔ نہیں تم غلط کہتے ہو۔ جج نے مجھے بتلایا ہے کہ پادریوں کے کہنے سے تم نے مسٹر احمدی کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ بنایا ہے۔ اور تم نے جج سے کہا تھا۔ کہ اس کو چھ ماہ جیل دیدو۔ تاکہ یہ ہندوستان واپس چلا جاوے۔ اور مصری مسلمانوں کو عیسائی ہونے سے نہ روک سکے۔ کیا تم نے سٹاف کا امتحان پاس کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ جنرل صاحب نے فرمایا۔ میں تمہارے اس امتحان کو منسوخ کرتا ہوں اور تمہارا ماہوار الاؤنس بند کرتا ہوں اور تم کو دفتر کی بجائے

میدان جنگ میں بھیجتا ہوں۔

غرض میری ترقی کا اور رائٹ صاحب تنزل کا آرڈر دے کر عدالت کے کمرہ سے باہر آئے۔ دفتر کے ملازمین نے مجھ سے دریافت کیا۔ مسٹر احمدی! مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا۔ میں نے جواب دیا کہ میں ہیڈ کلرک سے چیف کلرک ہو گیا۔ اور سو روپیہ الاؤنس زیادہ ملے گا۔ انہوں نے سمجھا کہ احمدی کو سزا ہو گئی ہے۔ اس لیے اس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں رہا۔ غلط جواب دے رہا ہے۔ انہوں نے کپتان صاحب کی طرف رخ کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ جنرل صاحب نے مجھے گرا دیا ہے اور احمدی کو ترقی دے دی۔ اس غصے میں اس نے بریگیڈ میجر کو جہاں میں جا رہا تھا خط لکھ دیا کہ احمدی عیسائیت کا دشمن ہے۔ اس کو چیف کلرک ہرگز نہ بنایا جائے وہ میری تنزلی کا باعث ہوا ہے۔

جب تار پہنچا تھا تو کڈ صاحب کو دو ہفتہ کے لیے خاص ڈیوٹی پر کہیں اور جانا تھا اس لیے وہ جاتے ہوئے کہہ گئے۔ بریگیڈیر میجر صاحب My Ahmadi is coming. see that he is not put to any truble.

"میرا احمدی آرہا ہے اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔"

میں جب پہنچا تو میرے ساتھ کپتان رائٹ صاحب کا خط بھی بریگیڈ میجر صاحب کو ملا اس لیے اس نے سٹاف کپتان کو ۱۴ روز کی رخصت پر بھیج دیا اور مجھے اس کی جگہ کام کرنے کو کہا۔ جب بریگیڈیر کڈ صاحب واپس آئے تو ان کو رائٹ صاحب کا خط دکھلایا گیا۔ انہوں نے اس کو پھاڑ دیا۔ اور فرمایا میں مسٹر احمدی کو جانتا ہوں۔ وہ ایسا آدمی نہیں ہے۔ مجھے چیف کلرکی کا چارج دیا گیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ میرے آنے سے چار کلرک فالتو ہو گئے ہیں۔ میں کڈ صاحب کے پاس گیا کہ آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے آپ کے پاس تو ضرورت سے زیادہ سٹاف ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ تین ماہ ہوئے جب میں بریگیڈیر ہوا تھا تو آپ نے مبارکبادی کا تار دیا تھا مگر افسوس کہ میں آپ کا شکریہ

دعا کا اعجاز

ادا نہ کر سکا - مجھے خیال آیا کہ آپ کو اپنے پاس بلایا جائے - اسلئے میں نے جنرل شوٹ صاحب کو جو میرے ایک دوست ہیں - آپکے آنے کے متعلق تار دے دیا - اب آپ آگئے ہیں - میں آپ کی مبارکبادی کا شکریہ ادا کرتا ہوں - میں نے کڈ صاحب کو اپنے خلاف مقدمہ کا حال سنایا - اور ان سے کہا کہ آپ خدا تعالیٰ کے نشان کا ایک حصّہ ہیں - اس لئے میں تہجد کی نمازیں چالیس روز تک آپ کی ترقی کے لئے دعا کروں گا - ڈیڑھ ماہ بعد گزٹ میں شائع ہوا کہ کمانڈر انچیف نے ان کو D.S.O "Distingmshad Service Order" کا اعزاز دیا ہے - جب میں انکو مبارکباد دینے گیا - تو انہوں نے کہا کہ احمدی! یہ تمہاری چالیس روزہ دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ مجھے یہ اعزاز ملا ہے - کڈ صاحب نے خفیہ طور پر میری سفارش کر دی اور چند روز میں گزٹ میں میرے متعلق شائع ہوا کہ کمانڈر انچیف نے مجھے آئی - ایم - ایس - ایم کا تمغہ دیا ہے -

الحمد للہ کہ جو امید میں نے اپنے پیارے خدا تعالےٰ پر باندھی تھی وہ پوری ہو گئی اور میں وہ تمغہ سینہ پر لگا کر چند روز کی رخصت لے کر اپنے پرانے دفتر گیا اور علی حسن صاحب کو ساتھ لے کر مخالف کلرکوں کے پاس گیا اور ان کو تمغہ دکھلا کر کہا - یہ وہ تمغہ ہے جو میرے قادر خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے جسکو دیکھکر وہ سخت نادم ہوئے - فالحمد للہ

سندھ میں تبلیغ کا واقعہ

تحریک جدید جاری ہونے کے بعد عاجز نے چار ماہ کی رخصت تبلیغ کے لئے وقف کی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ حیدر آباد سندھ جاکر تبلیغ کرو - عاجز کی تبلیغ سے ایک تاجر چرم محمد صدیق صاحب احمدی ہو گئے اس لئے تاجر طبقہ نے حافظ عبد الحکیم صاحب تاجر چرم داؤد کو میرے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے بلایا - قبل ازیں شیخ عظیم الدین صاحب مرحوم پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کے مکان پر گفتگو ہو رہی تھی - حافظ صاحب نے کہا -

احمدی ہر جگہ دو چار ہوتے ہیں مگر سب مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں - حدیث کے مطابق کفر الٹ کر ان پر ہی پڑتا ہے - یہ سب پکے کافر ہیں - مَیں نے حافظ صاحب کے سامنے یہ حدیث سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ اِلیٰ ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً - ایک وقت میری امت پر آئیگا کہ وہ ۷۳ فرقوں میں بٹ جائیگی - سب فرقے جہنمی ہونگے سوائے ایک فرقہ کے - پیش کر کے سوال کیا کہ اس حدیث کے مطابق ایک فرقہ ۷۲ فرقوں کو جہنمی قرار دیگا - آپ کی پیش کردہ حدیث کے مطابق ایک فرقہ بھی پکا کافر ہو جائیگا - مَیں نے بتایا - حدیث شریف میں آتا ہے مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً جو امام وقت کو نہیں مانتا وہ جاہلیت یعنی کفر کی موت مرتا ہے - مَیں نے کہا - اس وقت سوائے حضرت مرزا صاحب کے کسی نے مجدد اور امام ہونے کا دعویٰ نہیں کیا - حالانکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آتا ہے - جیسے فرمایا - اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلیٰ رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا - مَیں نے کہا - اگر کسی شخص نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہو تو پیش کریں سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے -

حافظ صاحب کچھ جواب نہ دے سکے اور بدزبانی پر اتر آئے - جب وہ خاموش ہوئے تو مَیں نے کہا - حافظ صاحب! آپنے ایک حدیث پیش کی - مَیں نے دو حدیثیں پیش کر دیں - آپنے بدزبانی کی ہے - اس کا بھی میرے پاس جواب ہے - حافظ صاحب کہنے لگے - آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ مَیں نے کہا - حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے

گالیاں سُنکر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو ؎ کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

ہم آپ کے لئے دُعا کرینگے - یہ سُنکر حافظ صاحب خاموش ہو گئے - اس کے بعد بارش شروع ہو گئی نہ مَیں نہ حافظ صاحب اپنی جگہ جا سکے نماز مغرب اور عشاء جمع کر کے ہم نے پڑھیں - اور مَیں نے حافظ صاحب کی ہدایت کیلئے دعا کی - بارش بارہ بجے رات تک ہوتی رہی - کھانا بھی ہم نے مل کر کھایا - کھانا کھاتے ہوئے حافظ صاحب سلسلہ کے متعلق حالات دریافت فرماتے رہے اور مَیں جواب دیتا رہا - مکرم حافظ صاحب نے کہا کہ یہاں پونے تین احمدی بیٹھے ہیں - مَیں نے کہا -

حافظ صاحب: مَیں اور شیخ عظیم الدین صاحب (مرحوم)، تو دو ہوئے۔ پونا احمدی کون ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا۔ پونا احمدی مجھے سمجھیں۔ مَیں نے کہا۔ حافظ صاحب ۲۵ فیصدی کی کسر بھی نکال دیجئے۔ فرمانے لگے اس کے لئے تو کئی سال چاہئیں۔ مَیں نے فیصلہ کیا کہ آج تہجد کے نوافل میں حافظ صاحب کی ہدایت کے لئے مَیں ان شاء اللہ دُعا کرونگا۔ رات کو تین بجے کے درمیان مَیں اُٹھا اور وضو کر کے تخت پوش پر مصلّٰی بچھا کر نوافل تہجد ادا کئے۔ اور ہر سجدہ میں حافظ صاحب کی مکمل ہدایت کے لئے دعا کرتا رہا۔ اس کے بعد مَیں چارپائی پر آکر لیٹ گیا۔ حافظ صاحب کی چارپائی بھی میری چارپائی کے نزدیک تھی۔ نماز فجر ہم مکرم محمد صدیق صاحب نو احمدی کی دوکان پر پڑھتے تھے۔ جب مَیں اور مکرم شیخ عظیم الدین صاحب (مرحوم) نماز فجر کے لئے جانے لگے تو حافظ صاحب نے مجھے کہا۔ حاجی صاحب! میرے ایک خواب کی تعبیر بتاویں۔ فرمانے لگے۔ جب آپ نے نوافل ادا کئے تو مَیں دیکھ رہا تھا۔ آپ کے ۲-۲ نفل کل آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپ اپنی چارپائی پر آگئے۔ اور مَیں سو گیا۔ اور خواب میں آپ کو دیکھا اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو تہجد کی نماز سے کیا ملا۔ آپ نے جواب دیا پچیس روپے ملے۔ مَیں نے کہا۔ خدا کی قسم کھائیں۔ اور کلمہ پڑھیں کہ آپ کو پچیس [25] روپے تہجد کی نماز سے ملے۔ آپ نے قسم کھائی اور کلمہ پڑھ کر کہا کہ مجھے تہجد کی نماز سے ۲۵ روپے ملے۔ مَیں نے کہا دکھائیں تو آپ نے اپنی ہتھیلی میرے سامنے کر دی اس پر چاندی کے پچیس [25] روپے پڑے تھے۔ مَیں نے کہا کس جگہ سے آپ کو یہ روپے ملے آپ نے مصلّٰی کا کونہ اٹھا کر کہا یہ سجدہ کی جگہ سے ملے (چونکہ میں نے مکرم حافظ صاحب کی ہدایت کیلئے ہر سجدہ میں دُعا کی تھی وہ دُعا قبول ہو گئی) مَیں نے حافظ صاحب سے کہا۔ حافظ صاحب مقدر یہی ہے کہ آپ احمدی ہو جائینگے آپ حیدرآباد سے جائینگے نہیں جب تک آپ بیعت نہ کرلیں۔ آپ نے خود کہا تھا کہ ۲۵ فی صدی کی کسر کئی سال میں نکلیگی مگر عاجز کی دُعا سے آپ کی یہ کسر نکل گئی ہے۔ روپے چاندی کے صداقت کو ثابت کرتے ہیں اور کلمہ مَیں نے پڑھا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی کلمہ گو ہم ہیں۔ اس کے دو روز بعد حافظ صاحب نے بیعت کر لی اور اب اللہ کے فضل سے مخلص احمدی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی برکت ہے۔ فالحمد للہ

واقعات

از مکرم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور فاضل

(۱) دیگر مسلمان خاتم النبیین کے یہی معنے کرتے اور فخریہ بیان کرتے ہیں کہ کُنْتُ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اور پچھلے سب انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں۔ جو معنی ہم کرتے ہیں۔ اس کے لحاظ سے تو یہ امر درست ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب گذشتہ انبیاء کے سچے ہونے کی تصدیق نہ فرماتے تو وہ سچے نبی بھی ثابت نہ ہو سکتے کیونکہ اُن کے ماننے والوں نے تو جو باتیں ان کی طرف منسوب کی ہیں وہ انکو سچا ثابت نہیں کرتیں لیکن جو معنے غیر احمدی حضرات کرتے ہیں وہ گہرے طور پر سوچنے کی صورت میں مضحکہ خیز ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کسی نبی کو ختم کرنے کے معنے یہی ہو سکتے ہیں کہ اُس کی شریعت کو منسوخ کر دیا جاوے اور نبی بوجہ وفات خود ختم ہو جاوے۔ اس لئے نوح علیہ السلام کو ختم کرنے کے یہ معنے ہونگے کہ وہ خود فوت ہو جائیں اور ان کی شریعت کو بعد کا نبی منسوخ کر دے یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر دیا۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام پہلے فوت ہو چکے تھے شریعت جاری تھی جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منسوخ کر کے ختم کر دیا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ حضرت نوح مکمل طور پر ختم ہو چکے تھے ان معنوں کی رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کونسی چیز کو ختم کیا؟

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو حضرت موسیٰؑ نے ختم کر دیا اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام وفات پا کر مکمل طور پر ختم ہوئے۔ اور یہ کام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکمل کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت ابراہیمؑ کو کس طور پر ختم کیا۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہر دو طور پر ختم کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس طور پر ختم کیا؟

اُن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ ان کو آنحضرت صلعم نے [illegible] اس طور پر ختم کیا

کہ انکی شریعت کو ختم کر دیا۔ لیکن وہ ان کے وجود کو ختم نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو اُن سے پہلے آئے تھے اُن کو بھی ختم نہ کر سکے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء کو ان معنوں میں ختم کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں؟

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے ثبوت میں غیر احمدی حضرات بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی آیت پیش کرتے ہیں حالانکہ اس آیت میں آسمان پر لے جانیکا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور آیت میں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مرفوع متصل کلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر لے جانے کا ذکر نہیں ہے۔ لفظی معنے یہی ہیں کہ اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ آسمان پر بھی ہے اور زمین پر بھی۔ کیوں نہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو دوسرے بندوں کی طرح زمین کی طرف یعنی قبر میں لے گیا۔ اور اگر اسی امر کو ملحوظ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جانب ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کو ہر جانب لے جانے اور کھینچا تانی میں بھی انکی وفات ہی ہو جائیگی۔ ایک مناظرہ کے موقعہ ایک غیر احمدی مناظر نے انکو آسمان پر لے جانے کی کوشش اور احمدیوں کی انکو زمین پر لے آنے کی کوشش کو دیکھ کر ایک صاحب نے بے ساختہ کہا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے زندہ بھی تھے تو اب وہ اس تگ ودو میں اور کھینچا تانی میں ضرور مر گئے ہونگے۔

زیادہ سے زیادہ غیر احمدی حضرات کہتے ہیں کہ جب حدیث شریف میں اُن کے نازل ہونے کا ذکر ہے تو آسمان پر گئے ہیں تبھی نازل ہونگے۔ حالانکہ قرآن کریم میں اِنَّآ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ بھی آیا ہے۔ یعنی ہم نے لوہا نازل کیا۔ اور لوہا زمین سے نکلتا ہے۔ پھر ایک جگہ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نزول کا لفظ آیا ہے۔ پھر معززین کے نزولِ اجلال فرمانے کا محاورہ بھی ہے کہ فلاں معزز آدمی فلاں جگہ اُترے ہوئے ہیں۔ اس سے کسی کے آسمان سے اُترنے کا ذکر نہیں ہوتا۔

(۳) حیاتِ مسیح کا عقیدہ رکھ کر مسلمان عیسائیوں کے ٹریکٹ "حقائق قرآن قابلِ توجہ اہل اسلام" کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ جن میں سے چند امور یہ ہیں:-

(۱) امت محمدیہ کے بگڑنے پر اُس کی اصلاح کی توفیق بھی امت کے کسی فرد کو نہیں ملیگی۔

بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر بار احسان ہونا پڑے گا (۳) مصیبت کے وقت کسی سے سلوک کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہر مصیبت کے وقت حضرت محمد رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر رکھ کر ہی بچایا لیکن حضرت عیسیٰ کی نرالی شان تھی کہ جب دشمنوں نے پکڑنا چاہا تو اللہ تعالیٰ انکو آسمان پر لے گیا۔

(۴) شیعہ حضرات صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا کر موردِ عتاب قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جب شیعہ حضرات کی نماز خاک شفا کربلا کی ٹکیوں پر ماتھے رکھنے سے ہو جاتی ہے اور ان کے گناہ دھل جاتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ اس خاک میں حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون شامل ہے۔ اگرچہ اس امر کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ جبکہ یہ مسلم امر ہے کہ حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھی بہت دلیر اور بہادر تھے۔ اور انہوں نے سینکڑوں یزیدیوں کا خون کیا۔ پس کون کہہ سکتا ہے کہ اس مٹی میں حسینیوں کا خون زیادہ ہے، یا یزیدیوں کا لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسوں کے استعمال خون سے شیعہ حضرات کی نجات ہو جاتی ہے۔ بہر حال یہ تو مسلمہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسنینؓ کو فیضان ملا تھا۔ جو اصل منبع فیض ہیں۔ لیکن جو دو مقدس ہستیاں (ابوبکر و عمر) اُن کے پہلو بہ پہلو نہایت معمولی فاصلے پر ۱۳۰۰ سال سے دفن ہیں۔ بفرض محال اگر وہ لوگ گنہگار بھی تھے تو کیا اب تک اُن کی تطہیر نہیں ہو چکی ہو گی کہ شیعہ حضرات اب تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

(۵) بقول شیعہ حضرات کے اگر صحابہ کرام قابلِ اعتماد نہیں تھے۔ اس وجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق وہ حضرت ابوبکر صدیق سے مرعوب ہو گئے اور خلیفۂ اوّل حضرت علیؓ کو نہ بنایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ایسے ہی لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے قرآن کریم کے ہم تک صحیح پہنچانے کی گارنٹی کیا ہو سکتی ہے؟ ممکن ہے انہوں نے بہت کچھ اس میں اضافہ کر دیا ہو یا کمی کر دی ہو۔

اگر یہ کہا جاوے کہ قرآن شریف میں یہ ارشاد موجود ہے نہ کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ - لیکن ایسے مشکوک حالات میں یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ارشادِ خداوندی ہے - اگر بدظنی کی جاوے تو یہ بھی تو کہا جاسکتا ہے کہ سب کچھ اُلٹ پلٹ کر کے جس طرح بعض چور تالہ توڑ کر سامان لوٹنے کے بعد شکستہ تالہ کو اُسی طرح کنڈے میں لٹکا دیتے ہیں کہ دُور سے یہی نظر آئے کہ تالا لگا ہوا ہے پس یا تو ان صحابہ کرام کو بھی قابلِ اعتماد ماننا پڑے گا یا قرآن کریم کے صحیح اور کامل کلام الٰہی ہونے سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے -

بقول شیعہ حضرات کے اگر حضرت عمر نے زیادتی کر کے حضرت علیؓ کی خلافت کو غضب کر کے خود خلیفہ بن بیٹھے تو یہ واقعہ جو ایک مسلّمہ امر ہے اور شیعوں کی کتب میں بھی موجود ہے کہ حضرت ام کلثوم صاحبہ جو حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں وہ حضرت علیؓ کی بیٹی تھیں - پس یا تو حضرت علیؓ کو نعوذ باللہ بزدل ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر کا زبردستی مقابلہ نہ کر سکے اور رشتہ دیدیا یا پھر یہ ماننا ہو گا کہ خلفاء کے مابین اختلاف محض الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں - اُن کے مابین تعلقات نہایت ہی محبت والے اور خلوص کے تھے -

---

چند واقعات
— از —
مکرم مرزا محمد سلیم صاحب اختر مربی سلسلہ پتوکی

مکرمی و محترمی جناب مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کے ارشاد کی تعمیل میں چند واقعات ارسال خدمت ہیں۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

مرزا محمد سلیم اختر

(۱) ایک دفعہ خاکسار موضع گجیانوالہ ضلع لاہور میں برائے تبلیغ گیا۔ وہاں کے غیر از جماعت احباب ایک فاضل کو گفتگو کے واسطے لائے اور مجھے کہا کہ ان سے گفتگو کر کے اپنے عقاید کی حقانیت واضح کریں۔ میں نے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ گفتگو تو اب ضرور ہی ہوگی کیونکہ اسی غرض سے آپ کو بلوایا گیا ہے۔ مگر گفتگو سے قبل ایک گذارش کرنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر آپ نے اپنی زندگی میں کوئی علمی کارنامہ سرانجام دیا ہو تو وہ مجھے سنائیں۔ مولانا کوئی ساٹھ سال کی عمر کے ہونگے فرمانے لگے۔ میں ایک دفعہ ہندوستان کے ایک شہر میں مقیم تھا (مجھے اسوقت شہر کا نام یاد نہیں رہا) وہاں عیسائیوں کے چند پادری آئے اور ایک محلے کے کافی افراد کو عیسائی کر کے لے گئے مجھے اسپر بہت غیرت آئی اور میں نے پادریوں کو للکارا کہ اگر تم سچے ہو تو میرے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے بارہ میں فیصلہ کر لو۔ اور پھر فرمانے لگے۔ میں نے انہیں کہا کہ میں اپنی جھولی میں پانچ سیر جلتے ہوئے کوئلے ڈالتا ہوں۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جھوٹے ہوئے تو میری جھولی جل جائیگی ورنہ نہیں جلے گی۔ چنانچہ پادری صاحبان بھاگ گئے۔

میں نے جب یہ عجیب و غریب دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سنی تو حیران رہ گیا۔ مگر ساتھ ہی مجھے ان کے تبحّر علمی کا بھی اندازہ ہو گیا۔ گاؤں کے سربراہ احباب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے مولانا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی صداقت کے بارہ میں آج ایک ایسا شاندار معیار پیش کیا ہے - میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو اس معیار پر پرکھوں - اس لئے جلتے ہوئے کوئلے منگوا دیں تا میرا دل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر مطمئن ہو جائے - جب میں نے یہ الفاظ کہے مولانا صاحب بوکھلا گئے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے - میں نے جب ان کی گھبراہٹ کو دیکھا تو جملہ حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ مولوی صاحب کے جھوٹا ہونے پر خود ان کی سراسیمگی اور گھبراہٹ گواہ ہے کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں - مجھے افسوس ہے کہ آپ نے میرا قیمتی وقت ضائع کیا ہے - یہ آج مجھے ان فاضل صاحب سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت کا معیار ان کی جھولی ہے - اگر ان کی جھولی جل جائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اگر نہ جلے تو صادق ثابت ہوتے ہیں - میں معززین دیہہ کے سامنے یہ عملی تجربہ کرنا چاہتا ہوں - جب اہل دیہہ نے یہ بات سُنی تو مولانا کو بے نقط سُنانے لگے اور کہا کہ یہ کیا بیہودہ بات آپ نے کی ہے - خیر میں نے انہیں تسلّی دی کہ آپ گھبرائیں نہیں ابھی ہماری گفتگو ہونی ہے تو مولانا صاحب سارا غصہ اتار دینگے -

گفتگو سے قبل میں نے پھر مولانا سے ایک عرض کی وہ یہ کہ اگر میں کوئی ایسی بات کہوں جو قرآن شریف میں ہو اور آپ کے عقائد کے مطابق ہو تو اس پر خواہ مخواہ بحث نہ کرنا بلکہ حق سمجھ کر اس کو قبول کر لینا - اور میں بھی ہر وہ بات قبول کرونگا جو قرآن میں موجود ہوگی اور خواہ مخواہ کی بحث سے احتراز کرونگا - کیونکہ گفتگو کا اصل مقصد احقاق حق ہے کہ نہ مجادلہ و مقابلہ - مولانا نے اس تجویز کو قبول کر لیا -

آغاز گفتگو میں مولانا نے مجھ سے سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے تعریضاً انہیں کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام از روئے قرآن خدا ہیں - مولانا بہت سٹپٹائے - کہنے لگے - احمدیوں کے ایسے ہی خیالات ہیں - میں نے کہا آپ بھی انکو خدا سمجھتے ہیں کہنے لگے لاحول ولاقوۃ الا باللہ! یہ کیا الزام تم ہمارے سر تھوپ رہے ہو - میں نے کہا - مولانا ذرا صبر سے کام لیں - اگر آپنے دیانتداری سے

میرے سوالات کا جواب دیا تو یہی ثابت ہو گا جو میں نے کہا ہے۔ حاضرین بھی جوش میں آگئے اور متوجہ ہو کر ہماری گفتگو سننے لگے۔ میں نے مولانا سے سوال کیا کہ کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام مُردے زندہ کیا کرتے تھے۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا کہ کیا قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ خدا ہی مُردے زندہ کیا کرتا ہے کہنے لگے لکھا ہے۔ میں نے کہا اگر خدا مُردے زندہ کرنے کی وجہ سے خدا ہے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام یہی کام کر کے خدا کیوں نہیں؟ آخر خدا کی ایک جز تو اُن میں ازروئے قرآن ثابت ہے کہنے لگے ٹھیک ہے۔ پھر میں نے دوسرا سوال کیا کہ کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام پرندے پیدا کیا کرتے تھے؟ کہنے لگے ہاں۔ میں کہا کیا قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ اللّٰہ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ کہ خدا ہر چیز کا خالق ہے کہنے لگے لکھا ہے۔ میں نے کہا جب مسیح نے بھی کچھ چیزیں پیدا کریں اور خدا بھی خلق کرنے کی وجہ سے خدا ہے تو کیوں نہ مسیح کو خدا کہا جاوے کیونکہ اس میں خدا کی خلق والی صفت موجود ہے اور میرے خیال میں عیسائیوں کی تبلیغ کہ یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا یا خدا ماننا بالکل سچ ہے اور قرآن اس کا ہرگز مخالف نہیں۔ مولانا صاحب کے مونہہ سے بے اختیار نکلا کہ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ مسیح خدا ہے۔ جب مولانا نے یہ بات کہی تو میں نے اسی بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ حاضرین کے سامنے پیش کیا۔ حاضرین میں سے ایک نے اُٹھ کر مولانا صاحب کو گالیاں دیں اور کہا۔ کمبخت تو عیسٰی علیہ السلام کو خدا مانتا ہے۔ گاؤں میں تو تو ہمیں سانس نہیں لینے دیتا اور آج اس مرزائی کی ایک بات کا جواب بھی تمہیں نہیں آتا۔ مولانا صاحب نے کہا کہ جو باتیں انہوں نے کی ہیں وہ بالکل سچ ہیں اور قرآن میں بھی یہی کچھ لکھا ہے اور میں نے آغازِ گفتگو میں ان سے وعدہ کیا تھا کہ حق بات کو قبول کر لونگا اس لئے میں کوئی جرح قدح نہیں کر سکتا۔ پھر میں نے ان آیات کی تشریح کر دی اور لوگ مطمئن ہو گئے۔ اور مجلس برخاست ہو گئی۔

اُسی دن خاکسار نے موضع کھڑ بیٹر میں جلسہ پر جانا تھا وہاں چلا گیا۔ جب واپس آیا تو میرے ایک دوست چوہدری محمد شریف صاحب خالد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ تتو کی مولانا کے پاس گئے اور مزید گفتگو کے لئے انہیں کہا۔ فرمانے لگے لوگوں میں میں تم سے ملا نہ ست

نہیں کر سکتا قریب ہی ایک نہر بہتی ہے۔ اس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے۔ اگر ملنا ہوا تو میں وہاں نہر کے کنارے پر چلا جاؤنگا وہاں مل لیں گے۔ یہ لوگ بے وقوف ہیں ان کو علمی باتوں کا کیا پتہ ہے۔ مگر اس کے بعد آج تک وہ ملے نہیں۔

ہاں یاد آیا۔ جب دوران گفتگو مولانا صاحب کی گھبراہٹ اس حد تک بڑھی کہ وہ ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ مجھے غور سے ٹکٹکی لگائے دیکھنے لگے۔ پھر ہنسے اور فرمانے لگے۔ آپ تو میرے کلاس فیلو ہیں۔ غالباً آپ نے مجھے پہچانا نہیں میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ میں نے کہا مولانا آپ کہاں کہاں پڑھتے رہے ہیں۔ کہنے لگے۔ کراچی اور سہارن پور میں۔ میں نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے آج تک کراچی اور سہارن پور دیکھا بھی نہیں۔ پھر میں نے سوال کیا۔ مولانا آپ کی عمر کیا ہے؟ کہنے لگے کوئی ساٹھ سال ہوگی۔ میں نے کہا میری عمر اٹھائیس سال ہے۔ مجھے تو آپ سے نسبت ہی کوئی نہیں۔ آخر ایک شخص نے اٹھکر کہا کہ یہ مولوی پاگل ہو گیا ہے۔ خواہ مخواہ بحث کر کے اسے کیوں خراب کرتے ہو۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔

اللہ اللہ: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ادنیٰ خدام کے سامنے اس قسم کے علماء کی یہ پوزیشن صاف ظاہر کرتی ہے کہ وہ علم قرآن سے بالکل کورے بلکہ قرآن سے بالکل مس تک نہیں رکھتے۔ اور ہو بھی کیونکہ خود قرآن کریم میں مرقوم ہے لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۔

(۲)

ایک دفعہ مسئلہ کفارہ پر عیسائی صاحبان سے گفتگو ہو رہی تھی اور وہ مسیح علیہ السلام کو ملعون ثابت کر کے اپنی مغفرت کے لئے راہ ہموار کر رہے تھے میں نے عیسائی صاحبان سے کہا اگرچہ بائیبل محرف و مبدل ہو چکی ہے مگر اس کے باوجود اس میں ایک ایسا شاندار اصل موجود ہے جس کی رو سے یقینی اور قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مسیح علیہ السلام ہرگز گناہوں کا کفارہ نہیں ہوئے اور کسی ضدی سے ضدی عیسائی کو بھی اس اقرار کے بغیر

چارہ کار نہیں۔ عیسائی صاحبان کہنے لگے۔ وہ اصل پیش کیجیے جس کی رُو سے عیسائیوں کو مجبور ہو کر آپ کی ہمنوائی کرنی پڑتی ہے۔ مَیں نے پیدائش باب ۳ آیت ۱۶ تا ۱۹ کو پیش کیا۔ جس میں شجرہ ممنوعہ کا پھل کھانے کے بعد آدم و حوّا کو یہ سزا سُنائی گئی ہے :-

"مَیں تیرے دردِ حمل کو بڑھاؤں گا تُو درد کے ساتھ بچّہ جنے گی ......

اور آدم سے اُس نے کہا۔ چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت مَیں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اُسے نہ کھانا۔ اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ تُو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائیگا اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹ کٹارے اُگائیگی۔ اور تُو کھیت کی سبزی کھائیگا تُو اپنے مُنہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا۔"

مَیں نے محولہ بالا عبارت کو پیش کر کے کہا۔ کہ جب ایک آدمی کوئی جرم کرتا ہے۔ تو عدالت کی طرف سے اس کو قید وغیرہ کی سزا دی جاتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس جرم کی ضمانت دے دے اور وہ ضمانت منظور ہو جائے تو اس قیدی کو گھر آ جانا چاہیئے یا وہیں جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں رہنا چاہیئے۔ سب نے کہا کہ ضمانت ہونے پر گھر آ جانا چاہیئے۔

مَیں نے کہا۔ آدم اور حوّا نے ایک گناہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عمر بھر کے لئے یہ سزا سُنائی گئی کہ اے آدم تُو مشقت کے ساتھ زمین کی پیداوار کھائے گا اور مُنہ کے پسینے سے روٹی کمائے گا۔ اور اے حوّا تو درد کے ساتھ بچّے جنیگی اور تیرا دردِ حمل بڑھایا جائے گا۔

اس سزا کے سُنایا جانے کے بعد جناب مسیح علیہ السلام نے ان کی ضمانت اس طرح دی کہ ان کے تمام گناہ خود اٹھائے اور یہ ضمانت منظور بھی ہو گئی۔ اب آدم و حوّا کی اولاد یعنی بنی نوع انسان کو ان دونوں سزاؤں سے رہائی مل جانی چاہیئے۔ یعنی مردوں کو اب مشقت اور منہ کے پسینے سے روٹی کما کر نہیں کھانی چاہیئے۔ اور عورتوں کو بچے دردِ حمل سے نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ مسیح علیہ السلام نے خود مصلوب ہو کر کفارہ ادا کر دیا ہے۔ پھر مَیں نے ذرا

بلند آواز سے کہا۔ کہ اے عیسائیو کیا تم مشقت سے روٹی نہیں کماتے۔ کیا تمہاری عورتیں عورتیں درد سے بچہ نہیں جنتیں۔ پھر تو واقعی مسیح کفارہ ہو گئے۔ اور اگر مرد محنت سے روٹی کماتے ہیں۔ اور عورتوں کو دردِ حمل سے بچے ہوتے ہیں تو مسیح بالکل کفارہ نہیں ہوئے۔ کیونکہ اگر کفارہ ہوئے ہوتے تو کم از کم عیسائی مرد اور عیسائی عورتیں ان سزاؤں سے ضرور نجات پاتیں۔ چونکہ یہ سزائیں اب تک عیسائیوں کے شامل حال ہیں۔ لہذا ان کا کفارہ کا مسئلہ محض ایک ڈھونگ ہے جسکو مقدس بائیبل دھکے دیتی ہے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ عیسائیوں کے لبوں پر مہر سکوت لگ گئی اور فبھت الذی کفر کا نظارہ سامنے آگیا۔

(۳)

ایک دفعہ روزنامہ "کوہستان" میں حضرو کے تمباکو فروشوں کی جماعت اسلامی والوں نے پُر زور حمایت کی کہ تمباکو فروشوں کے مطالبات بڑے معقول اور مناسب ہیں۔ اور ہم جماعت اسلامی والے ان کی تائید کرتے ہیں۔ ہمارے گاؤں فتح پور ضلع گجرات میں جماعت اسلامی کے ایک رکن طبابت کی دوکان کرتے تھے اور پُرجوش طریق پر اسلامی جماعت کا پروپیگنڈہ بھی کرتے تھے۔ ایک دن سرِ راہ ان سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تمباکو اور اسلام کا آپس میں کیا ربط ہے۔ کہنے لگے اس سوال کا مقصد کیا ہے۔ میں نے کہا آپ کے اخبار "کوہستان" نے تمباکو فروشوں کی بڑی حمایت کی ہے۔ آپ اسلام کے علمبردار ہیں آپ لوگوں کو ایسی لایعنی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ آخر آپ کی جماعت والوں نے ایسا کیوں کیا۔ کہنے لگے کیا تمباکو حرام ہے؟ میں نے کہا حلال و حرام کی بحث کو جانے دیں۔ میں آپ سے ہی پوچھتا ہوں کہ تمباکو پینا کیسا ہے۔ کہنے لگے میرے نزدیک فضول خرچی ہے۔ میں نے بلا توقف کہا۔ کہ قرآن شریف میں لکھا ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ کہ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔ اور جو شیطان کے بھائیوں کی پُرزور حمایت کرے وہ کون ہوا؟ بس میرا اتنا کہنا تھا کہ حکیم صاحب کے پسینے چھوٹ گئے اور بغیر ایک لمحہ ضائع کئے وہاں سے چلتے بنے۔

(۴)

ایک دفعہ محکمہ انسداد ملیریا کے ایک آفیسر پتوکی میں آئے۔ اور ایک احمدی نوجوان کو کہا کہ کسی احمدی کو بلاؤ۔ مَیں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ احمدی دوست مسجد میں آیا۔ نماز مغرب کا وقت تھا۔ نماز سے فارغ ہونے پر اُس نے مجھے کہا کہ اس طرح ہمارے ایک آفیسر ہیں وہ تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں۔ مَیں نے اُن سے پوچھا وہ کس موضوع پر گفتگو کرینگے۔ کہنے لگے نبوتِ مسیح موعود علیہ السلام پر۔ مَیں نے احتیاطاً "ایک غلطی کا ازالہ" ہاتھ میں پکڑ لیا اور چودھری محمد شریف صاحب خالد کے ساتھ محکمہ انسداد ملیریا کے دفتر میں گیا دفتر کے سامنے سڑک پر وہ صاحب اپنی گاڑی سٹارٹ کئے کھڑے تھے۔ مَیں نے علیک سلیک کے بعد عرض کیا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ کدھر تشریف لے جا رہے ہیں۔ کہنے لگے۔ آپ گفتگو کے لئے آئے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ ہاں: کہنے لگے آؤ مجھے گفتگو سے بہت خوشی ہوگی۔

چنانچہ دس بارہ افراد جمع ہو گئے۔ مَیں نے پوچھا کس مسئلہ پر آپ تبادلہ خیال کرینگے۔ کہنے لگے مسئلہ کفر و اسلام پر۔ چند منٹ گذرنے کے بعد نبوتِ مسیح موعودؑ کی طرف انہوں نے رُخ پھیرا۔ مَیں نے کہا۔ آپ اگر مسیح موعود علیہ السلام کو نبی تسلیم کریں تو آپ کا کیا حرج ہے کہنے لگے آیت الیوم اکملت لکم آئندہ نبی کے آنے کے لئے مانع ہے۔ مَیں نے کہا اگر اسی آیت سے اجرائے نبوت ثابت ہو جائے اور آپ اپنے مُنہ سے کہیں کہ نبی آسکتا ہے تو پھر ہمارا کمال ہے کہ نہیں۔ کہنے لگے۔ میرے مُنہ سے ایسی بات نکل ہی نہیں سکتی۔ مَیں نے کہا اگر آپ اپنے مسلک پر ضد نہ کریں اور جو بات میں آپ سے دریافت کروں آپ دیانتداری سے اس کا جواب دیتے جائیں تو ایک منٹ میں سارا معاملہ طے ہو سکتا ہے۔ کہنے لگے آپ یقین رکھیں۔ مَیں آپ کی ہر بات کا جواب دیانتداری سے دوں گا۔ مَیں نے پوچھا آپ بتائیں کہ الیوم اکملت لکم کے کیا معنے ہیں۔ کہنے لگے دین کامل ہے۔ مَیں نے پوچھا کیا کامل دین پر چلنے سے انسان کا اللہ تعالےٰ

سے کامل تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر نہیں ہوتا تو دین کامل نہ ہوا۔ اور دعویٰ بے بنیاد ٹھہرا۔ کہنے لگے کامل دین پر چلنے سے اللہ تعالیٰ سے انسان کا کامل تعلق ہو جاتا ہے۔ اب اسلام کا دعویٰ ہے کہ میں کامل دین ہوں اور آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام انسان کا اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرا دیتا ہے۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر کامل تعلق ہو۔ اس کو اصطلاح اسلام میں کیا کہتے ہیں۔ اسلام نہ صرف کامل تعلق پیدا کرنے کا دعویدار ہے بلکہ اکمل تعلق کا۔ اور جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے اکمل ہو اس کو کیا کہتے ہیں؟ وہ کچھ گھبرا سے گئے آخر کہنے لگے جس کا اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق ہو اس کو ولی کہتے ہیں۔ میں نے کہا آپ دیانتداری کے وعدہ سے منحرف ہو رہے ہیں۔ مگر خیر اچھا آپ بتائیں ولی کا تعلق نبی سے بڑھ کر ہوتا ہے یا کم؟ کہنے لگے نبی سے ولی کا تعلق کم ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ اگر نبی کے تعلق کو کامل کہیں تو ولی کے تعلق کو ناقص کہہ سکتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا۔ پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ ولی کا تعلق کامل ہوتا ہے؟ بہت بوکھلائے مگر اپنے ہی بیانات سے ایسے قابو آئے کہ چھٹکارا مشکل ہو گیا۔ میں نے کہا دین اسلام صرف کامل ہی نہیں بلکہ اکمل تعلق یعنی سب سے بڑھ کر تعلق پیدا کرا دینے کا دعویدار ہے اور سب سے بڑھ کر تعلق اللہ تعالےٰ سے نبی کا ہوتا ہے۔ لہٰذا آیت الیوم اکملت لکم اجرائے نبوت پر زبردست نص ہے۔ جب میں نے اتنا کہا تو اُٹھ کر چلے گئے اور گاڑی سٹارٹ کر کے لے گئے۔ میں نے انہیں "ایک غلطی کا ازالہ" دینے کی کوشش کی مگر وہ کچھ ایسی جلدی میں تھے کہنے لگے لاہور سے ہی لونگا۔ کئی ماہ بعد ایک دفعہ آئے تو ہمارے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کر کے گئے۔

(۵)

ایک دفعہ یوم تبلیغ کے موقعہ پر میں تین دوستوں کے ہمراہ موضع کھرپیڑ ضلع لاہور میں گیا۔ وہاں وحدت الوجودیوں کی بہت بڑی گدی ہے۔ ہم پمفلٹ تقسیم کرتے کرتے ایک غیر از جماعت دوست کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے گفتگو کے لئے ایک مولوی صاحب کو بلا لیا

وفاتِ مسیح پر گفتگو ہوئی۔ مولوی صاحب میرے دلائل سے عاجز آگئے۔ کچھ عمر رسیدہ بھی تھے
فوراً ہی ایک دوسرے مولوی صاحب کو بلایا گیا۔ گفتگو کا رُخ ختمِ نبوت کی طرف پھر گیا۔ مَیں نے
مکتوبات مجدد الف ثانیؒ کے بعض حوالہ جات پیش کئے۔ انہوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے
مگر بے سود۔ بڑا جمگھٹا ہو گیا۔ آخر اتفاق رائے سے طے پایا کہ پیر صاحب کے ساتھ گفتگو کی جائے
مولوی صاحبان مقابلہ نہیں کر سکتے۔ نماز عصر کے بعد پیر صاحب سے گفتگو کے لئے میں نے چوہدری
محمد شریف صاحب خالد سے کہا کہ آپ پیر صاحب سے کہیں کہ ہم۔ وفاتِ مسیح۔ اجرائے نبوت
اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر بالترتیب گفتگو کریں گے۔ مگر دونوں مولوی صاحبان
چوہدری صاحب کو بات ہی نہ کرنے دیں۔ وہ جب اٹھ کر بات کرنے لگیں دونوں بازوؤں سے
وہ مولوی صاحبان پکڑ لیں اور اُن سے کہیں تم ہمارے گاؤں کے ہو۔ ہم تمہیں جانتے ہیں نہ تم اصول
کے واقف ہو نہ فروع کے۔ گویا اس طرح وہ سابقہ شکست کی خفت مٹانے کی کوشش کریں۔
کہ گویا ہم نے اُن کو بات تک نہ کرنے دی۔ نیز یہ بھی کہیں کہ پیر صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر مت
بولو۔ ادھر پیر صاحب نے کوئی بیسیوں بار یہ بات دہرائی کہ مرزا صاحب نے اعلان کیا ہے اور کتابوں
میں لکھا ہے کہ نعوذ باللہ نبی کریم صلعم کو نہ مانو۔ مَیں کتاب سے حوالہ دکھانے کو تیار ہوں۔ اڑھائی تین صد
آدمی جمع تھے ہم صرف چار آدمی تھے۔ انہوں نے جب کئی بار اس بات کی تکرار کی تو مَیں کھڑا ہو گیا
اور کہا پیر صاحب حوالہ دکھائیں کہ کس جگہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلعم کو نہ مانو۔ اگر
آپ نے حوالہ نہ دکھایا تو آپ کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی امر کافی ہے مگر پیر صاحب فرمانے
لگے۔ میرا مطلب اس سے یہ تھا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ جہاد نہ کرو۔ خیر مَیں نے
پیر صاحب کو اچھی طرح سمجھایا۔ جب حاضرین نے دیکھا کہ پیر صاحب مات کھا گئے ہیں اور
پیر صاحب کو بھی اپنی حالت غیر ہوتی نظر آئی تو انہوں نے خانۂ خدا میں ہمارے پیچھے تالیاں
پٹوا دیں۔ ہم مسجد سے باہر نکل آئے۔ مگر لوگ ہمارے پیچھے مسلسل تالیاں بجاتے رہے مَیں نے
تالیاں بجانے والوں کو مسجد کے دروازہ کے سامنے کھڑا کر لیا اور کہا کہ ایک بات سُن لو۔

کہنے لگے کیا؟ میں نے کہا مجھے آج یہاں آکر معلوم ہوا کہ میں نبی کریم صلعم کا سچا پیروکار ہوں کیونکہ میرے اس رُوحانی باپ کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے دکھ دینے والوں کو دعا دیتے تھے میں بھی آپ لوگوں کو آنحضورؐ کی اتباع میں دعا دیتا ہوں کیونکہ گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے میرا یہ کہنا تھا کہ تالیاں بند ہو گئیں اور ہر ایک دوسرے سے کہنے لگا تالیاں مت بجاؤ اور پھر تمام مجمع بکھر گیا۔

(۶)

ایک دفعہ موضع نظام پور ضلع لاہور میں ایک مولوی صاحب سے گفتگو ہو رہی تھی گفتگو کے دوران میں وہ فرمانے لگے جب عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے۔ اُسوقت رسول نہیں ہونگے۔ میں نے کہا۔ کس گناہ کی پاداش میں منصب رسالت سے انہیں علیحدہ کیا جائیگا؟ وہ خاموش ہو رہے۔ میں نے کہا۔ جب مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ یہی قرآن ہوگا یا اس میں کچھ تبدیلی کر دی جائیگی۔ کہنے لگے یہ تو قیامت تک ایسے ہی رہیگا۔ میں نے کہا۔ اس میں تو لکھا ہے ما المسیح ابن مریم الا رسول کہ مسیح ابن مریم ایک رسول ہے۔ وہ قرآن میں پڑھے گا میں رسول ہوں اور وہ رسول ہوگا نہیں۔ پس کیا کوئی ایسی آیت ہے جس میں اس کی رسالت کی نفی کی گئی ہو۔ وہ بالکل دم بخود ہو کر اٹھ کر چلے گئے۔

(۷)

ایک دفعہ جماعت اسلامی کے ایک فرد سے اولی الامر کی اطاعت کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی کہنے لگے اطاعت اس اولی الامر کی کرنی چاہیئے جو منکم میں شامل یعنی مسلمان ہو۔ دوسرے اولی الامر کی اطاعت مسلمان کے لئے ضروری نہیں۔ میں نے انہیں مختلف انبیاء اور خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض واقعات سُنائے مگر وہ اس پر مصر تھے کہ اسجگہ مسلمانوں سے خطاب ہے۔ اور منکم سے مراد مسلمان اولی الامر ہے۔ خطاب مسلمانوں سے ہو اور منکم سے مراد کوئی

غیر مذاہب کا اولی الامر ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

مَیں نے انہیں کہا۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ جب کفار کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کا داروغہ اُن سے دریافت کرے گا اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کیا تم میں سے کوئی رسول تمہارے پاس نہ آیا تھا۔ یہاں خطاب کفار سے ہے۔ کیا کوئی کافر رسول بھی آج تک ہوا ہے۔ خطاب کفار سے ہو اور رسول باہر سے آجائے۔ مَیں بالکل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہونگا۔ لفظ منکم غیر کافر کے رسول ہونے میں روک ہے۔ یہ بات ان پر اثر انداز ہوئی۔ اور انہیں سمجھ آگئی۔

کلام الامام امام الکلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ؛ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ؛ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوبتر ہے خوبی میں اک قمر ہے ؛ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے ؛ مَیں جاؤں اُس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے ؛ دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یار لا مکانی وہ دلبر نہانی ؛ دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے ؛ وہ طیّب و امیں ہے اُسکی ثنا یہی ہے

جو حق سے حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے ؛ جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے

آنکھ اُس کی دُور بیں ہے، دل یار سے قریں ہے ؛ ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں

وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے (مسیح موعود)

حالات و واقعات

— از —

مکرم مہدی شاہ صاحب معلم اصلاح و ارشاد سانگلاہل

غالباً ۳۸-۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے صحیح تاریخ یاد نہیں میں مڈھ رانجھا تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں ورنیکلر سکول میں مدرس تھا۔ ماہ مارچ میں اے۔ ڈی۔ آئی صاحب بھلوال سے لڑکوں کا امتحان سالانہ لینے کے لئے آئے۔ اُسی دن ایک انگریز پادری اور اس کے دیسی پادری بھی کار میں بیٹھ کر مڈھ رانجھا میں آئے۔ پہلے وہ ہسپتال میں آگئے وہاں سے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بازار میں شیخ شمس الدین صاحب کی دوکان پر چلے جاؤ۔ شیخ صاحب احمدی ہیں ان کی کپڑے کی دوکان تھی۔ انگریز پادری نے وہاں آکر لیکچر دینا شروع کر دیا۔ شیخ صاحب موصوف نے مجھے اطلاع دی کہ یہاں پادری صاحب لیکچر دے رہے آپ یہاں پہنچیں۔ چار بجے سکول سے فارغ ہو کر میں بازار گیا۔ پادری صاحب لیکچر دے رہے تھے۔ میں ایک دو منٹ وہاں خاموش کھڑا رہا۔ پھر میں نے بلند آواز سے پادری صاحب کو کہا۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دیکھنا چاہتا ہوں اگر آپ کے پاس ہو تو مجھے دیں پادری صاحب نے مجھے انجیل دے دی۔ میں نے پادری صاحب اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہا۔ پادری صاحب میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل مانگی ہے آپنے مجھے متی کی انجیل دے دی ہے۔ پھر پادری صاحب نے مجھے مرقس کی انجیل دیدی۔ میں نے کہا پادری صاحب آپ شاید میرا مطلب نہیں سمجھے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل دکھائیں۔ اسپر پادری صاحب نے مجھے لوقا کی انجیل دی۔ میں نے کہا۔ پادری صاحب میں نے لوقا کی انجیل نہیں مانگی بلکہ عیسیٰؑ کی انجیل مانگی ہے۔ جس پر پادری صاحب نے یوحنا کی انجیل مجھے دی۔ میں نے پھر کہا۔ پادری صاحب!

میں نے یوحنا کی انجیل نہیں مانگی - عیسیٰ کی انجیل دیکھنے کی درخواست ہے - اسپر پادری صاحب نے انجیلیں مجھ سے لے لیں اور بغیر کوئی بات کرنے کے اس جگہ سے چل کر بازار میں ایک دوکان پر جا کر کھڑے ہو گئے - بازار میں لوگوں کا ایک بڑا مجمع تھا - میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے گیا - اور وہاں جا کر اُن سے کہا - پادری صاحب! آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا - پادری صاحب اس جگہ سے یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ مسلمانوں کے بھی تیس پارے قرآن کے ہوتے ہیں - دوسرے دن گاؤں کے کئی لوگ مجھے ملے اور کہا کہ کل پادری صاحب نے تو آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا آپ نے صرف ایک بات پوچھی تھی - اگر پھر کبھی کوئی پادری آئے تو ضرور ہمیں اطلاع دیں ہم آپکی گفتگو سننا چاہتے ہیں - اس بات کا لوگوں پر بڑا اثر پڑا -

(۲)

مریم آباد عیسائیوں کا خالص گاؤں ہے - اور رومن کیتھولک مشن قائم ہے - میں سانگلاہل سے مریم آباد گیا - جو کہ سکھیکی اسٹیشن سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر ہے میں عیسائیوں کے مشن میں چلا گیا - اور جا کر کہا کہ میں مشن کے انچارج پادری صاحب سے ملنا چاہتا ہوں - ایک اٹالین پادری اپنی کوٹھی سے باہر آیا اور مجھے کہا کیا کام ہے میں نے کہا - میں سانگلاہل سے صرف آپ سے ملنے کے واسطے آیا ہوں اور مجھے کوئی کام نہیں - انجیل میں سے چند باتیں سمجھنی چاہتا ہوں - اُس نے کہا - آپ پوچھیں - میں نے عرض کیا اس طرح تو مجھے یاد نہیں آپ مجھے انجیل دے دیویں تو پوچھ سکتا ہوں - انہوں نے کہا - زبانی پوچھ لو - میں نے کہا اس طرح نہیں - آخر پادری صاحب بائیبل لے آئے اور مجھے دے دی - میں نے پادری صاحب سے کہا - کہ یہ بائیبل جو آپ نے دی اس میں ۷۲ کتابیں ہیں - اور میرے پاس ایک بائیبل ہے اس کی تو ۶۶ کتابیں ہیں - ان دونوں میں سے کونسی بائیبل سچی ہے؟ پادری صاحب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا -

آخر میں نے کہا۔ ہمارے مسلمانوں میں بھی کئی فرقے ہیں لیکن ہمارا قرآن مجید سب کا ایک ہی ہے۔
اسپر پادری صاحب نے کہا۔ اس بات کا افسوس ہی ہے۔

پھر میں نے انجیل یوحنا سے پہلے باب کی یہ عبارت پیش کی:۔

" اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اُس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے تو اُس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ کہا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ پھر کون ہے۔ کیا تو ایلیا ہے؛ اس نے کہا۔ میں ایلیاہ نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا۔ تو "وہ نبی" ہے تو اس نے جواب دیا کہ نہیں۔"

اور کہا کہ اس عبارت سے تین نبیوں کی آمد کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ مسیح تو آگیا۔ ایلیاہ بھی یوحنا کے رنگ میں آگیا۔ "وہ نبی" کونسا ہے؛ پادری صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں کہ جب میں امرتسر میں تھا تو قادیان بھی گیا تھا۔ اور جب بٹالہ تھا اسوقت بھی قادیان گیا تھا۔ آپ کی جماعت انگلستان۔ امریکہ اور افریقہ میں بہت اچھا کام کر رہی ہے اب میرا ارادہ ربوہ جانے کا بھی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ میری بات کا تو جواب دیں۔ فرمانے لگے ایک وقت انسان ایک ہی کام کر سکتا ہے اب میں موٹر سائیکل بنا رہا ہوں مجھے فرصت نہیں۔ میرے اصرار پر بھی گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اور خاکسار واپس آگیا۔

حالات وواقعات

مولانا محمد اسد اللہ قریشی کاشمیری

آپ ۲ فروری ۱۹۲۹ء بمقام شاٹ گنڈ پائین تحصیل ہندوارہ ضلع بارہ مولا کشمیر میں پیدا ہوئے آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اور بعدازیں مڈل سکول قلم چکلہ سے اعزاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے کشمیر سے پنجاب تشریف لائے۔ یہاں پر مختلف دینی درسگاہوں میں زیرتعلیم رہے۔ عربی فارسی صرف نحو فقہ فلسفہ منطق ریاضی اور ہیئت کا سیر حاصل مطالعہ کیا۔ اور اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۴۵ء میں طالبعلمی کے دوران پنجاب سے کشمیر اپنے وطن واپس گئے وہاں سے باقی علوم کی تکمیل کی غرض سے پنجاب واپس آئے۔ تحصیل علم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جب آپ وطن واپس جانے کیلئے گجرات سے راولپنڈی پہنچے تو ۱۹۴۷ء کے فسادات کی وجہ سے کشمیر نہ جا سکے۔ اور راولپنڈی میں قیام پذیر ہو گئے۔

کچھ عرصہ آپ ہائی سکول کلیاں اعوان میں عربی ٹیچر رہے اس کے بعد ہائی سکول کرور اور ماڈل سکول ٹیکسلا میں بھی یکے بعد دیگرے عربی اور دینیات کی تعلیم دیتے رہے لیکن ساتھ ساتھ خود بھی مطالعہ کرتے رہے۔ جس کے نتیجہ میں آپ نے ۵۱-۱۹۵۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کر لئے۔ وزارت امور کشمیر کی طرف سے مہاجرین کشمیر کے کیمپوں میں اسلامی تبلیغ پر مامور کئے گئے اور ۱۹۵۲ء سے اواخر ۱۹۵۵ء تک وہاں پر اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران آسان دینیات اور آسان نماز نامی دو کتابیں لکھیں جو مہاجرین کشمیر میں وزارت امور کشمیر نے شائع کر کے مفت تقسیم کیں۔ جب مہاجرین کے کیمپ بند ہو گئے تو آپ راولپنڈی تشریف لے آئے۔ یہاں اخبارات و رسائل اور پمفلٹوں کے ذریعہ تبلیغ دین اور آزادی کے اہم موضوعات پر نشر و اشاعت کا کام جاری رکھا اور آپ نے ۱۹۵۸ء میں کچھ عرصہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی

کے ایڈیٹر کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ کچھ عرصہ سے کشمیر کی تاریخ و ثقافت پر عالمانہ انداز میں ریسرچ کر رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں آپ کی علمی تحقیقات ایسی گرانقدر خدمات ہیں جو مستقبل میں ملک وملّت کے لئے بڑی مفید ثابت ہونگی (انصاف راولپنڈی)

مکرمی! السلام علیکم

آپ کی حسب فرمائش اپنے حالات کے سلسلہ میں چند سطور آپکی خدمت میں بغرض اشاعت "برہان ہدایت" بھجوا رہا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو بہتوں کیلئے باعث ہدایت بنائے۔

خاکسار نے ۱۵ سال تک احمدیت کی تحقیقات کی اور کافی مطالعہ کیا۔ اور بہت دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے عالم رؤیا میں مجھ پر انکشاف فرمایا کہ "مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں اور دعوے میں سچے ہیں۔" اس طرح اور بھی بہت سے مبشر خواب آتے رہے جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بانئے سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ چنانچہ مجھے ۱۹۵۹ء کے اواخر میں جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے عہد سعادتِ مہد میں بیعت کی توفیق پائی۔ فالحمدللہ

احمدیت میں داخل ہونے کے بعد چند کتابیں تصنیف کرنے کی توفیق ملی جن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) حضرت مسیح کشمیر میں (۲) امام مہدی کا ظہور (۳) حضرت مریم کا سفر کشمیر (۴) بشارات ربانی بحق مامور ربّانی۔ (۵) اہل کشمیر کی نسلی تاریخ (۶) تحریک آزادی کشمیر میں جماعت احمدیہ کا حصّہ۔ (۷) تاریخ جدوجہد آزادی کشمیر (زیر طبع) (۸) المسیح الدجال اور یاجوج ماجوج کا ظہور (غیر مطبوعہ)

احمدیت میں داخل ہونے سے قبل بھی بعض کتب و رسائل تصنیف کئے تھے مثلاً:۔

آسان دینیات۔ کشمیر میں اسلام۔ کشمیری بول چال وغیرہ۔

آپ کو بہ حیثیت مربّی سلسلہ عالیہ احمدیہ ضلع ہزارہ۔ آزاد کشمیر۔ ضلع کیمبل پور میں خدمت دین انجام دینے اور پنجاب کے بہت سے علاقوں میں تبلیغ اسلام کرنے کا بھی موقعہ ملا ہے۔ آجکل آزاد کشمیر میں متعین ہیں۔

دوران تبلیغ بعض سوالات اور انکے جوابات

۱۔ بعض دوست سوال کرتے ہیں کہ آپ اہل سنّت والجماعت کو چھوڑ کر کیوں احمدی ہو گئے

مَیں جواب دیا کرتا ہوں کہ مَیں نے اہل سنّت والجماعت کو نہیں چھوڑا بلکہ اب ہی میں حقیقی اہل سنت والجماعت میں شامل ہوا ہوں کیونکہ جماعت احمدیہ ہی اہلِ سنّت ہیں اور پھر اہل جماعت بھی۔ جن کا ایک واجب الاطاعت امام ہے جس کے ہاتھ پر افرادِ جماعت کی بیعت ہوتی ہے۔ کیونکہ امام کے بغیر کوئی جماعت جماعت نہیں کہلا سکتی۔ بخلاف اسکے عام مسلمانوں کے سینکڑوں فرقے ہیں اور ان کا کوئی واجب الاطاعت امام نہیں ہے۔ اسپر معترضین خاموش ہو جاتے ہیں۔

۲ - ایک دفعہ ایک دوست نے سوال کیا کہ کیا اہل سنّت والجماعت کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے؟ مَیں نے کہا۔ کیا کوئی جماعت امام کے بغیر بھی ہو سکتی ہے؟ کہا۔ نہیں۔ مَیں نے کہا۔ پھر وہ مسلمان جس کے سینکڑوں فرقے ہیں کس طرح صحیح معنوں میں اہل سنت والجماعت کہلا سکتے ہیں۔ انہوں نے میری اس دلیل کو معقول تسلیم کر لیا۔

۳ - بعض لوگ کہتے ہیں کہ عام مسلمان کثرت سے ہیں اور احمدی تھوڑی تعداد میں ہیں مَیں جواب دیا کرتا ہوں۔ کہ مسجد میں اگر دو یا تین آدمی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں تو جماعت کہلاتی ہے۔ اور اگر سینکڑوں مسلمان آکر علیحدہ علیحدہ بغیر امام کے نماز پڑھ لیں تو کیا کوئی کہیگا کہ نماز باجماعت ہو گئی ہے؟ اسپر معترضین تسلیم کرتے ہیں کہ ان معنوں کے لحاظ سے واقعی اہل سنّت والجماعت صرف جماعت احمدیہ ہی ٹھیرتی ہے۔

۴ - بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا آیا ہے تو آپ انہیں کیوں وفات یافتہ مانتے ہیں؟ مَیں موقعہ اور محل کے مطابق جواب دیا کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے کی بابت ایک ہی آیت پیش کیجیئے۔ تو لے دے کے کہتے ہیں کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ آیا ہے۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ جو بزرگ وفات پا جاتا ہے۔ اُس کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ "وہ خدا کی طرف اٹھا لیا گیا" یا یہ کہ اس دنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اس کے

یہ معنے ہوتے ہیں کہ زندہ خاکی جسم سمیت اٹھا لیا گیا یا یہ معنے ہوتے ہیں کہ وفات پاکر اسکی رُوح اٹھائی گئی۔ تو کہتے ہیں کہ رُوح کا اٹھایا جانا مراد ہوتا ہے تو مَیں کہتا ہوں کہ یہاں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا رُوحانی لحاظ سے اٹھایا جانا مراد ہے۔ اور آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اسکی مزید تشریح کرتی ہے۔ کہ رفع توفی کے بعد ہوا۔ اور توفّی کے بعد صرف رُوح کا رفع ہوتا ہے نہ کہ جسم کا۔

۵۔ ایک دفعہ ایک مولوی صاحب سے جو جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں امکان نبوت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ کہنے لگے کہ کیا کوئی ایسی آیت ہے جس سے نبوت کا تا قیامت جاری رہنا ثابت ہوتا ہو۔ مَیں نے کہا۔ ہاں۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ (اعراف ع ۴)

یعنی اے بنی آدم! جب بھی تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آجائیں جو تم پر میری آیات پڑھیں پس جو خدا ترسی اختیار کرے اور اپنی اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ غمگین ہونگے۔

مولوی صاحب کہنے لگے۔ یہاں بنی آدم سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کے بنی آدم مُراد ہیں۔ مَیں نے جواب دیا۔ ذرا سوچیں کہ کیا اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اُن بنی آدم کو جو وفات پا چکے تھے فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے کبھی نبی آجائیں تو اُن کو مان لینا اور اپنی اصلاح کر لینا۔ کیا وفات یافتہ بنی آدم سے رسول مبعوث ہوتے تھے۔ اِس پر مولوی صاحب تاڑ گئے کہ یہ معنے تو کسی طرح صحیح نہیں بیٹھتے۔ کافی لے دے کر کے کہنے لگے مَیں نے آج تک اِس آیت پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ اب مَیں ضرور اس پر غور کرونگا۔ کیونکہ اس آیت سے تو واقعی تا قیامت نبوت جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ بعض غیر از جماعت دوست اعتراض کرتے ہیں کہ آپنے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کیسے امتی نبی تسلیم کر لیا۔ اُن میں تو نبیوں کے اوصاف نہیں تھے۔ مَیں جواب دیا کرتا ہوں کہ

جو مرزا صاحب آپ کے ذہن میں ہیں۔ میں نے اُن کو اُمتی نبی تسلیم نہیں کیا۔ میں نے جس مرزا صاحب کو اُمتی نبی تسلیم کیا ہے اُن میں نبیوں کے اوصاف موجود تھے اور وہ اپنے دعوٰی میں سچّے تھے مگر آپ نے ابھی تک اُن کو نہیں پرکھا اور نہ ہی شناخت کیا ہے۔ اگر آپ اُن کو پڑھیں اور شناخت کریں تو ان کو میری طرح سچّا مان لینگے۔ اِس پر معترضین خاموش ہو جاتے ہیں۔

۷۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کی کتابیں پڑھیں۔ مگر ہمارے شکوک رفع نہیں ہوئے۔ میں جواب دیا کرتا ہوں کہ آپ اب اپنے خدا سے بذریعہ استخارہ چالیس دن متواتر دُعا کر کے رہنمائی طلب کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ یعنی جو لوگ ہمارے بارے میں ہم سے راستہ طلب کرتے ہیں۔ ہم انہیں ضرور اپنا راستہ بتلا دیتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب سچّے ہوئے تو خود اللہ تعالےٰ اُن کی سچائی کے طالب پر بذریعہ خواب یا کشف یا الہام اُن کی سچائی ظاہر کر دے گا کیونکہ خدا اپنے صادق بندے کی دُعا ضرور سُنتا ہے اور اُس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ اِس جواب پر سائل خاموش اور مطمئن ہو جاتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی یہی واحد طریق ہے جو کسی طالب صادق کی رہنمائی کے لئے شافی و کافی اور اطمینان بخش ثابت ہو سکتا ہے۔

حالات و واقعات

— از —

مکرم و محترم جناب ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم

مَیں قصبہ کھنہ ضلع لدھیانہ کا رہنے والا ہوں۔ پانچ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا۔ مَیں سولہ سال کا تھا جب سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوا اُس وقت میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ہمارے سکول میں ایک بزرگ مولوی محمد تقی صاحب سنوری فارسی پڑھایا کرتے تھے اُن کی تبلیغ سے احمدیت قبول کی۔ میرے دُور و نزدیک کے رشتہ داروں میں کوئی احمدی نہ تھا۔ اسلئے مجھے کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر میرے خدا نے میری مدد فرمائی اور رؤیائے صادقہ سے میرے ایمان کو مضبوط کیا اور ہر طرح میری نصرت فرمائی۔ اور ہمت بخشی اور مَیں نے جے۔ وی اور ایس۔ وی کے امتحانات پاس کر لئے۔ ۱۹۱۹ء میں قادیان چلا آیا۔ میری والدہ ماجدہ اور چھوٹا بھائی بھی ساتھ آ گئے اور دونوں نے یہاں آکر احمدیت کو قبول کر لیا۔

مَیں شروع سے ہی خوش الحانی سے نظمیں پڑھنے کا شوق رکھتا تھا۔ قادیان آکر نظمیں پڑھنے کی وجہ سے مشہور ہو گیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی نظر منظور ہوا برسوں حضور کی خدمت میں حضور کا کلام اور اپنی ٹوٹی پھوٹی نظمیں سناتا رہا۔

۱۹۲۳ء میں یو۔ پی ہندوستان کے کچھ اضلاع میں آریہ سماج والوں کی طرف سے مسلمانوں کو مرتد کرنے اور ہندو بنانے کے لئے ایک وسیع پیمانہ پر شدھی کی رَو چلائی اور غریب اور بے خبر مسلمان شدھ کئے جانے لگے۔ اس فتنۂ ارتداد کو روکنے کے لئے مسلمانوں کی تمام جماعتیں حضرت امام جماعت احمدیہ کو پکارنے لگیں کہ وہ مسلمانوں کو آریوں کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ آریوں کا اسلام پر یہ حملہ بڑا سخت تھا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک منظم طریق پر اس فتنۂ ارتداد کو روکنے کے لئے اس علاقہ میں مبلغین کے وفود یکے بعد دیگرے

بھیجے۔ چنانچہ مارچ ۱۹۲۳ء میں حضرت اقدس رضی اللہ عنہ کی سکیم کے ماتحت جماعت احمدیہ کا پہلا وفد قادیان میدان تبلیغ میں روانہ ہوا۔ خاکسار بھی میدان کارزار میں گیا۔ ہم نے کئی سال آگرہ متھرا بھرت پور۔ ایٹہ۔ اٹاوہ۔ فرخ آباد وغیرہ اضلاع میں آریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ خدا تعالےٰ نے دلائل و براہین سے ہمیں آریوں پر ایسا غلبہ بخشا کہ اپنے پرائے دوست دشمن جماعت احمدیہ کا لوہا مان گئے۔ ۱۲ ہزار راجپوت مسلمان ہمارے جانے سے پہلے شدھ ہو چکے تھے یعنی مرتد ہو گئے تھے۔ مگر صرف دو سال میں ہی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اسکے فضل و کرم سے ہم نے "ا ہزار مرتد پھر مسلمان بنائے اور ایک ہزار کے قریب پیدائشی ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ چند ایک دلچسپ واقعات آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ کس طرح مخالف ہمارے دلائل کی تاب نہ لا سکا۔ اور جس طرح باطل حق کے سامنے سرنگوں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں غلبہ بخشا۔

مَیں نے اس علاقہ میں سادھو بن کر کئی سال کام کیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ہندوؤں کے ایک جلسہ میں رپورٹ لینے کیلئے گیا۔ ابھی جلسہ شروع نہیں ہوا تھا کہ بہت سے ہندو آریہ میرے گرد جمع ہو گئے۔ ایک پنڈت صاحب بھی جن کا نام بدھ دیو تھا اس مجمع میں آ گئے۔ حسب عادت پنڈت جی نے مجھے چھیڑنا شروع کیا۔ پوچھا۔

"کیوں صاحب! آپ بتا سکتے ہیں کہ محمدؐ صاحب نے جب جب عائشہؓ سے شادی کی تھی تو عائشہ کی کتنی عمر تھی؟"

مَیں سمجھ گیا کہ مطلب اس پنڈت کا صرف تمسخر کرنا ہے اور پبلک پر یہ اثر ڈالنا ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں شادی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس کا جواب سمجھا دیا۔ مَیں نے فوراً کہا۔

"جب آپ کی سیتاجی کی شادی رامچندر جی سے ہوئی تھی۔ اس وقت سیتاجی کی جو عمر تھی اُس سے ۴ سال زیادہ حضرت عائشہؓ کی عمر تھی۔"

بس اتنا ہی سُنکر وہ پنڈت شرمسار ہو مجمع سے چلا گیا۔ بات یہ تھی کہ سیتاجی کی

شادی سات سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے غلبہ بخشا اور مخالف کو لاجواب اور شرمندہ کیا۔

ایک جگہ میرا لیکچر "صداقت مسیح موعودؑ" پر ہوا۔ پبلک نے اسے بہت پسند کیا۔ دوسرے دن صبح ہی چند معزز مسلمان میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب آپ کی تقریر تو بہت اچھی تھی مگر ہمیں ایک سوال کا جواب عنایت فرماویں کہ کیا آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں؟ مَیں نے کہا۔ ہاں۔ یہ تو ہمارے شرائط بیعت میں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ کہنے لگے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خاتم النبیین کے بعد مرزا صاحب نبی بن کر آ گئے۔ مَیں نے کہا۔ کیا خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا؟ کہنے لگے ہرگز نہیں۔ مَیں نے کہا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ "مَیں اُس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب کہ آدم کی مٹی ابھی گوندھی جا رہی تھی۔" مگر آپ لوگ خاتم النبیین کے بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا آنا مانتے ہیں اور سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اب یا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو جھٹلائیں اور سب نبیوں کا انکار کریں یا یہ تسلیم کریں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی آ سکتے ہیں۔ یہ سُنکر وہ خاموش ہو گئے اور اُٹھ کر چلے گئے۔

فرخ آباد میں پادریوں نے اعلان کروایا کہ گرجا گھر میں لیکچر ہو گا اور قادیانی صاحبان ضرور تشریف لائیں اور پبلک کو بھی یہ لکھ کر دعوت دی کہ شاید قادیانیوں سے مناظرہ بھی ہو جائے۔ دوسرے دن اُن کے وسیع گرجا میں ہزاروں لوگ جمع ہو گئے۔ مَیں بھی اپنے ایک دوست کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ پادری صاحب کا لیکچر جب ختم ہُوا۔ تو فرمانے لگے اگر کوئی شخص کچھ کہنا چاہے تو اجازت ہے۔ مَیں کھڑا ہو گیا۔ اور کہا۔ پادری صاحب نے تقریر میں یہ فرمایا ہے کہ نجات مسیح پر ایمان لانے سے مل سکتی۔ پادری صاحب اور عیسائی حضرات تو مسیح پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسیح خود فرماتے ہیں کہ جس کا مجھ پر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیگا تو وہ چنگے ہو جائیں گے۔ پہاڑ کو کہیگا کہ اس جگہ سے اُس جگہ چلا جا

نہ اُس کی مانے گا اور جو کام مَیں کر سکتا ہوں وہ بھی کریگا - اب اگر کوئی عیسائی یا پادری صاحب مسیح پر رائی کے دانے کے برابر ہی ایمان رکھتا ہے میرے ساتھی جس کا ایک بازو کٹا ہوا ہے اس بازو پر ہاتھ رکھ کر اسے اچھا کر دے اور اپنے ایمان کا ثبوت دے - یہ کہہ کر مَیں بیٹھ گیا - سب خاموش تھے - لوگوں پر ایک گہرا اثر تھا - تھوڑی بعد مَیں نے کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا - کسی عیسائی اور نہ پادری صاحب میں رائی بھر بھی ایمان نہیں - اگر مسیح پر ایمان ہوتا تو ضرور کوئی عیسائی اٹھتا - میرا یہ کہنا تھا کہ لوگ قہقہے لگانے لگے اور شور پڑ گیا -

اس خفت کو دُور کرنے کے لئے پادری صاحب نے مسلمانوں کو یہ اشتعال دلایا کہ یہ مرزائی ہے جو مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں - اور اس نے تمام مسلمانوں کو کافر کہا ہے - اس پر مسلمانوں میں جن میں کثرت سے شیعہ لوگ تھے ایک جوش پیدا ہو گیا اور اکثر مجھے اور حضرت اقدس علیہ السلام کو گالیاں دینے لگے - اور ہم چند احمدیوں کا وہاں سے نکلنا بھی دشوار ہو گیا - مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میری مدد فرما - مَیں اٹھ کر کھڑا ہو گیا - اور پادری صاحب کو مخاطب کر کے کہا - کہ پادری صاحب! آپ مسیح کے کفارہ کا ذکر کر رہے تھے اب اور کچھ کہہ رہے ہیں - خدا بتائیں تو سہی کہ مسیح نے ہمارے گناہوں کی قربانی کس طرح دی اور وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ کیسے ہو گئے - لیکن یاد رکھیں کہ اسلام ایک ایسی شاندار قربانی پیش کرتا ہے جس کے مقابل مسیح کی قربانی بالکل ہیچ ہے - اور وہ قربانی حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی ہے - (امام حسینؓ کا نام سُنکر مسلمان ذرا ٹھنڈے ہو گئے اور توجہ سے سُننے لگے) مَیں نے کہا - پادری صاحب! مسیح کو جب پتہ چلا میرے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے ہیں تو اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر چھپ گئے اور موت سے ڈر کر دُعائیں کرنے لگے اور شاگردوں کو بھی کہا کہ دُعا کرو کہ یہ موت کا پیالہ مجھ سے ٹل جائے - مگر حضرت امام حسینؓ جب مدینے سے یزید کے مقابلہ کو نکلے تو راستہ میں لوگوں نے روکا کہ آپ آگے نہ جائیں یزید کی فوجیں مرنے مارنے پر بیٹھی ہیں - کوفے میں امام مسلم کو شہید کر دیا گیا ہے - مگر حضرت امام حسین موت سے نہیں ڈرے

اور مردانہ وار آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور کچھ پرواہ نہ کی۔

بس اتنا کہنا تھا کہ واہ وا کے ڈونگرے برسنے لگے اور درود شریف پڑھے جانے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ایسا تصرف ہوا کہ تمام شیعہ حضرات میرے ہمنوا ہو گئے۔

مَیں نے پھر پادری صاحب سے کہا کہ جب مسیح گرفتار ہو گئے اور صلیب پر چڑھائے گئے تو نہایت درد اور قلق سے اور مایوس ہو کر خدا کو پکارنے لگے اور کہا ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ مگر حضرت امام حسینؓ جب میدان میں گھیر لئے گئے اور آپ کے ساتھی لڑتے لڑتے کٹنے لگے تو آپ ذرا بھی نہیں گھبرائے نہ ڈرے نہ خوفزدہ ہوئے نہ مایوس ہوئے اور نہ خدا سے کوئی شکوہ کیا۔ بلکہ مردانہ وار میدان جنگ میں ڈٹے رہے اور آخر دم تک خدا پر بھروسہ رکھا۔ سلمانوں نے پھر واہ وا کا شور مچایا اور درود پڑھنے لگے۔

مَیں نے پھر کہا۔ پادری صاحب! آپ کی انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح نے تین بار چلّا کر جان دی۔ مگر حضرت امام حسینؓ کی چھاتی پر جب شمر چڑھ گیا اور کہا کہ یا تو یزید کی بیعت کر دو یا قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تو حضرت امام حسین باطل کے آگے نہ جھکے نہ چیخے نہ چلائے بلکہ مردانہ وار جان دے دی۔ پس کہاں مسیح کی قربانی اور کہاں امام حسینؓ کی شاندار قربانی۔

اب پادری صاحب بے بس ہو گئے۔ اور بات نہ کر سکے۔ لوگوں نے مجھے کندھوں پر اٹھا لیا اور گرجے سے باہر لے آئے۔ سارے شہر میں شور مچا دیا کہ پادری قادیانیوں سے ہاتھ جوڑ کر چھوٹے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ ایسے نازک موقعہ پر ہمیں فتح نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ فرخ آباد کے ضلع میں ایک پنڈت نے جو کہ بڑا ودوان (عالم) اور بی۔ اے تھا مسلمانوں کو شدھ کرنے کے لئے (یعنی مرتد کرنے کیلئے) ایک گاؤں میں ڈیرے ڈال دیئے۔ وہاں ایک اہل سنت والجماعت کا مبلغ بھی بیٹھا تھا۔ مگر پنڈت اُس کی پیش نہ جانے دیتا۔ آخر مولوی صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ اس پنڈت کا مقابلہ کریں۔ مجھے ان کی

واقفیت نہیں - چنانچہ میں وہاں گیا -

گاؤں میں لوگوں کا کافی مجمع موجود تھا۔ ایک چارپائی پر پنڈت جی بیٹھے تھے دوسری پر مجھے بٹھا دیا - پنڈت جی نے یہ چالاکی کی کہ انگریزی میں ایک تحریر لکھ کر میری طرف بھیجی - کہ اس کا جواب دو - دراصل ان کا مطلب اس سے یہ تھا کہ یہ مولوی انگریزی نہیں جانتا - پڑھ نہیں سکیگا اور شرمندہ ہوگا - اور میں یہ کہونگا کہ تمہارا مولوی تو میرا لکھا ہُوا بھی نہیں پڑھ سکتا بات کیا کریگا - اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنے خاص تصرف سے اس کا ردِ عمل سمجھایا - میں نے ایک کاغذ لیا اور اُس پر عربی کی دو سطریں لکھ کر پنڈت جی کو دے دیا اور کہا کہ لیجیئے آپ کے رقعہ کا یہ جواب ہے - پنڈت صاحب چونکہ عربی نہیں جانتا تھا - دیکھ کر بہت حیران ہُوا - اور بولا یہ کیا لکھا ہے - میں نے فوراً لوگوں سے کہا - بھائیو! یہ تو میرا لکھا ہُوا پڑھ بھی نہیں سکتا - بات کیا کریگا -

پنڈت بڑا شرمندہ ہُوا - جو تیر وہ مجھ پر چلانا چاہتا تھا اللہ تعالےٰ کے تصرف سے وہ اُسی کی طرف واپس لوٹا - کھسیانہ سا ہو کر کہنے لگا - کوئی بات کرو - میں نے کہا کہ میں تو بات کرنے کے لئے ہی آیا تھا - آپ نے ہی لکھنے پڑھنے کا کام شروع کر دیا - اب آپ بات بھی کریں -

کہنے لگا - ہندو دھرم پوتّر (پاک) ہے - اور اسلام ناپاک کیونکہ ہندو مسلمانوں کے ہاتھوں کا نہیں کھاتے مگر مسلمان ہندو کے ہاتھ کا کھا لیتے ہیں - سب لوگ جو وہاں موجود تھے اور کافی مجمع تھا کہنے لگے - ہاں مولوی صاحب اس بات کا جواب دو - یہ بڑی مضبوط بات ہے -

یہ کوئی مضبوط یا معقول بات تو تھی ہی نہیں مگر لوگوں کا اصرار تھا کہ اس کا جواب دیا جائے - اللہ تعالیٰ نے اُسوقت یہ جواب میرے دل میں ڈالا -

میں نے کہا - پنڈت جی: یہ دھرم کی بات نہیں - آپ کا دھرم تو یہ کہتا ہے

کہ چنڈال لوگوں کے منہ کا جوٹھا بھی کھا لیا کرو۔ آپ لوگوں نے رامائن میں بھی پڑھا ہوگا کہ جنگل میں رامچندر جی نے بھیل قوم کی ایک گندی عورت کے ہاتھ سے اُس کے مونہہ کے چکھے ہوئے جوٹھے بیر کھائے تھے مسلمان تو صاف ستھرے رہتے ہیں اُن کا پس خوردہ کھانا تو آپ کے لئے جائز ہے۔ اصل حقیقت ہندوؤں کا مسلمانوں کے ہاتھ کا نہ کھانے کی یہ ہے کہ ان دونوں قوموں کا رشتہ ہی ایسا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے ایک ہندو رانی سے شادی کی تھی اور جہانگیر بادشاہ نے بھی اور پھر دیکھا دیکھی اور کئی امراء نے ہندو لڑکیوں سے شادیاں کر لی تھیں۔ اس طرح ایک رواج پڑ گیا۔ اور دونوں قوموں میں ایک رشتہ ہو گیا مسلمان ہندوؤں کے داماد ہو گئے۔ اور جب ہندو لوگ اپنی لڑکیوں کے گھر آیا کرتے تو لڑکی کے گھر یعنی مسلمانوں کا کھانا نہ کھاتے پانی تک نہ پیتے۔ یہ رواج اب تک چلا آرہا ہے کہ ہندو اپنی لڑکیوں کے گھر کا نہیں کھاتے پیتے۔ مگر مسلمان جب اپنے سسرال یعنی ہندوؤں کے گھر جاتے تو خوب کھاتے پیتے۔ کیونکہ اُن کا تو حق تھا۔

بس اتنی بات سُنکر ہمارے لوگ خوشی سے اُچھل پڑے کہنے لگے بس مولوی صاحب اَب ہم سمجھ گئے۔ ہم تو ان کے داماد ہیں ہمارا حق ہے کہ ان کا کھائیں۔ ان کا کوئی حق ہمارے گھر میں کھانے کا نہیں کیونکہ ان کی لڑکیاں ہمارے گھروں میں ہیں۔

اب پنڈت جی شرم کے مارے پانی پانی ہو گئے اور اُن کو اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ گاؤں سے نکل جائیں۔ چنانچہ پنڈت جی اپنا سا مُنہ لے کر گاؤں سے فرار ہو گئے۔ اور میدان ہمارے ہاتھ رہا۔ اور سارا گاؤں مرتد ہونے سے بچ گیا۔ فالحمد للہ

اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں کے اسلام پر اس خطرناک حملہ کی روک تھام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام کے ذریعہ فرمائی۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ دوسری قومیں مسلمانوں کو اپنا لقمہ بنائیں گی۔ اور اسلام کا غلبہ مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہوگا۔ پوری ہوئی۔ فالحمد للہ

جس زمانے میں خاکسار کوہ مری میں گورنمنٹ ہائی سکول میں ٹیچر تھا۔ اُن ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن میں اور میرے ایک اَور احمدی دوست ایک بڑے پادری (بشپ) سے ملنے چلے گئے۔ پادری صاحب امریکن مشن سے تعلق رکھتے تھے اور ایک بڑے شاندار بنگلے میں مقیم تھے۔

جب انہیں ہمارے آنے کی اطلاع ہوئی تو بڑی شان اور وقار سے باہر آئے اور پوچھا کیسے آئے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم لوگ بائبل کے متعلق کچھ باتیں آپ سے سمجھنے کے لئے آپ ہمیں کچھ وقت دیں۔ فرمانے لگے کچھ سمجھنے کے لئے یا بحث کے لئے۔ میں نے کہا: نہیں صاحب! بحث نہیں۔ صرف سمجھنے کے لئے۔

وہ ہمیں بنگلے کے اندر ایک پُرتکلف کمرے میں لے گئے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو کہنے لگے۔ فرمائیے کیا سمجھنا چاہتے ہیں۔ مگر آپ مسلمانوں کے کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ میں نے سوچا کہ اگر ہم نے پہلے ہی بتا دیا کہ ہم احمدی ہیں تو یہ بات نہیں کرینگے۔ اس لئے میں نے کہا کہ ہم سیدھے سادے مسلمان ہیں آپ فکر نہ کریں ہم بحث نہیں کرینگے۔ صرف بات سمجھنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے اچھا پوچھیں کیا پوچھتے ہیں؟

میں نے کہا۔ سلاطین باب ۲ میں لکھا ہے کہ ایلیاہ نبی معہ رتھ کے آسمان پر چڑھ گئے۔ اور پھر بائیبل کی آخری کتاب ملاکی نبی میں لکھا ہے کہ ہولناک دن آنے سے پیشتر ایلیاہ نبی آسمان سے اُترے گا۔ کیا یہ دونوں باتیں درست ہیں۔

پادری صاحب بولے ہاں ٹھیک ہیں۔ اور ہولناک دن آنے سے مراد مسیح کی آمد ہے۔

میں نے کہا۔ جب مسیح تشریف لائے۔ تو یہودیوں نے مسیح سے کہا کہ اگر آپ مسیح ہیں تو مسیح سے پہلے ایلیاہ نبی کا آسمان سے اترنا ضروری ہے۔ پس وہ ایلیاہ کہاں ہے؟ کیونکہ ہماری کتاب میں یہی لکھا ہے۔ کہ ایلیاہ آسمان سے اُترے گا

پھر مسیح آئیگا۔ مسیح نے یہودیوں کو یہ جواب دیا کہ درست ہے ایلیاہ ضرور پہلے آئے گا۔ اور وہ آچکا ہے۔ جو یوحنا بپتسمہ دینے والا ہے۔ اس پر یہودی مل کر یوحنا کے پاس پہنچے۔ اس وقت یہودی تین نبیوں آمد کے منتظر تھے۔ چنانچہ انہوں نے جا کر یوحنا سے پوچھا۔ کیا تو وہ نبی ہے۔ اُس نے کہا۔ مَیں نہیں ہوں۔ پھر پوچھا۔ کیا تو مسیح ہے اُس نے کہا مَیں نہیں ہوں۔ یہودیوں نے پھر پوچھا۔ کیا تو ایلیاہ ہے۔ اُس نے کہا۔ مَیں نہیں ہوں۔ یہودیوں نے پھر کہا۔ کہ آخر تُو کون ہے تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جا کر بتائیں۔ یوحنا نے کہا۔ مَیں یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کے مطابق بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں۔

یہ جواب سُنکر یہودی پھر جناب مسیح کے پاس آئے اور کہا کہ یوحنا تو کہتا ہے مَیں ایلیاہ نہیں۔ مسیح نے جواب دیا۔ بس یہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔

مَیں نے کہا۔ پادری صاحب یہ سب بیان ٹھیک ہے؟

پادری صاحب نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔

اب مَیں نے کہا۔ سمجھنے والی بات یہ ہے کہ مسیح کہتے ہیں یوحنا ہی ایلیا ہے اور یوحنا کہتا ہے مَیں نہیں ہوں۔ فرمائیے دونوں میں سے کون سچ کہتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔

پادری صاحب کچھ سوچ میں پڑ گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بولے۔ کہ دونوں ہی سچ کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یوحنا کو ابھی اپنے مقام کا علم نہیں دیا گیا تھا۔ مگر مسیح چونکہ خدا ہی تھا۔ اُسے علم تھا کہ یوحنا ایلیاہ بن چکا ہے۔

مَیں نے کہا۔ یہاں ایک اَور بات سمجھنے والی ہے۔ کہ اگر مسیح واقعی خدا یا خدا کا بیٹا تھا۔ اور اسے سب علم تھا تو یہودیوں کے جانے سے پہلے یوحنا کو بتا دیتے کہ تم ایلیاہ بنا دیئے گئے ہو۔ اس لئے انکار نہ کرنا۔ اِس سے نہ یہودی غلطی میں رہتے

اور نہ مسیح کو یہودیوں کی تسلی کرنے میں دِقّت پیش آتی۔ مسیح کا ایسا نہ کرنا جس سے یہودی تسلی پا جاتے بتاتا ہے کہ مسیح کے اندر کوئی طاقت نہ تھی؛

نیز یہودیوں کی کتب میں تو ایلیاہ کا آسمان سے اُترنا لکھا ہے نہ یہ کہ ایلیا کے کسی مثیل کا آنا۔ اس کا کیا حل ہے؟

اب پھر پادری صاحب گہری سوچ میں پڑ گئے۔ سوچ سوچ کر کہنے لگے کہ آسمان سے اُترنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے آیا ہوا۔

مَیں نے کہا بہت اچھا۔ ہم چونکہ بحث نہیں کرنا چاہتے اس لئے آگے چلتے ہیں۔ اب گویا مسیح نے عملاً یہ بتا دیا کہ آسمان سے آنے کا مطلب خدا کی طرف سے آنا ہوتا ہے نہ کہ ظاہری طور پر آسمان سے اُترنا۔ اب یہ سمجھائیے کہ کیا آپ مسیح کی دوبارہ آمد میں یہ مانتے ہیں کہ مسیح آسمان سے اُتریں گے؟

کہنے لگا۔ ہاں:

مَیں نے کہا۔ جناب جس وقت مسیح آسمان سے اُتریں گے تو پھر اس وقت کے یہودی مسیح کے گرد ہو جائینگے کہ پہلے ایلیاہ کا آسمان سے اُترنا ضروری ہے۔ اسوقت مسیح کیا جواب دیں گے جب کہ وہ خود آسمان سے اُتر کر آئے ہونگے۔ کیا اس وقت یہودی یہ نہ کہیں گے کہ جس طرح آپ آسمان سے اترے ہیں ایلیاہ بھی اُتر سکتا ہے۔

اب پادری صاحب گھبرا گئے۔ کہنے لگے مَیں نہیں بتا سکتا اسوقت مسیح کیا کہیں گے مَیں آپ کو یہ نہیں سمجھا سکتا۔

مَیں نے کہا۔ پادری صاحب! کیا مَیں اِس مشکل حل بتا سکتا ہوں؛

کہنے لگے۔ ہاں! کیا حل ہے؟

مَیں نے کہا۔ جناب مسیح نے اپنی پہلی آمد میں بتا دیا کہ آسمان سے اُترنے کا مطلب خدا کی طرف سے آنا ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی بتا چکے ہیں۔ اور کسی نبی کا دوبارہ آنا

یہی ہوتا ہے۔ جیسے ایلیاہ کی قوت پر چلنے والا یوحنا آیا۔ اگر ہم مسیح کی اس بات کو تسلیم کریں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ مسیح بھی دوبارہ آسمان سے نہیں آئینگے۔ بلکہ ان کا مثیل کوئی دوسرا شخص ہی آسکتا ہے۔ اور یہی نظریہ درست ہے۔ چنانچہ مسیح کا مثیل آچکا چاہو تو قبول کرو۔

یہ سُنکر پادری صاحب چونک پڑے۔ بولے۔ کہاں۔ مَیں نے کہا۔ قادیان میں۔ کہنے لگے۔ اچھا! آپ قادیانی ہیں۔ پہلے کیوں نہ بتایا۔ مہربانی کر کے گفتگو بند کریں۔ میرے پاس وقت نہیں۔

غرض ہم وہاں سے اِس ایمان اور یقین سے مطمئن ہو کر اٹھے کہ ہم نے ایک بڑے پادری (بشپ) کو پیغام حق پہنچا دیا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

(دلچسپ اور مفید واقعات)

کیپٹن حاجی احمد خان ایاز (سابق مجاہد منگری بوٹوا) بی۔ اے ایل ایل بی پسٹ

ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۶ء میں خاکسار کے دو لیکچر منگری کے انگریزی حلقہ میں مقرر تھے۔ پہلا لیکچر ۴ر نومبر کو "اسلامی پردہ" اور "تعددِ ازدواج" کی فلاسفی پر تھا۔ اور دوسرا لیکچر "انسانی سوسائٹی میں عورت کی پوزیشن" پر ۱۱ر نومبر کو تھا۔ دوسرے لیکچر کے دن حاضری کافی تھی۔ عورتوں کی تعداد تین چوتھائی د ۳/۴ ا کے لگ بھگ تھی۔ اس لئے جو کچھ مشرقی عورتوں اور مسلمان عورتوں کے متعلق بے بنیاد قصے یورپ میں مشہور تھے ان سب کو دلائل اور واقعات سے بے بنیاد ثابت کیا۔ اور بتایا گیا کہ سوائے اسلام کے کسی مذہب نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کی۔ اہل یورپ۔ یہود۔ اہل روم۔ اہل یونان۔ اہل فارس۔ اہل ہند سب عورتوں پر ظلم روا رکھتے رہے اور عرب میں تو اندھیر مچا ہوا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے عورتوں کا نجات دہندہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا۔ اور جو حقوق اسلام نے عورتوں کے لئے قائم کئے ہیں وہ اب تک بھی یورپ والوں نے نہیں دیئے۔ یورپ کی عورتوں کی تحریک آزادی اور ہندوہ عورتوں کی چیخ و پکار اسلام ہی کے قانون کا تقاضا کرتی ہے۔ ہٹلر اور مسولینی کی عورتوں کے لئے گھریلو زندگی پیدا کرنے کی کوشش بھی گویا اسلامی اصول ہی جاری کرنے کی تحریک ہے۔

آخر میں خاکسار نے عورتوں کو نصیحت کی کہ تمہاری اَن تھک کوششوں نے تم کو آزادی تو دلا دی ہے۔ لیکن جب غلام آزاد ہو کر گلی کوچوں میں دھکے کھاتا رہے اور کارخانوں میں دن رات مزدوری کر کے بھی پیٹ پالنے کے لئے کافی رقم نہ کما سکے تو ایسی آزادی غلامی سے بھی بدتر ہے۔ پس تم نے جو اس آزادی کے عوض بیکاری اور ذلیل پیشے اختیار کر رکھے ہیں ان کا یہی علاج ہے کہ تم سب مسلمان ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ فرائض صرف اسلام نے عورتوں پر رکھے

ہیں - اور ان دو فرائض کے عوض دنیا جہان کے تمام حقوق عورتوں کو دے دیئے ہیں - اس کے بعد سوال و جواب شروع ہو گئے جو کہ بہت دلچسپ تھے اس لئے ذیل میں درج کرتا ہوں -

ایک خاتون - وہ کونسے دو فرائض ہیں جن کی ادائیگی کے بعد عورت کو دنیا جہان کے حقوق حاصل ہو جاتے ہیں -

جواب - بیوی بننا اور ماں بننا -

سوال - اکیلی بیوی بننا ہو تب تو خیر ہے - مگر اسلام تو دو دو چار چار ایک جگہ جمع کر دیتا ہے - یہ ہم سے نہیں ہو سکتا -

جواب - اس میں عورتوں کا ہی فائدہ ہے کہ ہر بات میں کثرت رائے عورتوں کی ہوگی اور مرد کی کوئی پیش نہیں جائے گی - عورتیں اتفاق کر کے جو چاہیں مرد سے منوالیں -

(۲) ابھی ابھی مسولینی نے اعلان کیا ہے کہ جس شخص کے آٹھ بچے ہونگے - اُن کو تمغہ اور بچوں کو وظیفہ دیا جائیگا - اب اگر چار عورتیں ہوں دو سال بعد ہی تمغے اور وظیفے منظور کرا کے باقی عمر سرکاری وظیفہ پر گذاری جا سکتی ہے - اور سب سے زیادہ یہ کہ اگر ایک ہی عورت سے آٹھ بچے حاصل کئے جائیں تو وہ کمزور ہو جائیگی اور کہیں بارہ سال کے بعد آٹھواں بچہ ہو گا - اتنے عرصہ میں سات بچوں کے اخراجات اماں جان کی کمر توڑ دیں گے - کیا یہ اچھا نہیں کہ دو چار عورتیں مل کر اس کام کو کریں -

(۳) اس وقت یورپ کی عورتوں کے لئے بڑی مشکل بیکاری ہے - ہزاروں عورتیں آٹھ آنہ روزانہ پر ایک افسر کے ماتحت کام کرتی ہیں - کیا وہ دو چار مل کر ایک گھر کی مالک ہونا گوارا نہیں کر سکتیں ؟

(۴) موجودہ یورپ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے - جو امیر عورت ہو اُسے تو حسب پسند خاوند میسر آسکتا ہے - دوسری یونہی عمر گذار دیتی ہیں - یہ کونسا انصاف ہے کہ بعض تو مردوں کا ٹھیکہ لے لیں اور اپنی خود غرضی کے مقابلہ میں دوسری بہنوں کی مصیبتوں کا

احساس نہ کریں۔

(۵) اگر ایک ایسی عورت ہو جو شادی کرنے سے بیوی بن گئی۔ پھر ماں بن گئی۔ مگر بچہ جننے کے بعد پھر بیمار ہو گئی اور دوبارہ بچہ جننے کے قابل نہ رہی اور ظلم یہ ہوا کہ اسکی آنکھیں بھی جاتی رہیں۔ نہ بیوی کے فرائض ادا کرنے کے قابل اور نہ ماں بن کر بچہ کی پرورش کے قابل۔ اب اگر دوسری بیوی آکر اس اندھی کی خدمت کرے اس کے بچے کی خدمت کرے اس کے غمگین خاوند کو تسلی دے تو کیا یہ ظلم ہے۔ اب کیا وہ یورپین اصولوں کے مطابق اس اندھی کو طلاق دے دے یا اسلامی قانون کے مطابق اس سے بھی نیک سلوک کرے خبرگیری بھی کرے اور ایک اور بیوی بھی کرے۔ اگر خدانخواستہ بچہ فوت ہو جائے۔ اور اب وہ عیسائیت کی شریعت پر عمل کر کے دوسری عورت سے شادی نہ کرے۔ اور بے اولاد مر جائے یا اسلامی شریعت پر عمل کر کے دوسری بیوی سے اولاد حاصل کرے۔

ایک اور لیڈی صاحبہ۔ یورپ کی عورت کی فطرت کے خلاف ہے کہ وہ دوسری عورت کو اُسی گھر میں دیکھے۔

جواب۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ چاہے اُس کے فائدے کی بات ہو۔ یورپ کی عورت قبول نہ کرے گی۔

لیڈی صاحبہ۔ اگر دو بیویاں کرنے کا کوئی فائدہ ہوتا تو ترکی حکومت ایک شادی کا قانون پاس نہ کرتی۔

جواب۔ چونکہ اسلامی قانون خدا تعالٰے کا بنایا ہوا ہے۔ اِس لئے اس سے مرد و عورت یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عورت کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ دوسری بیوی بنے یا نہ بنے۔ اس لئے مرد کو دو بیویاں کرنے کا حق ہے اس سے عورت کو نقصان کوئی نہیں فائدہ ضرور ہے۔ مگر ترکی حکومت کا قانون مردوں کیلئے نقصان دہ ہے اور عورت کو بھی کوئی فائدہ اس سے نہیں بلکہ ترکی حکومت نے پردہ اڑانے کا بہانہ بنا کر اور ایک بیوی

کا ڈھونگ رچا کر اب ساری کی ساری بے کار اور غیر شادی شدہ عورتوں کو جنگ کے لئے جبرًا بھرتی کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔

دوسری لیڈی صاحبہ - یہ کیا وجہ ہے کہ دو بیویوں کے فائدے مشرق کے رہنے والوں کو ہی سوجھتے ہیں۔ یورپ والوں نے کبھی ایسا خیال نہیں کیا - اور نہ ہی کوئی قانون پاس کیا۔

جواب - فائدے تعدّدِ ازدواج کے تو یورپ والوں کو ضرور سوجھتے ہیں - فرق صرف اتنا ہے کہ ایسی باتوں پر عمل کرنے کی تحریک ہمیشہ مشرق سے ہوتی ہے۔ اگر آپ Touch یا Monseer کی کتب پڑھیں تو وہ بھی اسلامی اصول کے فوائد اور فوقیت کو تسلیم کرتا ہے اور یورپ والوں نے ایسے قانون بنانے سے دریغ نہیں کیا - کیا یورپ کی تیس سالہ جنگ ۱۶۱۸ء-۱۶۴۸ء کے بعد حکومت جرمن نے ہر جرمن کو حکم دے دیا تھا چونکہ مرد بہت کم رہ گئے ہیں اور عورتیں زیادہ ہیں اسلئے ہر مرد شادی کرے اور جو پہلے شادی شدہ ہو وہ ایک اور بیوی کرے۔ تا جرمن نسل کو قائم کیا جاوے اور جرمن عورتوں کو غیر جرمنوں سے شادی کرنے سے بچایا جائے۔ ابھی کل کی بات ہے جب جنگ عظیم کے بعد بویریا کی پارلیمنٹ میں ۱۹۱۷ء میں یہ بل پیش ہوا کہ وہ چاروں اضلاع جو سرحد کے قریب تھے اور مردوں کے جنگ میں کام آنے کی وجہ سے بیواؤں یعنی عورتوں سے ہی بھرے ہوئے تھے ان میں تعدّدِ ازدواج کی اجازت دی جائے۔ مگر فورًا باغیوں نے انقلاب برپا کر دیا اور حکومت بدل گئی - ورنہ یہ قانون اپنے حالات کی موجودگی میں ضرور پاس ہو جاتا۔

اب دیکھو میں آپ سب کو تعدّدِ ازدواج کے فائدے بتائے ہیں - آپ میں سے کوئی ہے جو بتلائے کہ دو بیویاں کرنے میں حرج کیا ہے؟ (سب چُپ)

پریذیڈنٹ جلسہ :- تعدّدِ ازدواج کا اصول تو ٹھیک ہے - مگر یورپ میں مردوں کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ اسلامی طریق پر ہر بیوی کو اچھا کھانا اور اچھا کپڑا دے سکیں۔

ان کی تنخواہ صرف اپنے گذارے کے لئے ہوتی ہے۔ لہٰذا شادی کرنے پر اُن پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے اس لئے دو بیویاں تو درکنار ایک بھی مشکل ہے۔

جواب ۔ مَیں نے تو پہلے ہی اس کا علاج بتایا ہے کہ عورتیں خانہ داری کی طرف متوجہ ہوں ۔ دفتروں اور کارخانوں کی جو آسامیاں عورتیں خالی کریں وہ مردوں کو دی جائیں تاکہ مرد زیادہ تنخواہ حاصل کر کے بیویوں کے آرام کا سامان مہیا کریں ۔ نہ عورتوں کو بے کاری کی شکایت ہوگی نہ مردوں کو قلّتِ تنخواہ کا شکوہ ۔

ایک عورت ۔ کیا آپ عورتوں کو چاردیواری میں بند کرنے اور پردہ کرنے کو گھریلو زندگی خیال کرتے ہیں ۔ یہ تو ہم سے کبھی نہ ہوگا ۔ کیا ہم خود جھاڑو دیا کریں گی ؟ جدھر طبیعت آئی دیکھیں گی ۔ جدھر چاہا جائیں گی ۔ کیا ہم مردوں سے کسی طرح کم ہیں ؟ ہم خود دفتروں میں کام کریں گی ۔ مردوں کو چاہیئے کہ گھر صاف ستھرا رکھیں اور ہمارے لئے کھانا تیار کیا کریں ۔

جواب ۔ نہیں محترمہ ۔ مَیں تو آپ کو کبھی چاردیواری میں بند ہونے کا مشورہ نہیں دونگا ۔ یونانی اور رومن عموماً عورتوں کو بند کر کے چابی جیب میں رکھتے تھے اور ان کو باہر جانے یا رشتہ داروں سے ملنے سے باز رکھتے تھے ۔ عورتوں سے غلاموں کا کام لیتے تھے ۔ یہ تو عورت ذات کی خوش قسمتی ہے کہ **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ عورتوں کو ضرورت کے وقت باہر جانے اور رشتہ داروں سے ملنے سے مت روکو اور ان پر ظلم مت کرو ۔ اُن سے غلاموں کا کام مت لو ۔ کیونکہ وہ گھر کی مالک ہیں ۔ اور اگر استطاعت ہو تو صفائی کرنے اور روٹی پکانے کے لئے بے شک نوکر رکھ لو ۔ تاکہ تمہاری بیوی آرام کی زندگی بسر کر کے تمہارے لئے دُعائیں کرے ۔ اور تو اور اسلام تو یہ کہتا ہے کہ اگر عورت چاہے تو بچے کو دودھ پلانے کا کام بھی کسی دائی وغیرہ کے ذمہ لگایا جائے اور **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم نے تو

عورت کی یہاں تک عزت قائم کردی ہے کہ آپ نے خود بیویوں سے کمال محبت اور نرمی کا سلوک کرکے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ باہر سے اپنا کام کرکے جب آؤ تو گھر میں آکر عورتوں کو امورِ خانہ داری میں مدد دو۔ اس پر لطف یہ کہ سب ریشمی کپڑے سونا چاندی ہیرے جواہرات عورت کے لئے جائز اور مرد کے لئے حرام کردیئے۔ اور سُنیئے پھر حکم دیا اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ اور ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ کا فتویٰ دے کر مردوں کو کہلایا کہ تم بغیر عورت کے انسانیت کا درجہ ہی نہیں پا سکتے۔ اور پھر فرمایا کہ اصل مومن وہ ہے جو شیطان پر غالب آجائے۔ اور ساتھ ہی بتلایا کہ عورتیں شیطان کو باندھنے والی رسیاں ہیں۔ پس مومن عورت کے ذریعے ہی مومن بن سکتا ہے۔ اور اسلام کا آخری فتویٰ یہ ہے کہ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ "جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

یہ الفاظ ابھی ختم نہ ہونے پائے تھے کہ Excellent Excellent کی آوازیں آنے لگیں۔ اور تالیاں بجنے لگیں۔ ایک من چلی عورت کرسی سے اُٹھ کر سٹیج پر آگئی۔ اور مصافحہ کے لئے اُس نے ہاتھ بڑھایا۔ مَیں نے ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے نامحرم عورتوں سے مصافحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا مجھے معاف فرمائیں۔

حالات و واقعات

از مکرم و محترم جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل مبلغ بلادِ عربیہ

اخویم مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب بشیر مولوی فاضل کے پُرزور اصرار کے نتیجے میں خاکسار واقعاتِ ذیل درج کرتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی خواہش ہے کہ خاکسار اپنے مناظرات میں سے چند مناظرات کے کوائف اور دلائل کا مختصر ذکر کرے جسے وہ اپنی تازہ تالیف میں شائع کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے تبلیغ دین کے سلسلہ میں متحدہ ہندوستان اور بلادِ عربیہ فلسطین و شام وغیرہ میں بے شمار تقاریر کرنے اور بکثرت مناظرات سرانجام دینے کا موقعہ میسّر آیا۔ یہ مناظرات عیسائی پادریوں، آریہ پنڈتوں اور غیر احمدی فرقوں کے جید بڑے بڑے علماء سے ہوئے ہیں۔ ہر موقعہ پر تائید ایزدی کی عجیب صورتیں پیدا ہوتی رہی ہیں سارے مناظرات کا تذکرہ تو ایک بڑی ضخیم کتاب کا متقاضی ہے مگر اس عجالہ میں میں آریوں سے ایک مناظرہ کا ذکر کرتا ہوں۔ نیز زمانہ فلسطین کی دو دینی ملاقاتوں کا مختصر تذکرہ کرتا ہوں۔

مشہور آریہ مناظر دھرم بھکشو سے مناظرہ

مَیں ابھی اپنے استاد حضرت حافظ روشن علی صاحب رضؓ کے پاس مبلغین کلاس میں طالبعلم تھا اور یہ ۱۹۲۶ء یا ۱۹۲۷ء کی بات ہے کہ ایک روز میں قادیان میں ظہر کی نماز کے لئے مسجد مبارک کو جا رہا تھا۔ محترم چوہدری غلام محمد صاحب شہید سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ امرتسر مجھے راستہ میں ملے۔ پوچھنے لگے کہ اگر کوئی آریہ احمدیوں کو یہ چیلنج دے

کہ صداقت حضرت مرزا صاحب پر ہم سے مناظرہ کر لو تو کیا کرنا چاہیئے ؟ مَیں نے اپنے جوشِ تبلیغ کے مطابق جوانی کے عالم میں بے ساختہ کہا کہ ایسے پنڈت کے چیلنج کو فوراً منظور کر لینا چاہیئے بعد ازاں میں نماز کے لئے چلا گیا۔ دوسرے دن جب ہم حضرت حافظ صاحبؓ کے پاس بیٹھے پڑھ رہے تھے تو محترم چوہدری صاحب مرحوم حضرت مولوی عبدالرحیم صاحبؓ نیرّ نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ کی معیت میں وہاں تشریف لائے ۔ حضرت مولانا نیرّ صاحبؓ نے حضرت حافظ صاحبؓ سے فرمایا کہ یہ (یعنی خاکسار) امرتسر میں آریوں سے مناظرہ کے لئے جائیں گے یہ تیار ہیں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو مناظرہ ہے ۔ آپ انہیں اجازت فرماویں کہ ذرا کمرہ سے باہر آ کر بات کر لیں ۔ حضرت حافظ صاحبؓ کی اجازت سے مَیں نے ان سے بات کی ۔ انہوں نے مجھے امرتسر کے حالات بتا کر وقت پر پہنچنے کی تاکید فرمائی اور اخراجات سفر دیئے ۔

قادیان میں بدھ اور جمعرات کی رات کو شدید بارش ہو گئی ۔ تانگہ وغیرہ کا بٹالہ جانا سخت دشوار تھا ۔ ارادہ کیا کہ پیدل بہتے پانیوں میں سے ریلوے اسٹیشن بٹالہ پہنچکر شام کی گاڑی لونگا ۔ حضرت حافظ صاحبؓ سے بہت دلچسپ گفتگو "اجازت" کے سلسلہ میں ہوتی رہی تھی وہ میرے اس عزم سے بہت خوش ہوئے ۔ دُعا فرمائی اور مَیں اڈہ پر پہنچ گیا ۔ یہ الٰہی تصرّف تھا کہ عین اُسی وقت کسی خاص کام کے لئے ایک لاری پانیوں کو چیرتے ہوئے قادیان پہنچی اور مجھے بھی اس میں بٹالہ پہنچنے کا موقعہ مل گیا ۔ الحمد للہ

مجھے ریل میں غنودگی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ اس مناظرہ میں خاص تائید حاصل ہوگی ۔ جب ہم آریوں کے مندر میں داخل ہو رہے تھے ۔ تو دروازہ پر بہت سے غیر احمدی مولوی بھی موجود تھے ۔ اُن میں سے ایک نے ایک احمدی دوست سے کہا کہ آپ لوگ پنڈت دھرم بھکشو کے مقابلہ کے لئے کس کو لے آئے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ گذشتہ دنوں مولوی ثناء اللہ صاحب سے مناظرات میں اس نے کیسی طرّاری دکھائی تھی ۔ آپ لوگوں کو چاہیئے تھا کہ اوّل تو خلیفہ صاحب کو لاتے ورنہ کم از کم حافظ روشن علی صاحب کو تو لاتے

یہ فقرات میرے کان میں بھی پڑ گئے میری روح فوراً آستانۂ الٰہی پر جھک گئی کہ آج تو تیری خاص قدرت نمائی کی ضرورت ہے - مناظرہ کا ابتدائی گفتگو یوں شروع ہوئی - کہ پنڈت دھرم بھکشو صاحب نے کھڑے ہو کر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے منتری نے اپنی چٹھی میں آپ کو مضمون مرزا صاحب کی صداقت لکھا ہے یہ ان کی غلطی ہے ہمارا چیلنج یہ ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی دربارہ پنڈت لیکھرام کو سچا ثابت کیا جائے آج اس مضمون پر بحث ہوگی - میں نے اٹھ کر فوراً کہہ دیا کہ ہمیں منظور ہے اس پر لوگ قدرے حیران ہوئے لیکن دراصل یہ بات ہمارے پروگرام اور تیاری کے عین مطابق تھی اور میں نے اسے الٰہی تصرف یقین کیا - پھر پنڈت صاحب نے کہا کہ اس مناظرہ میں مدعی ہم ہوں گے - میں نے کہا کہ یہ بات درست نہیں پیشگوئی کے سچا ہونے کے دعوے دار ہم ہیں آپ تو منکر ہیں آپ کس طرح مدعی ہو سکتے ہیں؟ - انہوں نے فنِ مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا بے محل حوالہ پڑھا - عربی عبارت کی میں نے فوراً غلطی پکڑ لی اس پر پنڈت صاحب نے کھسیانہ ہو کر کہا کہ آپ ہماری غلطیاں پکڑنے آئے ہیں میں نے کہا کہ اور کس لئے آیا ہوں تو انہوں نے کہا کہ لفظی غلطیاں میں نے کہا کہ لفظی اور معنوی ہر دو قسم کی غلطیاں دور کرنے آیا ہوں - اس برجستگی پر حاضرین میں سے مسلمانوں نے جو پنڈت جی کی گزشتہ دنوں کی طراری سے نالاں تھے نعرۂ تکبیر بلند کر دیا - آریوں کے صدر نے جو ایک شریف ایڈووکیٹ تھے کہا کہ یہ ہمارا مندر ہے اور اوپر کی منزل پر دیویاں بھی ہیں اس لئے نعرے نہ لگائے جائیں مجھے بھی دوستوں کو کہنے کے لئے کہا چنانچہ میں نے بھی روک دیا -

پنڈت صاحب "رشیدیہ" سے لاجواب ہو کر کہنے لگے کہ چونکہ ہم نے آپ کو دعوت دی ہے اس لئے ہم ہی مدعی ہوں گے - میں نے کہا کہ پنڈت صاحب آپ کا تو عربی دان ہونے کا بڑا دعویٰ تھا کیا آپ کو اتنا بھی علم نہیں کہ بلانے والے کو داعی کہتے ہیں مدعی نہیں کہتے - مدعی تو دعویٰ کرنے والے کو کہتے ہیں اور اس جگہ دعویٰ ہمارا ہے اس پر پھر حاضرین نے نعرۂ تکبیر لگا دیا اور مشکل سے انہیں آئندہ کیلئے روکا گیا - پنڈت صاحب شرمندہ ہو گئے - مدعی بننے کی یہ بحث اس لئے تھی کہ مدعی کی پہلی اور آخری تقریر ہوتی ہے - اس مرحلہ پر بھی پنڈت صاحب کہتے جا رہے تھے

کہ پہلی اور آخری تقریر بہرحال ہماری ہوگی۔ بات طے نہ ہوتی تھی۔ آریہ صدر نے مجھ سے درخواست کی کہ آپ کوئی صورت ایسی بتائیں کہ مناظرہ شروع ہو جائے۔ ان کی شرافت کی وجہ سے اور آیت قرآنی اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُلْقُوْنَ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے کہا کہ اچھا یوں کر لیں کہ پہلی تقریر پنڈت صاحب کر لیں اور آخری تقریر ہماری ہوگی۔

پنڈت دھرم بھکشو صاحب نے اپنی طرف سے چار اعتراض کئے بات لمبی ہوتی جاتی ہے حالانکہ انتہائی اختصار مطلوب ہے دو اعتراض یہ تھے کہ (۱) پیشگوئی قتل کی نہ تھی بلکہ حسب معاہدہ پنڈت لیکھرام جی کو زندہ رہ کر نشان دیکھنا تھا (۲) مرزا صاحب نے سازش کر کے پنڈت جی کو قتل کروا دیا تھا۔ میں نے اٹھتے ہی کہا کہ ان دو اعتراضوں میں تو تناقض ہے دونوں اعتراض بیک وقت نہیں کئے جا سکتے کیونکہ اگر پیشگوئی قتل کی نہ تھی بلکہ پنڈت جی کے قتل ہو جانے سے پیشگوئی جھوٹی ٹھہرتی تھی تو پھر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کس طرح سازش کر سکتے تھے کیا انہوں نے اپنی پیشگوئی کو جھوٹا کرنے کے لئے سازش کرنی تھی؟ اور اگر پیشگوئی فی الواقع قتل کی تھی تو پنڈت دھرم بھکشو کا پہلا اعتراض سراسر غلط ہے۔ اب پنڈت صاحب بتائیں کہ وہ ان دو متضاد اعتراضوں میں سے کس پر قائم ہیں؟ اس بیان پر پھر حاضرین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور انہیں بمشکل نعرۂ تکبیر سے روکا گیا۔ پھر میں نے تفصیلاً بتایا کہ پیشگوئی قتل کی تھی خود لیکھرام کو یہ بات مسلّم تھی۔ باقی رہا نشان دیکھ کر ایمان لانے کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پنڈت جی کے قتل کی ایسی صورت پیدا کی کہ وہ ایمان لا سکتے تھے۔ ان پر شام کے چھ بجے حملہ ہوا ہے اور رات ۲ بجے تک وہ باہوش و حواس زندہ رہے ہیں گویا ان کو ایمان لانے کا موقعہ دے دیا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے۔ جہاں تک سازش کا اعتراض ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب سراج منیر میں اس کا فیصلہ کن جواب یوں دیا ہے کہ اگر کسی آریہ کو واقعی یہ یقین ہے تو میرے سامنے حلفیہ اعلان کرے اگر وہ طبعی موت سے جلد نہ مر گیا تو مجھے قاتل قرار دے کر پھانسی دے دی جائے۔

میں نے حضور علیہ السلام کی پرشوکت عبارت پڑھ کر کہا کہ اب حضور تو موجود نہیں ۔ میں تو حضور کا ایک ادنیٰ ترین خادم ہوں اگر پنڈت دھرم بھکشو اس وقت ان مقررہ الفاظ میں قسم کھا کر اعلان کر دیں ۔ تو میں سزا لینے کے لئے تیار ہوں ، یہ بیان ایسی شوکت اور ایسی شان سے ذکر ہوا کہ پنڈت جی کو قطعاً جرأت نہ ہوئی۔

ابھی دس دس منٹ کی چار تقریریں ہوئی تھیں اور مقررہ وقت میں تین گھنٹے تھا۔ کہ پنڈت دھرم بھکشو نے کہا۔ کہ مولوی صاحب مجھے تار ملا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے مجھے فرنٹیر میل سے ناگ پور پہنچنا ضروری ہے۔ خواہ آپ ہماری شکست سمجھیں ۔ مگر اب مناظرہ جاری نہیں رہ سکتا۔ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے کھڑے ہو کر جواباً کہا ۔ کہ مذہبی مناظرہ میں فتح شکست کا تصور نہیں ہونا چاہیئے۔ باقی مجھے اس بارے میں کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ناظرین سب کچھ دیکھ نہیں رہے ۔ آپ نے چونکہ معذوری ظاہر کر کے معافی مانگ لی ہے ۔ اگرچہ آریوں کا ایشور تو کسی کا گناہ معاف نہیں کرتا مگر ہمارا خدا جو رب العلمین ہے، وہ قصور والوں کے گناہ معاف کر دیتا ہے ۔ اس لئے میں آپ کو معاف کرتا ہوں آپ جا سکتے ہیں۔ پنڈت جی کہنے لگے ۔ کہ آپ اب بھی چوٹ کرتے ہیں اگر یہ بات ہے۔ تو میں معافی نہیں مانگتا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا پھر مناظرہ جاری رہے گا اور آپ کو جانے کی اجازت نہیں۔ ہم بارش کے باوجود قادیان سے آئے ہیں اور اس قدر سامعین تکلیف اٹھا کر آئے ہیں۔ آپ نہیں جا سکتے ۔ اس پر آریہ صدر صاحب کھڑے ہو گئے اور کہا کہ مولوی صاحب واقعی پنڈت صاحب کا جانا ضروری ہے ؛

مجبوری ہے اگر پنڈت جی معافی نہیں مانگتے۔ تو میں آپ سے معافی مانگتا ہوں ۔ آپ جانے دیجئے ۔ میں نے کہا کہ یہ صرف آپ (آریہ صدر) کی شرافت ہے ۔ کہ ہم مناظرہ بند کر رہے ہیں ورنہ پنڈت صاحب کا رویہ تو ایسا نہ تھا ؛

مناظرہ کے خاتمہ پر سب مسلمان خوش تھے اور وہی مولوی جو دروازے پر کہ

پہلے تھے۔ کہ کس کو یہ آئے ہو جو مجھے مبارک باد دے رہے تھے۔ بلکہ لوگ مجھے اٹھا کر بازار تک لائے اور نعرے لگاتے رہے۔ میں جانتا تھا۔ کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار تھا۔ اور احمدیت کے لئے اس کی غیرت کا ایک کرشمہ تھا۔ ورنہ ۶ من آنم کہ من دانم ؎

(۲)

کیا کشمیر آسمان سے دور ہے؟

۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک مجھے بلاد عربیہ میں تبلیغ اسلام و احمدیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس عرصہ میں عیسائی پادریوں اور غیر احمدی علماء سے بھی متعدد مباحثے ہوتے رہے۔ دو ملاقاتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک دفعہ نابلس شہر کے چند استاد ملنے کے لئے کبابیر میں آئے۔ جہاں ہماری مسجد۔ ہمارا پریس۔ ہمارا رسالہ اور دارالتبلیغ ہے ؎

دارالتبلیغ میں اس وقت چند احمدی بزرگ بھی موجود تھے۔ جن میں حضرت شیخ علی القزق مرحوم بھی تھے۔ ان اساتذہ نے قہوہ وغیرہ پینے کے بعد کہا کہ ہم کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ شوق سے دریافت فرمائیے۔ ایک استاد نے کہا۔ کہ آپ وفات مسیحؑ کے قائل ہیں؟ میں نے کہا کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح کی وفات کا ذکر ہے۔ اس لئے ہم لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ان کی قبر کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ ان کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ اس پر دوسرے استاد نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ کہ اتنی دور؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ابھی میں نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ کہ ہمارے مرحوم بھائی

علی الفرق نے جھٹ فرمایا هَلْ بِلَادُ الْكَشَامِرَةِ اَبْعَدُ مِنَ السَّمَاءِ کہ کیا کشمیر کا علاقہ آسمان سے بھی دور ہے ؟ اس پر وہ اساتذہ خاموش ہوگئے اور پوچھنے والے نے مجھے مخاطب ہوکر کہا۔ کہ آپ نے ان کو خوب سکھایا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ یہ بات تو مجھے کبھی نہ سوجھی تھی۔ یہ تو اللہ تعالےٰ ہی سکھاتا ہے ؛

(۳)

کیا ہندوستان میں نبی ہو سکتا ہے

پھر ان اساتذہ نے پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ لوگ بانی سلسلہ احمدیہ کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ ہم لوگ قرآن حدیث کے مطابق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو امتی اور غیر تشریعی نبی مانتے ہیں۔ ایک استاد نے کہا۔ کہ نبی تو سارے ارض مقدسہ فلسطین میں ہوئے ہیں۔ کسی اور ملک میں نبی نہیں ہوا۔ ہندوستان میں کیسے نبی ہو سکتا ہے ؟ میں نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ : کہ ہر قوم میں نبی گذرے ہیں۔ آپ سب نبیوں کو ایک ہی ملک سے مخصوص کیوں قرار دیتے ہو۔ وہ اصرار کرنے لگے۔ کہ نہیں ارض مقدس کے علاوہ اور کسی ملک میں نبی نہیں ہوا۔

میں نے پوچھا۔ کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں ؟ کہنے لگے۔ کہ ہاں وہ نبی تھے۔ میں نے تفاسیر سے اسے دکھایا اِنَّ اٰدَمَ اُهْبِطَ بِاَرْضِ الْهِنْدِ۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے پہل ہندوستان میں ہی اترے تھے۔ میں نے کہا کہ جب پہلا نبی ہی ہندوستان میں ہوا ہے۔ تو آپ صاحبوں کو آج ہندوستان میں نبی ہونے پر کیوں تعجب ہو رہا ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے ؛

؛

قبرِ مسیحؑ کہاں ہے؟

دوسری ملاقات جس کا ذکر مقصود ہے، وہ حیفہ فلسطین کے دار التبلیغ میں ہوئی تھی۔ حیفہ کے مشہور قد آور شیخ عبد اللطیف العبوشی ایک دن اپنے چند شاگردوں سمیت اچانک دار التبلیغ میں آ گئے۔ میں اس وقت اکیلا ہی تھا۔ آتے ہی شیخ موصوف نے کہا جِئْتُ الْیَوْمَ لِاُلْقِمَكَ حَجَرًا کہ میں آج آپ کا منہ بند کرنے آیا ہوں۔ میں نے کہا تَفَضَّلْ وَاجْلِسْ نَشْرَبُ الْقَهْوَةَ اَوَّلًا ثُمَّ نَتَحَدَّثُ کہ آپ تشریف تو رکھیں، پہلے قہوہ نوش فرمائیں پھر گفتگو ہوگی۔ چنانچہ میں نے جھٹ پٹ سٹوو پر قہوہ بنا کر پیش کر دیا اتنے میں جماعت کے بعض دوست بھی دار التبلیغ میں آ گئے۔ میں نے کہا کہ اب فرمائیے کیا سوال ہے، کہنے لگے کہ آپ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ بتائیں ان کی قبر کہاں ہے؟ میں سمجھ گیا۔ کہ یہ محض مجادلہ کے لئے آئے ہیں تحقیق مقصود نہیں ہے۔ اس لئے میں نے کہا۔ کہ جناب عالی! ہمیں ان کی قبر سے کیا سروکار ہے۔ کیا ہم نے اس قبر کی عبادت کرنی ہے۔ اس پر شیخ نے اپنے شاگردوں کی طرف معنی خیز نظر سے دیکھا اور مجھے کہا کہ نہیں ہمیں اس سوال کا کہ جواب معین مطلوب ہے۔ میں نے پھر کہا کہ جب قرآن مجید نے حضرت مسیحؑ کی وفات کا ذکر فرما دیا ہے۔ تو ہمارے لئے یہ کافی ہے۔ ہمیں وفات مسیحؑ پر ایمان لانا چاہیئے۔ قبر ان کی کہاں ہے۔ اس کا علم ضروری نہیں۔ آیئے میں قرآن پاک سے وفات مسیحؑ ثابت کر دیتا ہوں۔ اس پر شیخ صاحب اور تیز ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں مسیحؑ کی قبر کی نشان دہی کریں۔ ہم اور کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔ پھر شاگردوں سے کہنے لگے۔ کہ کیا میں نے نہ کہا تھا کہ قادیانی مبلغ اس سوال کا جواب نہ دے سکے گا پھر اپنے طلباء سے پوچھا۔ کہ تم نے الخلیل شہر دیکھا ہے۔ وہاں نبیوں کی قبریں دیکھی ہیں۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ شیخ نے کہا کہ وہاں مسیحؑ کی قبر ہے۔ طلباء نے کہا۔ کہ نہیں اس پر استاد نے کہا۔ اِذَنْ هُوَ حَیٌّ فِی السَّمَاءِ یُرْزَقُ۔ کہ تب ماننا پڑے گا۔ کہ مسیحؑ آسمان پر زندہ ہیں۔ پھر شیخ نے مجھے کہا کہ آپ کو ضرور بتانا چاہیئے کہ مسیحؑ کی قبر کہاں ہے۔ ہم اور بات نہ کریں گے۔ جب بات اس مرحلہ تک پہنچ گئی تو میں نے کہا۔ اگرچہ یہ ضروری سوال نہیں اور قرآن مجید کے اعلان وفات مسیحؑ

کے بعد ہم پر قبر کی نشان دہی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ لیکن آپ کی ضد کو توڑنے کے لئے میں کہتا ہوں۔ اِنَّ قَبْرَ عِیْسیٰ فِیْ جَنْبِ قَبْرِ نُوْحٍ کہ حضرت مسیح کی قبر حضرت نوح کی قبر کے پہلو میں ہے اس پر شیخ بھی اور شاگرد بھی میرے منہ کی طرف دیکھنے لگ گئے۔ اور پوچھنے لگے۔ اَیْنَ قَبْرُ نُوْحٍ کہ نوح کی قبر کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ مسیحؑ کی قبر کے دائیں جانب۔ وہ اور حیران ہوئے۔ میں نے طلبا سے پوچھا۔ کہ کیا الخلیل میں تم نے نوحؑ کی قبر دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا۔ کہ نہیں میں نے کہا اِذَنْ ھُوَ حَیٌّ فِی السَّمَاءِ یُرْزَقُ تب پھر نوحؑ بھی آسمان پر زندہ ہوں گے۔ اب اس الزامی جواب پر شیخ عبد اللطیف العبوشی بھی ششدر رہ گئے۔ آخر کہنے لگے۔ کہ اچھا بھئی بتاؤ تو سہی کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق مسیحؑ کی قبر کہاں ہے؟ تب میں نے انہیں آیت قرآنی وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ مسیحؑ سری نگر میں دفن ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو کر چلے گئے۔

بہائیوں کے زعیم شوقی آفندی سے ملاقات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقالہ کو ختم کرنے سے پہلے بطور تتمہ اس ملاقات کا بھی ذکر کر دیا جائے جو حیفا (فلسطین) میں بہائی زعیم شوقی آفندی سے ہوئی تھی۔ حیفا بہائیوں کا مرکز ہے۔ متوفی لیڈر شوقی آفندی وہاں ہی رہا کرتے تھے اور مجھے بھی قیام بلاد عربیہ کے دوران ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء کئی سال تک حیفہ میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے دیگر بہائیوں کے علاوہ عبد البہاء عباس آفندی کے بھائی محمد علی صاحب سے بھی ملاقات کی تھی۔ یہ صاحب عبد البہاء کے مخالف تھے۔ انہیں محروم الارث کر دیا گیا تھا۔ شوقی آفندی عبد البہاء کے نواسے تھے میں چند احمدی احباب کے ساتھ ان سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر گیا۔ عام خیریت کے استفسار کے بعد حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ جو اختصاراً درج ہے —— میں نے عرض کیا۔ کہ آپ بہائیت کی امتیازی تعلیم پیش فرمائیں۔ کہنے لگے۔ کہ ہماری خاص تعلیم یہی ہے۔ کہ سب انسان بھائی بھائی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ یہ تعلیم تو قرآن مجید میں موجود ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے کہ ہم

نے سب انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ پس اس لحاظ سے وہ سب بھائی بھائی قرار پاتے ہیں۔ پھر قرآن مجید صراحتاً کہتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کہ سب مومن بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے انسانی اور ایمانی اخوت کے لحاظ سے بہائیت کے پاس کوئی امتیازی تعلیم نہیں ہے کہ جب تک قرآن مجید سے بہتر تعلیم نہ پیش کی جائے۔ اس کے منسوخ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا :-

جناب شوقی آفندی کہنے لگے۔ کہ تعلیم تو قرآن مجید میں بھی موجود تھی۔ مگر مسلمان گروہ در گروہ ہو کر باہم جھگڑتے تھے۔ میں نے کہا کہ اس میں تعلیم اور شریعت کا کیا قصور ہے؟ جہاں تک گروہ بندی اور جھگڑنے کا سوال ہے تو وہ اسی تھوڑے سے عرصہ میں آپ لوگوں میں بھی پیدا ہو چکا ہے۔ بابی ہیں پھر بہائی ہیں۔ پھر ازلی ہیں اور خود بہائیوں میں جھگڑے ہیں۔ عبد البہا اور محمد علی میں تنازع ہے اور بہاء اللہ کے خاندان کے جھگڑے عدالتوں تک جا چکے ہیں۔ پس مسلمانوں کی فرقہ بندی قرآنی تعلیم کے منسوخ قرار پانے کی ہرگز وجہ نہیں بن سکتی۔ شوقی صاحب کہنے لگے۔ کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ مگر مسلمانوں میں آیات قرآنیہ کے بارے میں نزاع تھا۔ کوئی اس آیت کو منسوخ کہتا تھا اور کوئی اس آیت کو۔ ہم نے کہا یہ جھگڑا ہی ختم کر دیا جائے۔ اس لئے ہم نے سارے قرآن مجید کو منسوخ قرار دے کر نئی شریعت پیش کر دی میں نے کہا۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ جماعت احمدیہ قرآن مجید کی کسی آیت کے منسوخ ہونے کی قائل نہیں اور آپ ایک احمدی مبلّغ سے بات کر رہے ہیں۔ بعض پہلے مسلمان محققین بھی عدم نسخ فی القرآن کے قائل رہے ہیں۔ شوقی صاحب کہنے لگے۔ کہ ٹھیک ہے۔ کہ احمدی قرآن مجید کی آیت کو منسوخ نہیں مانتے۔ مگر آپ لوگوں کی تعداد تھوڑی ہے میں نے عرض کیا۔ صداقت بہر حال صداقت ہے۔ خواہ اس کے ماننے والے تھوڑے ہوں۔ یا زیادہ مزید برآں احمدیوں کی تعداد خاص حیفا میں بھی بہائیوں سے زیادہ ہے۔ ہم یہاں برملا تبلیغ احمدیت کرتے ہیں۔ جب کہ بہائی اخفا سے کام لیتے ہیں۔ ہمارا یہاں دار التبلیغ ہے

کبابیر میں مسجد محمودؓ ہے۔ اپنا پریس اور ماہنامہ البشریٰ ہے۔ اس لئے آپ قلت تعداد کی وجہ سے اعتراض نہیں کر سکتے۔ کہنے لگے۔ کہ آپ لوگ بھی اچھا کام کر رہے ہیں۔ میں نے آپ کے امام کی کتاب "احمدیت" پڑھی ہے۔ آپ اپنا کام کرتے جائیں۔ ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ میں نے آخر میں کہا۔ کہ آپ اپنی وہ شریعت تو دکھائیں۔ جس کی بنا پر آپ قرآن مجید کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ کہنے لگے۔ کہ اَلْاَقْدَس تو میرے پاس نہیں ہے۔ مگر میں آپ کو پتہ بتا دیتا ہوں۔ آپ عراق سے حاصل کر سکیں گے۔ اس کے بعد ہم ان سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر آ گئے؛

ان کے بتلائے ہوئے پتہ پر عراق سے خاصی رقم بطور ضمانت دے کر ایک نسخہ الاقدس کا مجھے مل گیا۔ جسے نقل کر کے واپس کر دیا گیا۔ یہ وہ نسخہ ہے۔ جو بقول بہائیوں کے ان سے علیحدہ ہونے والے شخص نے شائع کیا ہے۔ کیونکہ بہائیوں کو تو عبدالبہاء نے منع کر رکھا ہے۔ کہ وہ شریعت الاقدس کو شائع کریں۔ وہ اسے جائز قرار نہیں دیتے۔ ان کا یہ خط شائع شدہ ہے؛

میں نے الاقدس کا اصل نسخہ مزید تحقیق کے بعد خود شائع کرایا اور ساتھ اردو ترجمہ بھی کر دیا۔ گویا بہائی لوگ جس شریعت کو ناسخ قرآن کہتے ہیں۔ انہیں اس کے شائع کرنے کی بھی جرأت نہیں کرتے۔ بھلا قرآن کی شکل بنانے پر انسان کیونکر قادر ہو سکتا ہے۔ ہاں اتنا ظاہر ہے۔ کہ بہائی تو ایک اسلام کی دشمن اور اسلامی شریعت کی ناسخ ہے۔ جس کے مقابلے کے لئے اللہ تعالٰے نے احمدیہ تحریک کو قائم کیا ہے؛

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ؛

اَبُوالْعَطَاءِ

امتنان و اعتذار

۱ - اَحمدُہٗ حمداً کثیراً - وَاَشکُرُہٗ شکراً جزیلاً - اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم اور احسان و کرم ہی کے طفیل نہایت نامساعد حالات میں کتاب برہان ہدایت زیور طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ کر منظر نواز ہے - ثم الحمد للہ ؛

۲ - درحقیقت علمائے عظام سلسلہ اور احباب کرام جماعت اگر توجہ اور معاونت نہ فرماتے - تو میرے جیسے کم علم و بے مایہ انسان کے لئے اتنا قیمتی خزینہ پیش کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ؛

۳ - جن بزرگوں اور احباب نے نہایت فراخدلی سے دست تعاون بڑھایا - یہ عاجز ان کا بے حد ممنون ہے کہاں سے وہ الفاظ ڈھونڈ لاؤں - جن سے ان کا حق تشکر ادا ہو سکے - مولا کریم ہی اپنی جناب سے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے - دین و دنیا کی برکات سے نوازے - اور ہر حال میں ان کا حافظ و ناصر ہو - آمین ثم آمین ؛

۴ - معذرت خواہ اور شرمندہ ہوں - کہ حسب خواہش عمدہ کاغذ نہیں لگا سکا - واقعہ یہ ہوا - کہ جس جگہ حسب الطلب اعلیٰ کاغذ مہیا کرنے کے لئے پیشگی رقم جمع کرا چکا تھا - وہاں سے عین وقت پر تاخیر سے کاغذ ملنے کا جواب سننا پڑا اور بازار سے جیسا بھی کاغذ مل سکا لگا دیا گیا ؛

۵ - کاتب حضرات بھی بر وقت کام مکمل کرنے سے قاصر رہے - اس لئے مختلف قلم کش اصحاب کو لگانا پڑا - اس پر بھی پریشانی اور پشیمانی دامنگیر رہی - جس کے لئے تمام معاونین کرام سے معذرت خواہ ہوں ؛

۶ - تاہم یہ کسر کتاب کے تین صد صفحات کی بجائے قریباً چار صد صفحات متعدد فوٹو اور عمدہ کور لگا کر پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور جیسا کہ کتاب کے مطالعہ سے آپ پر واضح ہو جائے گا - کہ کتنی محنت اور کاوش سے جگہ جگہ سے پھول چن کر اسے گلدستہ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے اور بقول کسے ؎ ہر جا کہ گل است خار است - اگر کوئی کانٹا محسوس ہو - تو پھول کی خوشبو کے ساتھ اسے بھی گوارا کر لیا جائے - ان واقعات سے کسی پر اپنی بڑائی مقصود نہیں - بلکہ صرف احقاق حق مطلوب ہے ؛

۷ - بالآخر التماس ہے کہ کمزور پہلو نکالنے اور عیب چینی کی بجائے مولف کو کتاب کی ہر خامی اور ہر خوبی سے مطلع فرمائیں - تاکہ اصلاح طلب امور کی اصلاح ہو جائے اور آئندہ دوسری جلد شائع کرنے کا بھی حوصلہ رہے

۸ - تمام قدردان قلمی اور مالی معاونین کا مکرر شکریہ - فجزاھم اللہ احسن الجزاء ۱/۶۷ ۱۹

خادم سلسلہ آپ کی دعاؤں کا بے حد محتاج
عبد الرحمن مبشر مولوی فاضل
مولف برہان ہدایت

ابو ظفر عبد الرحمن مبشر پبلشر نے باہتمام محمد طفیل مالک نقوش پریس اردو بازار لاہور سے چھپوا کر رحمانیہ منزل بلاک جی ڈیرہ غازی خاں سے شائع کیا ۔

۷۲ مکرم رفیق احمد سعید صاحب — درجہ ثالثہ
۷۳ " پیر عبد المجید صاحب " "
۷۴ " محمد اعظم اکسیر صاحب — درجہ رابعہ
۷۵ " محمد جلال الدین صاحب شمس " "
۷۶ " یوسف عثمان صاحب — درجہ خامسہ
۷۷ " خواجہ نصیر احمد صاحب — درجہ ممہدہ
۷۸ " سید شمشاد احمد صاحب ناصر " "
۷۹ " حامد کریم صاحب " "
۸۰ " جمال احمد صاحب طارق " "
۸۱ " عبد المجید صاحب راشد " "
۸۲ " محمد ابراہیم صاحب سندھی " "
۸۳ " حسن بصری صاحب انڈونیشین " "
۸۳ " ملک کریم الدین صاحب
۸۴ " مرزا محمود احمد صاحب
۸۵ " رانا منور احمد خان صاحب جسیر

معاونین متفرق اضلاع

۸۶ مکرم مولوی اسد اللہ صاحب قریشی کاشمیری مربی سلسلہ آزاد کشمیر
۸۷ " مبشر احمد صاحب الیکٹریکل فورمین واپڈا لائلپور
۸۸ " کیپٹن ملک شیر محمد صاحب موضع گتر ضلع جہلم
۸۹ " عبد الغفار صاحب ولد عبد الرزاق صاحب
منڈی بھلوال ضلع سرگودھا
۹۰ " حبیب الرحمن خان صاحب ریٹائرڈ صوبیدار دہیہ کیجھر حیدر آباد
۹۱ " چوہدری حمید الدین احمد صاحب سیکرٹری تبلیغ جمشید پور (انڈیا)
۹۲ " " محمد عطا ربی صاحب موضع ڈھاکے ضلع شیخوپورہ
۹۳ " حکیم مولوی مبارک احمد صاحب ایڈیٹر رفتار زمانہ
ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ
۹۴ " میاں شریف احمد صاحب بی اے سپرنٹنڈنٹ اسلام آباد راولپنڈی
۹۵ " چوہدری جان محمد صاحب متعلم کلاس ق ق جدید ضلع ملتان
۹۶ " بشارت احمد صاحب گوندل " " " ضلع جھنگ

معاونین احمد نگر وغیرہ

۹۷ " منشی محمد صادق صاحب معرفت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب احمد نگر

عزیزی سید محمد عثمان صاحب — احمد نگر
" ناصر احمد صاحب ظفر صدر جماعت احمدیہ "
" مولوی بشیر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ "
مکرم جناب میاں خان صاحب "
" مستری رحمت علی صاحب "
" رانا صوفی عبد الغنی صاحب "
" خواجہ مجید احمد صاحب بٹ "
" چوہدری عبد الرزاق صاحب کالونی مصنوعات
بلڈنگ بنک آف بہاولپور چوک حسین آگاہی ملتان شہر
مکرم چوہدری عبد الرحمن صاحب ملتان کلاتھ ہاؤس ملتان شہر
" شیخ رشید الدین صاحب میارک سنٹر بیرون لوہاری گیٹ
نزد فائن مارکیٹ ملتان شہر
" چوہدری نعمت علی صاحب محکمہ پبلک ہیلتھ "
" " نور محمد صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر مظفر گڑھ
" " ناصر احمد صاحب باجوہ زراعت انسپکٹر "
" ڈاکٹر محمد اقبال احمد صاحب "
" ڈاکٹر محبوب احمد صاحب "
" ڈاکٹر غلام احمد صاحب سیکرٹری جماعت محلہ قائم والا "
" چوہدری ناصر احمد صاحب سول انجینیر تھل جیوٹ مل "
" چوہدری میجر شریف احمد صاحب باجوہ
" محمد رشید خان صاحب افسر منصوبہ بندی ضلع مظفر گڑھ

فہرست معاونین احباب جماعت کراچی

مکرم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت کراچی نمبر 2
المختار لمیٹڈ بنگال ہاؤس
الحاج مسعود احمد صاحب خورشید ابن مولوی قدرت اللہ صاحب
فاطمہ منزل کھوڑی گارڈن
" طاہر احمد صاحب ہاشمی منور میڈیکل سٹور
دستگیر کالونی کراچی نمبر 38
" چوہدری بشیر احمد صاحب ہلالی جنرل سٹور
دستگیر کالونی کراچی نمبر 38

مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اکاؤنٹنٹ
(ماڈرن لمیٹڈ) کراچی 38
" چوہدری منور احمد صاحب پریذیڈنٹ
حلقہ دستگیر کالونی کراچی 38
" شیخ محمود احمد صاحب دستگیر کالونی "
" چوہدری مبارک احمد صاحب البشریٰ منزل دستگیر کالونی "
" محمد اسلم ناصر صاحب دستگیر کالونی کراچی 38
" چوہدری عبدالرشید انور صاحب " "
" شیخ مشتاق احمد صاحب عزیز آباد کالونی " "
" سید محمود احمد صاحب " " "
" چوہدری عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ " لائنز چیمبر 2/11
" محمد جمیل صاحب چغتائی " " "
" محمد رفیق صاحب چغتائی " " "
" سید محمد حسین شاہ صاحب " " "
" میر نور احمد صاحب تالپور " " "
" چوہدری عبدالمجید صاحب جنرل سیکرٹری " "
" صادق حسین خان صاحب ملیر کالونی "
" محمد شفیع صاحب ہاشمی ملیر ایکسٹینشن کراچی 37
" مرزا صالح بیگ منصور صاحب ملیر کالونی "
" چوہدری داؤد احمد صاحب بی۔ ایریا کنٹونمنٹ کراچی 8
" مرزا عبدالرحیم صاحب بیگ - کراچی 3
" حکیم عطاء اللہ صاحب ولد بابو الٰہی بخش صاحب "
" خالد احمد خان صاحب
" راجہ عبدالرشید صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی
اے۔ بی سینیا لائن "
" مرزا مسعود احمد صاحب ٹی۔ بی آفیسر
اے۔ بی سینیا لائن "
" مرزا سردار احمد صاحب پریذیڈنٹ
حلقہ اے۔ بی سینیا لائن "

مکرم مبارک احمد صاحب بقاپوری اے۔ بی سینیا لائن۔ کراچی 3
" مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بقاپوری " " "
" خالقداد خان صاحب احمدیہ سٹور راشن شاپ
نوٹنٹیا لائن "
" عالم الدین صاحب خادم احمدیہ ہال ... کراچی شہر 3
" چوہدری اسلم امتیاز صاحب احمدیہ ہال "
" ڈاکٹر شیخ ارجمند صاحب ہومیوپیتھ 60/1
جیکب لائن کراچی 3
" چوہدری بشیر احمد صاحب ڈرائیور جیکب لائن "
" سید کرامت نور صاحب " " "
" عبدالحمید خان صاحب " " "
" منور احمد صاحب " " "
" میر امان اللہ صاحب " " "
" سارجنٹ محمد جمیل صاحب P.A.F ڈرگ روڈ کراچی 8
" چوہدری ممتاز احمد صاحب " "
" شیخ شمس الدین صاحب التمش این
کیٹنگ نواب دین صاحب " "
" محمد اسلم صاحب سٹینو " "
" چوہدری محمد اشرف صاحب آفیسرز میس " "
" چوہدری غلام احمد صاحب پریذیڈنٹ حلقہ " "
" حمید الدین احمد صاحب ... " "
" لیفٹیننٹ ناصر احمد صاحب سکیم 1 " "
" خان زادہ مظفر احمد صاحب ڈرگ کالونی کراچی 25
" خواجہ شریف احمد صاحب کنٹریکٹر " "
" چوہدری عبدالباسط صاحب الحیات میڈیکو " "
" رشید زمان صاحب ... 2/1 "
" جمعدار سعید احمد صاحب ... " "
" حمید احمد صاحب - " "
" ڈاکٹر عبدالشکور صاحب ہومیوپیتھ " "

مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب ڈرگ کالونی کراچی 25
〃 امتیاز احمد صاحب شوکت 〃 〃 〃
〃 صغیر احمد صاحب چیمہ دستگیر سوسائٹی کراچی
〃 شیخ حبیب اللہ صاحب ابن شیخ رحمت اللہ صاحب
ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی 29
〃 چوہدری شریف احمد صاحب 〃 〃 〃
〃 〃 سردار احمد صاحب 〃 〃 〃
〃 نعیم احمد صاحب 〃 〃 〃
〃 چوہدری عبد الحمید صاحب پریذیڈنٹ حلقہ 〃 〃 〃
〃 عبد الغفور صاحب P.F.C.H 〃 〃 〃
〃 چوہدری محمد حسن صاحب P.F.C.H 〃 〃 〃
〃 ملک مشتاق احمد صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 لیفٹننٹ نعمت اللہ صدیقی 〃 〃 〃 〃
〃 ارشاد احمد صاحب ہاشمی 〃 〃 〃 〃
〃 مرزا اعجاز احمد صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 چوہدری عبد القادر صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 چوہدری عبد الماجد صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 〃 نذیر احمد صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 نعیم احمد خالصاحب 〃 〃 〃 〃
〃 چوہدری محمد خالد صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 مولوی ثواب الدین صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 شمیم احمد صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 محمد اسحاق صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 چوہدری عبد الوہاب صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 شیخ خلیل الرحمن صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 شیخ وحید الدین احمد صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 نسیم احمد خلف الرشید رفیع الدین صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 کلیم الدین احمد صاحب 〃 〃 〃 〃
〃 چوہدری اعجاز احمد صاحب ولیسٹ دہارف کراچی 2

مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب ولیسٹ دہارف کراچی 2
〃 قریشی محمد اقبال صاحب مینوچالی 〃
〃 ملک ظہور احمد صاحب کوئلہ گودام بہار کالونی 〃
〃 عبد الحمید صاحب ناصر ولیسٹ دہارف 〃
〃 محمد خالد صاحب 〃 〃
〃 سید بشیر احمد صاحب ناظم آباد کراچی 18
〃 ملک نصیر احمد صاحب 〃 〃
〃 سید افتخار حسن صاحب 〃 〃
〃 مرزا عبد الوحید صاحب 〃 〃
〃 مولوی صدر الدین صاحب کھوکھر منگھا پیر روڈ کراچی 16
〃 الحاج مولوی عبد الکریم صاحب جوہر آباد کراچی 38
〃 محمد حمید احمد صاحب 〃 〃
〃 ملک رشید احمد صاحب کچہری روڈ کراچی 1
〃 کیپٹن سجاد حسین صاحب شرف آباد 〃 5
〃 خلیل احمد صاحب لیاقت آباد 〃 19
〃 چوہدری فضل الرحمن صاحب 〃 〃 〃
〃 رشید احمد محمود صاحب یونائیٹڈ موٹر سیلز بکتی بندر روڈ 〃 1
〃 سید شرافت حسین صاحب 〃 〃 〃
〃 خواجہ عبد الحمید صاحب آف ڈیرہ دون جیپ موٹرز سٹور 〃 〃 〃
〃 ایم - اے خالصاحب مینیجر فلیس کمپنی 〃 〃 〃
〃 ملک مبارک احمد صاحب نیو مارکیٹ 〃 〃 〃
〃 شیخ مظفر محمود صاحب چنیوٹ حال 〃
〃 چوہدری رشید احمد صاحب جہانگیر روڈ کراچی 5
〃 ماسٹر اللہ بخش صاحب شاپ 18 مارٹن روڈ 〃
〃 سید ظفر احمد صاحب 〃
〃 چوہدری آفتاب احمد صاحب ماڈرن موٹر 〃 3
〃 خطیب الرحمن صاحب ایرپورٹ 〃
〃 شیخ سردار محمد بشیر صاحب ایڈووکیٹ کمسریٹ 〃 3
〃 جناب رف احمد صاحب M.A LL.B { معرفت محمد ارشد رانا صاحب } 〃 16

مکرم سید مبارک احمد صاحب کورنگی کریک کراچی
" چوہدری جلال الدین احمد صاحب وکٹوریہ روڈ "
" سید ارتضیٰ علی صاحب لکھنوی الحمرا ملیٹن روڈ 5ء "
" خان حسن خان صاحب متصل مسجد قصائی کراچی
" مبارک احمد صاحب بیرسٹر 3/2 نیو چالی فریئر روڈ "
" راجہ بشیر احمد صاحب مظفر سابق زعیم خدام الاحمدیہ
" جی۔ ایم۔ وائی پٹیل صاحب نیوی کالونی ماڑی پور کراچی 25ء
" ملک منیر احمد صاحب مالک قیصر سینما کراچی
" مولوی عبدالحمید صاحب دہلوی لارنس روڈ "
" چوہدری محمد سلیم صاحب ابن چوہدری عبدالرزاق صاحب ملتانی "
" راجہ بشیر احمد صاحب مظفر (پی۔ آئی۔ اے "

معاونین احباب حیدرآباد

" غلام احمد صاحب عابد گاڑی کھاتہ - - حیدرآباد
" عبدالغفار صاحب رسالہ روڈ - - "
" ڈاکٹر کیپٹن عبدالسلام خان صاحب لطیف آباد "
" چوہدری زبیر عبداللہ صاحب ابن چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ لطیف آباد "
" محمود احمد صاحب " "
" ملک محمود احمد صاحب ٹیلیفون ہاؤس "
" شیخ حمید اللہ صاحب لجپت روڈ "
" ملک مبشر احمد صاحب ڈپٹی چیف انجینئر پاک ریلی فیکٹری "
" فضل الرحمٰن خان صاحب " " " "
" چوہدری محمد صادق صاحب لطیف آباد "
" ماسٹر رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ رشی گھاٹ روڈ "

معاونین احباب لاہور

مکرم شیخ بشیر احمد صاحب پرو پرائٹر بشیر اینڈ کمپنی حمید منزل انارکلی
" منشی محمد علی صاحب جناح گارڈن
" عبدالستار خان صاحب زراعت انسپکٹر " "
" ملک عبداللطیف صاحب بیرسٹر کارنر گنپت روڈ

مکرم خالد سیف اللہ صاحب کراؤن ہوٹل
" چوہدری عبدالمالک صاحب سیکرٹری مال انسپکٹر جماعت پارک
" محمد احمد خان قائد صوبیدار محمد افضل خان صاحب رحمانپورہ اچھرہ
" کیپٹن ملک محمد اسحاق صاحب مری روڈ راولپنڈی حال لاہور
" چوہدری محمد نواز صاحب مینیجنگ ڈائریکٹر پرنس ٹرانسپورٹ کمپنی لمیٹڈ
" میاں اکبر علی صاحب 16 نابھہ روڈ
" میاں رمضان علی صاحب فاضل "
" ایم۔ صدیق صاحب شمس چیف اکونٹس محمد الدین اینڈ سنز
" قاضی عبدالحمید صاحب فونٹین پین ورکشاپ نیلہ گنبد
" شیخ محمد ادریس صاحب ایڈیٹر دیال سنگھ مینشن مال روڈ
" چوہدری منیر احمد صاحب شیزان " "
" شیخ عبدالحکیم صاحب یاد و منیر الیکٹرک اینڈ بیٹری سروس 24 میکلوڈ روڈ
" محمود احمد خان صاحب راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد
" اے۔ ایم قریشی اینڈ سنز - - " "
" حافظ نیاز احمد صاحب الفردوس 85- انارکلی
" چوہدری سمیع اللہ صاحب شفا میڈیکو
" سردار سمیع اللہ صاحب 5 مشن روڈ

مکرم میاں خیر محمد صاحب نائب امیر ڈیرہ غازیخان
" عبدالرحمٰن صاحب سیکرٹری اصلاح و ارشاد "
" مولوی عبدالرزاق صاحب ہاؤ ڈیرم ہیڈ "
" چوہدری شرف الدین صاحب جیمیہ "
عزیزم عبدالوہاب صاحب قمر کلاتھ مرچنٹ صدر بازار "
مکرم حاجی عبدالقادر صاحب سرہالی "
" میاں اقبال احمد صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ بی راجن پور "
محترمہ اہلیہ صاحبہ محمد صدیق صاحب صدر لجنہ اماء اللہ
" امتہ الحی صاحبہ بنت حکیم عبدالخالق صاحب مرحوم
" زینب بیگم اہلیہ مولوی عبدالرزاق صاحب "
عزیزہ بشریٰ عابدہ اہلیہ غلام سرور خان صاحب ناصر "
" ثریا جہاں قمر صاحبہ "
" صفیہ صادقہ صاحبہ بی ڈی "
محترمہ معراج بیگم صاحبہ والدہ ڈاکٹر خلیل الرحمٰن صاحب "
" فرخندہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر "

تمت بالخیر

نئے سال کا تبلیغی شاہکار

بُرہانِ ھدایت

تاثرات مکرم مولینا محمد صدیق صاحب مبلغ اسلام افریقہ و سنگاپور

اک کانِ ھدایت ہے یہ برھانِ ھدایت
پڑھ کر اسے پا جاتا ہے انسان ھدایت

اک مرتبہ دیکھا ہے اسے میں نے بھی ہمدم
بے شک ہے یہ مجموعۂ فیضانِ ھدایت

اپنوں کے لئے ہے یہ رفیقِ رہ منزل
غیروں کے لئے اس میں ہے سامانِ ھدایت

چن چن کے مبشر نے حسیں پھول چمن سے
کیا خوب سجایا ہے یہ گلدانِ ھدایت

لاکلام یہ تالیف ہے اک گوہرِ نایاب
ہوتی ہے عیاں جس سے عجب شانِ ھدایت

آیات و براھین صداقت کا خزینہ
طالب کے لئے اس میں ہے ہر آن ھدایت

محمد صدیق امرتسری
۱۰ر جنوری ۱۹۶۷ء

کتاب منگوانے کا پتہ

۱۔ الشرکۃ الاسلامیہ گول بازار۔ ربوہ
۲۔ افضل برادرز گول بازار۔ ربوہ
۳۔ رحمانیہ منزل بلاک جی ڈیرہ غازی خاں
۴۔ نیرد بی ہاؤس گول بازار۔ ربوہ